مصنف

علامہ عبدالستار عاصم

بسم اللہ الرحمن الرحیم

انوارِ جمیل

بسم اللہ الرحمن الرحیم

انوارِ جمیل

الله

اَللّٰهُ جَمِيْلٌ وَيُحِبُّ الْجَمَال

دِلم خوش تر بدیدارِ جمیل است
جہاں روشن ز "انوارِ جمیل" است (تاثیر)

انوارِ جمیل

تذکرہ

فخر المشائخ صاحبزادہ الحاج حضرت

میاں جمیل احمد شرقپوری

سجادہ نشین آستانہ عالیہ شیر ربانی رحمۃ اللہ علیہ
شرقپور شریف ضلع شیخوپورہ۔ پنجاب۔ پاکستان

علامہ عبدالستار عاصم
چیئرمین القلم فاؤنڈیشن انٹرنیشنل (پاکستان)

ناشر
القلم فاؤنڈیشن انٹرنیشنل

نام کتاب .... انوارِ جمیل 81557

(تذکرہ فخر المشائخ میاں جمیل احمد شرقپوری نقشبندی مجددی)

مصنف .... علامہ عبدالستار عاصم

زیر سرپرستی .... صاحبزادہ میاں خلیل احمد شرقپوری نقشبندی مجددی

صاحبزادہ میاں سعید احمد شرقپوری نقشبندی مجددی

صاحبزادہ میاں جلیل احمد شرقپوری ناظم اعلیٰ ضلع شیخوپورہ

صاحبزادہ میاں ولید احمد شرقپوری نقشبندی مجددی

نظر ثانی .... جناب نذیر حق (روزنامہ پاکستان) جناب انوار قمر (شہرگ پاکستان)

سالِ اشاعت .... اکتوبر 2005ء

تعداد 2000

کمپوزنگ .... حافظ محمد کاشف جمیل (0301-4423944)

ناشر .... القلم فاؤنڈیشن انٹرنیشنل

مطبع .... ہنجراء پرنٹنگ پریس، کراچی

قیمت .... دعائیں

قانونی مشیر .... رانا شہناز احمد خان ایڈووکیٹ (کالوکے)

0333-4286469

خط و کتابت اور رابطے کا پتہ

شعبہ نشر و اشاعت

القلم فاؤنڈیشن انٹرنیشنل

غازی مینارہ شیخوپورہ، پنجاب، پاکستان

فہرست عنوانات

☆☆☆☆☆……………………☆☆☆☆☆☆

انتساب

منبعِ ہدایت، آفتابِ ولایت، اعلیٰ حضرت

حضرت میاں شیر محمد شرقپوری صاحب علیہ الرحمہ

اور

شہبازِ حقانیت، ہمرازِ عرفانیت

حضرت میاں غلام اللہ ثانی لاثانی علیہ الرحمہ

کے حضور نذرانۂ عقیدت

جن کی کیمیا اثر نگاہ میں وہ تاثیر دیکھی کہ بدلتی ہزاروں کی تقدیر دیکھی

علامہ عبدالستار عاصم

الاھداء

تحریک پاکستان کے ممتاز رہنما اور بے مثل صحافی

محترم جناب حمید نظامی (مرحوم)

(بانی روزنامہ نوائے وقت)

اور

آبروئے صحافت

محترم جناب مجید نظامی صاحب

(مدیر اعلیٰ روزنامہ نوائے وقت)

کے نام

جنہوں نے نظریہ پاکستان کی پاسبانی اور اولیاءِ کرام کی تعلیمات
کے پرچار کا فریضہ بحسن وخوبی سرانجام دیا اور دے رہے ہیں

علامہ عبدالستار عاصم

تقدیم

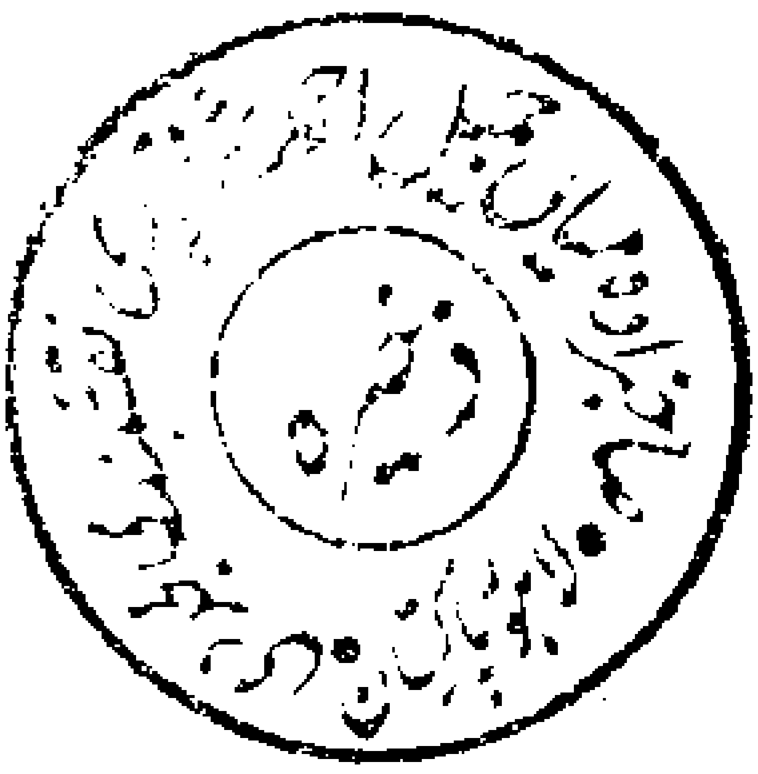
بطور تحدیثِ نعمت تحریر ہے کہ خانوادۂ شیر ربانیؒ کے تذکرے سے تو راقم کے کان بچپن سے ہی آشنا تھے مگر حضرت صاحبزادہ قبلہ میاں جمیل احمد صاحب دامت برکاتہم کی باقاعدہ زیارت کا شرف آج سے چند سال پہلے حاصل ہوا۔ان کے صاحبزادے میاں سعید احمد شرقپوری نے پنجاب اسمبلی کا الیکشن لڑا۔اس دوران اُن سے ملاقاتوں کا لامتناہی سلسلہ شروع ہوگیا۔جب صاحبزادہ میاں جلیل احمد شرقپوری اور راؤ جہانزیب قوی خاں نے جنرل الیکشن میں حصہ لیا تو راقم نے بے لاگ تجزیہ کیا جو میڈیا میں شائع ہوا۔جس میں حقائق کی شاہراہ پر گامزن ہو کر انکشاف اور دعویٰ کیا تھا کہ صاحبزادہ میاں جلیل احمد صاحب اور راؤ جہانزیب قوی خاں بالترتیب ایم این اے اور ایم پی اے بھاری اکثریت سے منتخب ہو جائیں گے ،سوایسا ہی ہوا۔اور پھر اس محترم خانوادہ سے ہر اتوار یا جمعۃ المبارک کو زیارت کا سلسلہ شروع ہو گیا جو تا ہنوز جاری و ساری ہے۔

لکھنے پڑھنے کا شوق زمانۂ طالب علمی ہی سے دامن گیر چلا آ رہا ہے۔قرطاس وقلم سے بڑا پرانا اور گہرا تعلق استوار ہو چکا ہے۔مجھے علم کی طلب اور جستجو ہمیشہ بے تاب اور بے قرار رکھتی ہے۔اسی بے تابی اور بے قراری نے ہی مجھے تصنیفات وتالیفات میں مشغول ومصروف ہونے کے ذوق اور استغراق کی کیفیت سے نوازا ہے۔۳۰ اکتوبر ۲۰۰۴ء کو محسنِ مسلم اُمّہ اور قائد مسلم لیگ میاں نواز شریف (سابق وزیر اعظم) کے والدِ گرامی

میاں محمد شریف کا انتقال جلاوطنی کے دوران جدہ (سعودی عرب) میں ہوا۔ میاں محمد شریف مرحوم کا شمار دنیا کی ان بے مثال شخصیات میں ہوتا ہے جنہوں نے معاشی انقلاب برپا کیا۔ وہ پاکستانی بل گیٹس ہیں جنہوں نے لاکھوں لوگوں کو روزگار فراہم کیا۔

میاں محمد شریف مرحوم کو اولیائے کرام سے بھی خاص عقیدت تھی، چنانچہ راقم نے اسی عقیدت اور اپنے ذوق وشوق کی تکمیل کے لئے ایک ضخیم کتاب "ذرّہ سے آفتاب" رقم کی۔ اس تصنیف کو نیشنل اور انٹرنیشنل میڈیا نے خوب ہائی لائٹ کیا۔ وطن عزیز کی بے شمار عبقری شخصیات نے راقم کی اس کاوش کو سراہا۔ ان شخصیات میں محترم مجید نظامی صاحب مدیر اعلیٰ روزنامہ نوائے وقت، جناب رفیق تارڑ (سابق صدرِ مملکت) جناب مولانا فضل الرحمٰن، محترم قاضی حسین احمد، جناب راجہ ظفر الحق، جناب اقبال ظفر جھگڑا، جناب صدیق الفاروق، جناب رانا تنویر حسین، جناب چوہدری مشتاق احمد ورک آف کلہ، جناب میاں محمد منیر (اوکاڑہ) جناب زبیر گل صدر مسلم لیگ (ن) برطانیہ محترم زاہد رفیق بٹ، جناب چوہدری سلیم الٰہی گجر، جناب ملک ریاض احمد اعوان، جناب حیدر شاہ، جناب سلیم انجم کراچی، محترم ڈاکٹر انور سدید، جناب علی جاوید نقوی (ندائے ملت) جناب ندیم اوپل (ایڈیٹر سنڈے میگزین روزنامہ خبریں) محترم نذیر حق (ایڈیٹر روزنامہ پاکستان) محترم انوار قمر (ایگزیکٹو ایڈیٹر "سیاسی لوگ") جناب فرخ شاہ، محترمہ بے نظیر بھٹو، جناب آصف علی زرداری، محترم ملک مشتاق احمد اعوان، جناب حاجی عباس علی چوہان، جناب ملک احسان گنجیال، جناب عزیز احمد اعوان، محترم چوہدری عبدالغفور خان (ایم پی اے رائیونڈ) جناب چوہدری سجاد حسین چھینہ، محترم چوہدری ذوالفقار احمد راحت (روزنامہ دن) محترم چوہدری عباس ہنجرا (گھنگ روڈ شیخوپورہ) جناب ملک محمد بوٹا (اے این این شیخوپورہ) محترم یوسف خان (نوائے وقت، کراچی) محترم یعقوب غزنوی (ہفت روزہ تکبیر کراچی) محترم علامہ محمد طاہر تبسم قادری (جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور) جناب جاوید علوی (نوائے وقت، لاہور) محترم صاحبزادہ قبلہ میاں جمیل احمد شرقپوری، محترم صاحبزادہ میاں

خلیل احمد شرقپوری، محترم صاحبزادہ میاں جلیل احمد شرقپوری، محترم علامہ حمید الدین مشرقی، محترم پیر اعجاز حسین ہاشمی، جناب میاں مرغوب احمد (لاہور) جناب زعیم حسین قادری، محترم چوہدری محمد ندیم گورایہ، جناب چوہدری محمد شہباز ورک (جی پی او شیخوپورہ) اور محترم شہزاد الحسن طور (حبیب کالونی) قابل ذکر ہیں، ان کے علاوہ ہزارہا شخصیات شامل ہیں جن کے فون، فیکس، ای میل اور خراج کے خطوط موصول ہوئے۔ ان شخصیات کے تاثرات ہی میرا سرمایۂ حیات ہیں۔ راقم تو دن رات بس قرطاس وقلم کی دنیا میں محو ومستغرق رہتا ہے اور ہر وقت انہی سوچوں میں گم بقول اعلیٰ حضرت بریلوی رحمۃ اللہ علیہ ؎



نہ مرا نوش ز تحسین نہ میرا نیش ز طعن
نہ مرا ہوش بہ مدحے نہ مرا گوش ذمے
منم و کنج خمولی کہ نہ گنجد دروے
جز من و چند کتابے و ذات و قلمے

راقم نے اپنی تصنیف صاحبزادہ میاں جمیل احمد صاحب، صاحبزادہ میاں خلیل احمد صاحب اور میاں جلیل احمد شرقپوری ایم این اے کو پیش کرنے کا اعزاز حاصل کیا تو صاحبزادہ میاں خلیل احمد شرقپوری جو درویش اور مجذوب بھی ہیں، اپنی زبان مبارک سے جو الفاظ نکال دیتے ہیں، اللہ تعالیٰ انہیں پورا کر دیتا ہے، ان کی ملاقات وزیارت نے راقم کے اندر کی کایا ہی پلٹ دی۔ انہوں نے میرے قلب کو ایسا جھٹکا دیا کہ میری کائنات ہی بدل گئی آپ نے فرمایا کاکا (پیار سے کہتے ہیں) آپ ایک کتاب جو حضرت میاں جمیل احمد صاحب کے حالاتِ زندگی پر مشتمل ہو، عرس مبارک کے موقع پر شائع کر کے لائیں، میں آپ کو اجازت دیتا ہوں۔ احتراماً خاموش رہا، گھر آ کر سوچا کہ یہ ایک سعادت ہوگی جس کا تشکر واجب ہے۔ بقول عرفی

یک منعم و یک نعمت یک منّت یک شکر
صد شکر کہ تقدیر چنیں راندہ قلم را

میں نے تمام تاریخ تصوّف کھنگالی اور خصوصاً اعلیٰ حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ سے لے کر حضرت میاں جلیل احمد شرقپوری مدظلہ تک کے حالاتِ زندگی پر محققانہ نظر ڈالی تو اس نتیجے پر پہنچا کہ کتاب کی ترتیب ایسی ہونی چاہیے کہ تصوف کی ہزاروں کتابیں پڑھنے کی بجائے ایک ہی کتاب پڑھنے سے قاری کی تسلی ہو جائے۔ بہرحال راقم نے سعی کی ہے کہ شیر ربانی حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ اور آپ کے تمام خانوادہ کے مکمل حالات اسی کتاب میں قلمبند ہو جائیں۔ باقی رہا کتاب کا نام تو اس سلسلے میں عرض ہے کہ نقش ہو کہ نغمہ، رنگ ہو کہ خشت و سنگ، صوفی ہو کہ درویش، تحقیق پر خون جگر جلانے کی ضرورت پیش آتی ہے۔ کوئی بھی تحقیق ہو اسے حسنِ صورت کا مقام تب ملتا ہے جب اسے صورت دینے والا خود بھی حسن و جمال کا مرقع ہو اور خصوصاً اس کے اندر حسن ہی حسن ہو، جمال ہی جمال ہو اور حضرت صاحبزادہ میاں جمیل احمد صاحب اس سلسلے میں اسمِ با مسمّٰی ہیں، لہٰذا انہی کے نام سے منسوب ''انوارِ جمیل'' اس کتاب کا نام رکھا گیا ہے۔

انوار، نور کی جمع ہے اور حسن و خوبصورتی کے معنی میں مستعمل ہوتا ہے، جبکہ حسن سیرت اور حسن صورت کی ہم آہنگی سے دنیا کی تمام برائیاں ختم کی جا سکتی ہیں۔ تمام اولیاء اللہ اصل میں اہلِ انوار ہیں، خصوصاً صاحبزادہ میاں جمیل احمد شرقپوری دونوں لحاظ سے حسین و جمیل ہیں اور ان کا یہ تذکرہ بھی حسین و جمیل ہے۔ پھر یہ بھی کہ اللہ تعالیٰ بھی نورٌ علیٰ نور (خوبصورت) ہے اور صاحب جمال (خوبصورت) لوگوں کو پسند فرماتا ہے۔ امید واثق ہے کہ قارئین بھی پسند کریں گے۔

جب صاحبزادہ میاں خلیل احمد صاحب شرقپوری نے کتاب ھذا رقم کرنے کا حکم دیا تو عرس مبارک میں صرف دو ماہ کا عرصہ باقی تھا۔ تقریباً ایک ماہ تو کتاب کی تیاری میں لگ گیا اور ایک ماہ کی قلیل مدت میں کتاب ھذا رقم کی گئی اور شائع ہوئی۔ یہ سب کام فیضان شیر ربانیؒ کی وجہ سے ہوا ورنہ اس قلیل مدت میں یہ کام مشکل ہی نہیں بلکہ ناممکن بھی تھا۔ بقول سیّد امین گیلانی ؎

جب ان کی توجہ ہوتی ہے جب ان کا سہارا ہوتا ہے
طوفانوں میں ساحل ملتے ہیں موجوں میں کنارا ہوتا ہے

اور مہینوں کا کام دنوں اور دنوں کا گھنٹوں میں مکمل ہو گیا۔

اس کتاب کی تکمیل میں جناب محمد معروف شرقپوری (مدیر اعلیٰ شیر ربانیؒ ڈائجسٹ، لاہور)، محترم حاجی غلام صابر انصاری (سابق ایم پی اے، قصور) جناب حاجی چوہدری خوشی محمد (لاہور) محترم صوفی غلام سرور (لاہور) محترم حاجی اللہ دتہ، جناب شیخ ذوالفقار علی مونگا (شرقپور شریف) محترم ادریس بختیار (نمائندہ BBC) محترم محمد شاہد (ایم ،ٹی، پی، سی، او کمپنی) محترم ظفر احمد جٹ نقشبندی جناب زاہد حسین فخری (سندھ) جناب محمد ارشد (پشاور) محترم صاحبزادہ علامہ فیض اللہ فیضی دامت برکاتہم (خانقاہ ڈوگراں) محترم صاحبزادہ سید سلمان گیلانی، محترم ڈاکٹر اعجاز احمد دین (چیف ایگزیکٹو اہسیر فارما سیوٹیکل) جناب آغا محمد فرحان صدیق (MMاہسیر فارما سیوٹیکل) جناب محمد نعیم، جناب رانا عارف محمود (نعرہ حق) محترم مہر بشیر احمد (ساہیوال) محترم غلام رسول شہزاد (فیروز وٹواں) محترم غلام دستگیر خاور (شیخوپورہ) نے بے حد معاونت فرمائی۔ راقم ان شخصیات کا خاص طور پر شکر گزار ہے کہ اُن کی خصوصی شفقت اور محبت سے ہی ''انوارِ جمیل'' جملہ مراحل سے گزر کر آپ کے ہاتھوں میں ہے۔

ایں سعادت بزور بازو نیست
تانہ بخشد خدائے بخشندہ

اس کائنات کا خالق و مالک ربّ ذوالجلال ہے، پاکستان اس کی خاص رضا اور مشیت سے قائم ہوا اور اس کے محبوب رسول ﷺ اور نیک بندوں یعنی اولیاء اللہ کے صدقے میں ہی یہاں کا نظام چل رہا ہے۔

جلا سکتی ہے شمعِ کشتہ کو موجِ نفس اُن کی
الٰہی کیا چھپا ہوتا ہے اہلِ دل کے سینوں میں

اہل دنیا جب ہر در سے مایوس ہو جاتے ہیں تو پھر اولیائے کرام کے در پر حاضر ہوتے ہیں اور اپنے دل کی مراد حاصل کرنے کے لئے حضرت میاں شیر محمد شرقپوریؒ جیسے اولیاء اللہ کے مزارِ پُرانوار پر حاضر ہوتے ہیں۔ بقول ملک احمد سعید شرقپوری

نہ کام ہو سکا جس کا کسی زمانے سے
وہ شاد کام اٹھا تیرے آستانے سے

علامہ اقبالؒ نے بھی انہی عظیم ہستیوں کے بارے میں یوں کہا ہے کہ:

نہ تخت و تاج نہ لشکر و سپاہ میں ہے
جو بات مردِ قلندر کی اِک نگاہ میں ہے

قارئین کرام! آپ سے گزارش ہے کہ راقم کی اس کاوش "انوارِ جمیل" کے بارے میں اپنے خیالات سے ضرور آگاہ فرمائیں، مجھے آپ کے خطوط/فون/ای میل کا انتظار رہے گا۔ بطور خاص یہ درخواست بھی ہے کہ راقم کو اپنی خصوصی دعاؤں میں یاد رکھئے، یہی ذریعہ نجات ہے۔

طالب دعا
عبدالستار عاصم
چیئرمین القلم فاؤنڈیشن انٹرنیشنل
غازی مینارہ شیخوپورہ پنجاب پاکستان
(فون:0333-4393422)
E.mail: Abdul sattar 555@yahoo.com.

17 ستمبر 2005 بروز ہفتہ
بمقام دربار شریف حضرت علی ہجویری المعروف داتا گنج بخشؒ لاہور

برّصغیر میں اشاعتِ اسلام اور صوفیاء

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ برّصغیر (پاک وہند) میں اسلام پھیلانے کا سہرا صوفیاء کرام کے سر پر ہے اور یہ بات اظہر من الشمس ہے کہ اسلام کی توسیع واشاعت کی بنیادی وجہ علماء، صوفیاء ومشائخ کا مؤثر تبلیغی نظام ہی ہے۔ یہ مسلمان مبلغین کی مخلصانہ مساعی کا ہی نتیجہ ہے کہ دنیا کے کونے کونے میں اسلام کی نورانی تعلیمات کا اجالا پھیل چکا ہے اور صوفیاء کرام کی ہی مؤثر تبلیغ کا نتیجہ ہے کہ آج نہ صرف روس، چین بلکہ یورپی ممالک میں بھی اسلام کی اشاعت روز بروز افزوں ہی ہوتی چلی جارہی ہے۔ قبل ازیں جب صوفیاء نے اسلام کی اشاعت وترویج کا آغاز کیا تو مغربی ایشیاء، افریقہ، چین، یورپ، ایران، وسط ایشیا، منگول تاتاری قبائل، فلپائن، انڈونیشیا اور برصغیر میں اسلام کا بول بالا ہونے لگا۔

تاریخ شاہد ہے کہ برصغیر میں اسلام کی اشاعت تین طبقوں نے سرانجام دی۔

(۱) صوفیاء (۲) مُسلم تاجر (۳) مسلم فاتحین۔ مسلمان تاجروں کی تجارت (لین دین) سے یہاں کے لوگ اس قدر متاثر ہوئے کہ ان کی دیانت وصداقت اور محبت کے گرویدہ ہوتے چلے گئے۔ مسلم فاتحین میں سے سب سے پہلے محمد بن قاسم نے اسلامی فتوحات کو ملتان تک پہنچایا، بعد میں سلطان محمود غزنوی کی فتوحات کا آغاز ہوا۔ اس کے ساتھ ہی برصغیر میں صوفیاء کرام کی آمد کا سلسلہ بھی شروع ہوگیا اور نہ صرف پنجاب بلکہ بنگال، سندھ، گجرات،

دکن اور کشمیر تک اسلام کی روشنی پھیلتی چلی گئی۔ صوفیاء کرام اور مشائخ عظام کی دن رات کی مساعی سے لوگ جوق در جوق حلقہ بگوشِ اسلام ہوتے چلے گئے۔ برِصغیر میں جہاں کہیں صوفیاء نے دینی وملی تبلیغ واشاعتِ اسلام کی خدمات سرانجام دیں، آج بھی ان مقامات پر ان کی خانقاہیں اور مزارات اُن کی گرانقدر خدمات کی شہادت اور ثبوت فراہم کر رہے ہیں۔ ان صوفیاء میں حضرت سیّد علی ہجویریؒ (م ۱۰۷۳ء) لاہور۔ حضرت شیخ صفی الدین گارزونی (۱۰۰۷) بہاولپور۔ حضرت شاہ یوسف گردیزی (م ۱۱۵۲ء) ملتان۔ حضرت سخی سرورؒ (م ۱۱۸۱ء) ڈیرہ غازیخان۔ حضرت خواجہ معین الدین اجمیریؒ (م ۱۲۳۶) اجمیر شریف۔ حضرت خواجہ قطب الدین بختیار کاکیؒ (م ۱۲۳۵) دہلی۔ حضرت خواجہ فرید الدین گنج شکرؒ (م ۱۲۶۵) پاک پتن۔ حضرت شاہ جلال الدین تبریزیؒ (م ۱۲۴۳) بنگال۔ حضرت شیخ بہاؤ الدین زکریاؒ (م ۱۲۶۲) ملتان۔ حضرت علاؤ الدین چراغؒ (م ۱۲۸۴ء) دہلی۔ حضرت نظام الدین اولیاءؒ (م ۱۳۲۴ء) حضرت علاؤ الدین صابرؒ (م ۱۲۹۱ء) حضرت مخدوم نصیر الدین چراغؒ (م ۱۳۸۴ء) دہلی۔ حضرت مخدوم جہانیاں جہاں گشتؒ (م ۱۳۸۴ء) بہاولپور۔ حضرت خواجہ بندہ نواز گیسودرازؒ (م ۱۴۲۲ء) گلبرگہ وغیرہ مشہور ہیں۔ برِصغیر میں انہی صوفیاء حضرات کی مساعی سے اسلام کی ترویج و اشاعت ہوئی اور لوگوں میں رشد وہدایت اور تزکیۂ نفس کی اصلاح کے کام کو زبردست فروغ حاصل ہوا۔ علاوہ ازیں حضرت مجدد الف ثانیؒ اور حضرت شاہ ولی اللہؒ وہ عظیم نابغہ روزگار ہستیاں ہیں جنہوں نے اسلام کی ترویج واشاعت کے لئے جو بے مثال کردار ادا کیا، وہ تاریخ اسلام میں سنہری لفظوں میں لکھا جائے گا۔

پنجاب اور صوفیاء:

اسی تاریخی تناظر میں دیکھا جائے تو برِصغیر کا ایک عظیم خطہ پنجاب ایک ایسا خطہ ہے کہ جہاں پر پورے برِصغیر میں سب سے پہلے اسلام کی تبلیغ واشاعت کے نقوش ملتے

ہیں۔تاریخ یہ بتاتی ہے کہ امیر معاویہ رضی اللہ عنہ کے عہد میں جو لشکر ہندوستان پر حملہ کرنے کی غرض سے تیار کیا گیا۔اس کی کمان امیر رضی اللہ عنہ نے مہلب ابی صفرۃ ؒ کو بخشی جس نے ہندوستان کی سرحد پر یورش کی۔اور اس نے میز (افغانستان) اور لاہور تک رسائی حاصل کی۔یہ علاقے کابل اور ملتان کے درمیان ہیں۔لیکن اکثر علمائے تاریخ کا کہنا یہ ہے کہ ان مقامات سے مراد لاہور اور بنوں ہیں۔اگر علمائے تاریخ کے اس گمان کو سچ مان لیا جائے۔ پھر یہ ثابت ہو جاتا ہے کہ اسلام سب سے پہلے خشکی کے راستے سے ہوتا ہوا پہلے پنجاب پھر سندھ میں پہنچا۔بعد میں خلیفہ ولید بن عبدالملک نے محمد بن قاسم کو فتوحات کے لئے بھیجا، اس نے بڑی کامیابی حاصل کی اور اس نے سندھ سے ملتان تک کے علاقے فتح کر لئے۔ ان تاریخی واقعات کے تناظر میں اگر دیکھا جائے تو پتہ یہ چلتا ہے کہ برصغیر (پاک و ہند) میں پنجاب ہی وہ خطہ ہے جہاں پر پہلی صدی ہجری کے اوّل نصف میں ہی اسلام پہنچ چکا تھا۔لیکن وسیع پیمانے پر اسلام کی ترویج و اشاعت کا کام صوفیاء نے محمود غزنوی دور کے آغاز کے بعد ہی سرانجام دیا۔اسی دور میں غزنی (افغانستان) سے سیّد علی ہجویری المعروف حضرت داتا گنج بخشؒ لاہور میں آ کر مقیم ہوئے۔اور اس غزنوی عہد ہی میں نامور صوفی مشائخ حضرت سخی سرورؒ، جنہیں لوگ ''لکھ داتا'' کے نام سے پکارتے ہیں، نے پنجاب (ڈیرہ غازیخان) میں دین کی تبلیغ کا مرکز بنایا۔

ان صوفیاء کرام کی زندگی کا مطالعہ بتاتا ہے کہ یہ حضرات اعلیٰ درجے کی سیرت و کردار کے مالک تھے۔ان کے قول و فعل میں تضاد نام کی کسی چیز کا کوئی شائبہ تک موجود نہیں تھا۔مسلمان صوفیاء یہ وہ مقدس ہستیاں تھیں جنہوں نے برصغیر کے علاقوں میں مُسلم سلاطین سے بھی بڑھ چڑھ کر کامیابیاں اور کامرانیاں حاصل کیں۔ان کی کامیابیوں اور کامرانیوں کا راز صرف اور صرف خلوص اور اسوۂ رسول ﷺ پر عمل تھا۔وہ کوئی چھوٹی سے چھوٹی اور کمتر سے کمتر، معمولی سے معمولی بھی بات، کوئی حرکت سرزد نہ ہونے دیتے کہ جو انہیں حضور پرنور ﷺ کی سنت کے مطابق نظر نہ آتی تھی۔

تاریخ کے مطالعہ سے یہ بات معلوم ہوتی ہے کہ راجپوتوں کا بہت بڑا سیال قبیلہ جو کہ جھنگ سیال، ملتان اور ساہیوال کے علاقوں میں متمکن تھا۔ حضرت بابا فرید شکر گنج رحمۃ اللہ علیہ کے دست مبارک پر مشرّف بہ اسلام ہوا۔ اسی طرح قبیلہ نون کے لوگ مخدوم جہانیاں کے دست مبارک پر ایمان لائے جبکہ شیخ رکن الدّین عالمؒ نے راجپوتوں کو کلمہ پڑھایا۔ تاریخ یہ بھی بتاتی ہے کہ دسویں، گیارہویں اور بارہویں صدی ہجری میں حضرت شاہ حسینؒ لاہور (۱۵۳۹۔ ۱۵۹۹ء) حضرت سلطان باہوؒ (م ۱۶۹۱ء) حضرت شاہ عبداللطیف بری امامؒ (م ۱۷۰۵ء) اور سیّد بلھے شاہؒ (۱۶۸۰ء) جیسے نابغۂ روزگار صوفیوں اور بزرگوں نے پنجاب میں اشاعتِ اسلام کا فریضہ سرانجام دیا اور گاؤں گاؤں، قریہ قریہ اور شہر شہر اسلام کا نور پھیلایا۔

تیرہویں اور چودھویں ہجری میں خواجہ نور محمد چشتی مہاوریؒ، خواجہ محمد سلیمان تونسویؒ، خواجہ غلام فریدؒ، پیر سید جماعت علی شاہؒ، پیر سید مہر علی شاہ گولڑویؒ اور قطب ربّانی شیر یزدانی حضرت میاں شیر محمد شرقپوریؒ نے پنجاب میں اسلام کی ترویج و اشاعت کے لئے جو بے مثال خدمات سرانجام دیں، تاریخ میں ایک اہم مقام کی حامل ہیں اور ان کی یہ خدمات کبھی بھی فراموش نہ کی جا سکیں گی۔

ہمارے آقا و مولیٰ حضور نبی کریم ﷺ کا ارشاد مبارک ہے کہ اَلْعُلَمَاءُ اُمَّتِیْ کَاَنْبِیَاءِ بَنِیْ اِسْرَائِیْل (میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے نبیوں جیسے ہیں) یقیناً اس خطّے میں علماء اور مشائخ نے اشاعت اسلام کا فریضہ انجام دے کر وہی کردار ادا کیا جو کہ بنی اسرائیل کے نبی کرتے تھے۔

دراصل یہ برّصغیر (پاک و ہند) میں ایک بہت بڑا روحانی انقلاب تھا جو صوفیاء علماء و مشائخ نے برپا کیا۔ ان صوفیاء کرام کی آمد سے یہاں کے لوگوں میں جہاں زندگی کی ایک نئی روح پھونک دی گئی، وہاں ایک نئی مذہبی زندگی کے طور طریقے بھی معرض وجود میں آئے، یہ انہی کی شب و روز کی مساعی کا ہی نتیجہ تھا کہ قرونِ اولیٰ میں جہاں تاتاریوں کو

81557

مشرف بہ اسلام ہونے کا شرف ملا، وہاں اسلام کی ترویج و اشاعت اُن علاقوں میں بھی ہونے لگی کہ جن علاقوں میں کبھی کسی نے مذہب کا نام تک بھی نہ سنا تھا اور اس طرح ہند و پاک کے دور دراز کے خطوں میں جہاں کہ مسلمانوں کے روابط و تعلقات استوار ہو چکے تھے، اور وہاں پر بھی زمین تیار ہو گئی تھی، وسیع پیمانے پر اسلام کی تخم ریزی ہونے لگی اور اسلام ایک شاداب و تر و تازہ بار آور درخت کی طرح پھلنے پھولنے لگا۔

پاکباز صوفیاء نے جہاں اسلامی تعلیمات کو زندہ و تابندہ کیا وہاں وہ خود بھی اسوۂ حسنہ پر عمل پیرا ہو کر سرمدی اور ابدی زندگی سے ہمکنار ہو گئے۔ یہ سب ان کی اسوۂ نبی ﷺ سے والہانہ محبت و شیفتگی اور عشق کا ہی نتیجہ ہے کہ آج بھی اسی پاک خطے میں بدستور اپنا فیضان بانٹ رہے ہیں اور بقول حافظ شیرازی زبان حال سے یہی کہہ رہے ہیں۔

ہر گز نمیرد آنکہ دلش زندہ شد بعشق
ثبت است بر جریدۂ عالم دوامِ ما

بالکل ایسی ہی بات پنجابی زبان کے عظیم صوفی شاعر سیّد وارث شاہ صاحب نے بھی کہی ہے اور خوب کہی ہے کہ :

وارث شاہ اوہ سدا اِی جیوندے نیں
جنہاں کیتیاں نیک کمائیاں نیں

یہ کون نہیں جانتا کہ اس دنیا کی ہر ایک چیز عارضی ہے اور کائنات فانی ہے۔ دوام صرف اور صرف اسلام کی سچی اور پکی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے میں ہی مضمر ہے۔ ہمیں بھی اگر سرمدی اور ابدی زندگی درکار ہے تو پھر ہم کو بھی اسلام کے سنہری اصولوں پر عمل پیرا ہونا ہو گا۔ ان علمائے اسلام، صوفیاء کرام اور مشائخِ عظام کے بتائے ہوئے طور طریقوں پر خلوصِ دل سے عمل کرنا ہی ہماری اصل منزل مقصود ہے۔ ہمارے بزرگوں اور صوفیوں نے اخلاقی اور روحانی اصلاح کے لئے جو کارہائے نمایاں سرانجام دیئے ہیں، اُن کو ہر صورت میں یاد رکھنا ہو گا۔ ان بزرگوں اور صوفیاء کرام کو یاد رکھنے کا بہترین طریقہ تو یہی ہے کہ ان کے بتائے

ہوئے اصولوں اور طور طریقوں کو ہم حرز جان بنائیں، ان بزرگوں کے صحیح اور مستند حالات پڑھیں اور ان کے اقوال وافعال اور ملفوظات پر عمل پیرا ہونے کی ہر ممکن کوشش کریں۔

یہ ایک نا قابل تردید حقیقت ہے کہ صوفیاء کرام نے برصغیر یا کسی بھی علاقے میں اسلام بزورِ بازو یا تلوار نہیں پھیلایا بلکہ انہوں نے اپنی محبت بھری شیریں گفتار اور بلند پایہ کردار وافکار سے پھیلایا۔ صوفیاء کرام کا مطمح نظر صرف اسلام کی اشاعت ہی نہیں بلکہ حقیقی اسلام کی توسیع وترویج تھا۔ وہ چاہتے تھے کہ لوگوں کو بلند ترین روحانی زندگی گزارنے کا پابند بنایا جائے اور مسلمان پاک اور بے عیب زندگی کی طرف رجوع کریں۔ سو وہ اپنے اس عظیم مقصد میں کامیاب وکامران ہوئے۔

اسلامی تصوّف کا اصل ماخذ

اللہ تعالیٰ کی پاک کتاب قرآن حکیم اور حضور نبی کریم ﷺ کی ذاتِ طیبہ ہی اسلامی تصوّف کی بنیادو ماخذ ہے۔ جو لوگ یہ کہتے ہیں کہ تصوّف اسلام میں ایک نئی اختراع ہے وہ سخت غلطی پر ہیں۔ کیونکہ اسلام دینِ فطرت ہے اور قانونِ فطرت ہے کہ فطرت کبھی بدلا نہیں کرتی، روزِ اوّل سے لے کر ابد تک ایک جیسی یعنی ویسی ہی رہے گی۔ صوفیاء کرام اور مشائخِ عظّام نے جو اپنے من میں ڈوب کر پایا وہ موجود تھا اور آخر تک رہے گا۔

حضور نبی اکرم ﷺ کی نبوت سے پہلے کی زندگی پر اگر نظر ڈالی جائے تو ایک خاص فلسفہ واضح ہوتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ اکثر و بیشتر غارِ حرا میں جا کر قیام فرماتے اور غور و فکر فرماتے تھے، وہیں سے آگے چل کر اس پاکیزہ مسلک (تصوّف) کی بنیادیں استوار ہوتی ہیں۔ یہیں سے ہی تصوف کی ابتدا ہوتی ہے۔ اور اس وجہ سے ہی اسے اسلامی تصوف کا نام دیا جا سکتا ہے۔

حضور نبی اکرم ﷺ نے اپنے اعلانِ نبوت سے پہلے ہی کسی چیز کی تلاش بسیار شروع کر دی تھی۔ آخر وہ کیا چیز تھی؟ وہ اللہ تعالیٰ کی ذات مقدسہ ہی تھی۔ آپ ﷺ کی غارِ حرا والی زندگی اس عظیم مقصد کی ہی غمازی کرتی ہے۔ جس طرح کہ اقبال نے کہا ہے ؎

در شبستانِ حرا خلوت گزید
قوم و آئین و حکومت آفرید

آپ ﷺ کی ریاضت سے پتہ چلتا ہے کہ خود کو پہچاننے کے لئے جلوت نہیں بلکہ انتہائی خلوت کی ضرورت ہے۔ جب تک کہ یہ عظیم مقصد حل نہ ہو جائے خلوت نشینی ترک نہیں کی جا سکتی۔ ہم دیکھتے ہیں کہ جب آپ ﷺ کی خلوت کی ریاضت مکمل ہوئی تب ہی آپ اچھے اور خوبصورت خوبصورت خواب دیکھنے لگ گئے اور فوراً ان کی تعبیر یہ نکلی کہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے حضرت جبرائیل علیہ السلام نے حاضر ہو کر آپ سے کہا: اِقْـرَأْ ...... جواب میں آپ ﷺ نے فرمایا ...... مَـا اَنَـا بِـقَـارِئٍ ......اور پھر قرآن کریم کی پہلی آیت نازل ہوئی اِقْـرَأْ بِـاسْـمِ رَبِّـکَ الَّذِیْ خَلَقَ o خَـلَـقَ الْاِنْـسَانَ مِنْ عَلَقٍ o قرآن کی اس اوّلیں آیت میں جہاں انسان کی حقیقت کا علم ہے وہاں اس کی عظمت کا بھی بیان ہے۔ اور جب واپس لوٹے تو آپ ﷺ نے ایک فقرہ زَمِّـلُـوْنِـیْ ......فرمایا اور یہیں سے مَنْ عَرَفَ نَفْسَهٗ فَقَدْ عَرَّفَ رَبَّهٗ کے مطلب کی بھی بھرپور غمازی ہوتی ہے۔

حضرت علی المرتضیٰؓ فرمایا کرتے تھے...... یـا بُنَیَّ ! اِنَّکَ جِسْمٌ صَغِیْرٌ وَ فِیْکَ عَـالَـمٌ کَبِیْرٌ ...... (اے میرے بیٹے! تو بظاہر ایک چھوٹا سا جسم ہے لیکن تیرے اندر ایک بہت بڑا جہان پوشیدہ ہے) یہیں سے ہی غالبؔ نے یہ خیال لیا ہے:

ہے آدمی بجائے خود اِک محشرِ خیال
ہم انجمن سمجھتے ہیں خلوت ہی کیوں نہ ہو

ویسے بھی انسان اشرف المخلوقات ہے۔ اسے اسی لئے یہ اعزاز بخشا گیا ہے کہ یہ اپنے اخلاق کی درستگی کرے اور خود کو پہچاننے کی سعی بھی کرے۔ حضور نبی کریم ﷺ نے اعلان نبوت سے پہلے کی اپنی چالیس سالہ عبادت و ریاضت سے ہمیں یہی سبق دیا ہے۔ جس طرح آپ کو اپنی پہچان اور خدا کے عرفان میں ایک عرصہ لگ گیا، اسی طرح ایک صوفی کے لئے بھی شریعت سے طریقت اور طریقت سے حقیقت تک جانا نہایت ضروری ہے۔

شریعت کیا ہے؟

شریعت اصل میں دین ہی ہے۔ شریعت اور دین ایک ہی چیز ہے اور اس کے پانچ جزو ہیں۔

(۱) عقیدہ: جس میں دل اور زبان سے اقرار کہ اللہ واحد ہے اور حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس کے پیغمبر ہیں۔ یعنی عقیدے میں کلمہ آتا ہے دوسرے جزو کو عبادت کا نام دیا جاتا ہے۔ یعنی نماز، روزہ، زکوٰۃ، حج وغیرہ۔ تیسرا جزو معاملات کا ہے۔ جس میں نکاح، طلاق، جزیہ، کفارہ اور خرید و فروخت کے معاملات ہوتے ہیں۔ چوتھا جزو معاشرت کا ہے اٹھنا بیٹھنا، چلنا پھرنا، ملنا جلنا اور کھانا کھانے کے آداب وغیرہ۔ پانچواں جزو اصلاح نفس کا ہے جسے تصوّف کا نام دیا گیا ہے۔ یہ وہ پانچ جزو ہیں کہ ان سے اگر ایک بھی نہ ہو تو دین نامکمل ہے۔ اور کسی جزو کی کمی یا زیادتی بھی انسان کو دین سے خارج کر سکتی ہے۔ شریعت اصل میں ظاہری اور باطنی دونوں قسم کے اعمال کے مجموعے کا ہی نام ہے۔ اور یہی اہل طریقت کا بھی ایمان ہے۔ باطنی دنیا کا علم اور حضوری ہی تصوّف کا دوسرا نام ہے۔ قرآن کریم میں ان لوگوں کے لئے جنھوں نے ایمان کی دولت پائی اور تقویٰ اختیار کیا ہمیشہ کی بے خطر زندگی کی بشارت دی ہے۔ دنیا میں اور آخرت میں بھی۔

اَلَا اِنَّ اَوْلِیَاءَ اللّٰهِ لَاخَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَ لَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ o اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ كَانُوْا یَتَّقُوْنَ لَهُمُ الْبُشْرٰی فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَةِ.

شریعت اور حضور نبی کریم ﷺ کی تعلیمات ترک کر دینے والا کبھی بھی صوفی نہیں بن سکتا اور نہ کبھی بنا ہے۔ ''کشف المحجوب'' میں حضرت علی ہجویری علیہ الرحمۃ نے حضور ﷺ کا ایک فرمان نقل کیا ہے: سَمِعَ صَوْتَ اَهْلِ التَّصَوُّفِ فَلَا یُؤْمِنُ عَلٰی دُعَائِهِمْ كُتِبَ عِنْدَ اللّٰهِ مِنَ الْغَافِلِیْنَ o (جو صوفیوں کی آواز سن کر آمین نہیں کہتا وہ خدا کے نزدیک غافل لکھا جاتا ہے) اگرچہ اس حدیث کو بعض محققین کے نزدیک ضعیف

خیال کیا جاتا ہے مگر میرے خیال میں درست ہے۔ یہاں تصوّف کا لفظ صفائی قلب کے لئے آیا ہے۔

بعض لوگ تصوّف کے علم پر یہ اعتراض بھی کرتے ہیں کہ تصوّف نبی کریم ﷺ کے زمانے میں ہمیں دکھاؤ، یہ اس زمانے میں موجود نہیں تھا۔ بعد کے لوگوں کی اختراع ہے وغیرہ وغیرہ۔

اس ضمن میں عرض ہے کہ جب حقیقی ذات کو ڈھونڈنے کے لئے آپ ﷺ کی ذات موجود تھی اور جب آپ ﷺ نے وصال فرمایا تو پھر اسی محبوبِ خدا کو ڈھونڈنے کی ضرورت محسوس ہوئی تو باطن میں نظر ڈالنے کا رجحان پیدا ہوا، جس کا نام تصوّف قرار پایا۔ قرآن حکیم میں بھی ظاہری اور باطنی دونوں قسم کے علوم حاصل کرنے کی تعلیم دی گئی ہے، جس سے ثابت ہوتا ہے کہ تصوّف خالص اسلامی چیز ہے۔ خود حضور ﷺ کی مبارک و مقدّس زندگی میں ہی کچھ لوگوں نے صرف اور صرف عبادت ہی کو اپنا اوڑھنا بچھونا بنا لیا تھا اور صحابہ کرامؓ ان کے کھانے وغیرہ کا بندوبست کرتے تھے۔ ان لوگوں کو اصحابِ صفہ کہا جاتا ہے۔ یہیں سے ہی عملی تصوّف کا آغاز ہوا اور یہی اصحاب صفہ جنہوں نے اپنی پوری زندگی اور پوری توجہ اللہ تعالیٰ کی ذات پر وقف کر ڈالی، صوفیاء کے گروہ کے قائد اور رہبر بنے۔ ان کی پوری کی پوری زندگی شریعت کے عین مطابق تھی کیونکہ انہیں اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے ساتھ ساتھ نبی کریم ﷺ کی رضا بھی حاصل تھی۔ لہٰذا ان کی اس حیثیت پر کوئی بھی مسلمان اعتراض نہیں کرسکتا کہ اصحابِ صفہ کے جذب کی کیفیت سراسر اسلامی تھی کیونکہ خود کو دوسری ذات میں فنا کر دینا ہی دنیا سے غافل ہونے کے مترادف ہے اور تصوّف اور جذب کے مقام سے اُس وقت تک کوئی بھی روشناس نہیں ہوسکتا جب تک پوری طرح خود کو یعنی اپنی ہستی کو فراموش نہ کردے۔

حضور نبی کریم ﷺ نماز میں دنیا و مافیھا سے بالکل بے خبر ہو جاتے تھے اور حضرت علی المرتضیٰؓ کی ایڑی میں لگا تیر نماز میں نکالا جاتا اور انہیں درد نہ محسوس ہوتا بس ایسے

اعمال ہی اصحاب صفہ کے ہاں تھے۔ وہ مقام جذب پر فائز ہو چکے تھے، امیر خسروؒ نے کیا خوب کہا ہے:۔

من تو شدم تو من شدی من جان شدم تو تن شدی
تا کس نگوید بعد ازیں من دیگرم تو دیگری

کچھ اسی طرح کی ہی کیفیت کا اظہار پنجابی زبان کے صوفی شاعر شاہ حسینؒ نے بھی خوب کیا ہے۔

رانجھن رانجھن کردی نی میں آپے رانجھا ہوئی
آکھو نی مینوں دِھیو رانجھا ہیر نہ آکھو کوئی

حضور نبی کریم ﷺ کے وصال مبارک کے بعد اولین خلیفہ کا اعزاز حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کو تفویض ہوا اور یہ شرف حضور نبی کریم ﷺ نے خود انہیں بخشا تھا۔ ان کے خلوص اور صدق و سچائی اور اسلام پر قربانیوں کی وجہ سے ان کے قول کو پہلا صوفیانہ قول قرار دیا جاتا ہے۔ ان سے جب حضور نبی کریم ﷺ نے پوچھا تھا کہ بچوں کے لئے کیا چھوڑ آئے ہو تو انہوں نے جواباً عرض کیا تھا کہ خدا اور خدا کے رسول ﷺ کو۔ یہ بات صرف حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ تک ہی محدود نہیں بلکہ آپ ﷺ کے جملہ خلفائے راشدین بھی اپنے اعمال و کردار میں بے مثال تھے اور انتہائی سادگی سے زندگی گزارتے رہے۔ حضرت عمرؓ کے کرتے کو کئی کئی پیوند لگے ہوتے تھے۔ اس حقیقت کا اعتراف انگریز مورخوں نے بھی کیا ہے۔ جب حضرت عمرؓ نے یروشلم کو فتح کیا تو ان کی سادگی کو دیکھ کر غیر مسلم حیرت کے مارے ششدر رہ گئے کہ آپ نے اونٹ کی نکیل پکڑی ہوئی تھی، آپ کا غلام اس پر سوار تھا۔ حضرت عثمان رضی اللہ عنہ جو کہ بڑے امیر ترین تاجر تھے، ان کے اور ان کے غلاموں کے لباس میں کوئی فرق نہ ہوتا تھا۔ حضرت علی رضی اللہ عنہ کے فقر کا تو جواب ہی نہیں تھا۔ زہد و تقویٰ کی روایت یوں تو شروع سے ہی مسلمانوں میں موجود تھی اور حضور نبی کریم ﷺ کے بعض صحابی فقر اور زُہد کے اعلیٰ نمونے تھے۔ حضور نبی

کریم ﷺ کا ارشاد مبارک اَلْفَقْرُ فَخْرِیْ (فقر میری بڑائی ہے) آپ ﷺ دونوں جہانوں کے آقا و مولیٰ ہونے کے باوجود اپنے گھر میں روکھی سوکھی کھاتے تھے۔ جنگل سے لکڑیاں خود لاتے، اپنے کپڑوں اور نعلین مبارک تک کو گانٹھ لیا کرتے تھے۔ بس یہیں سے ہی تصوّف کی داغ بیل پڑی۔

یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ ایک مذہب، ایک دین، ایک کتاب اور ایک رسول ﷺ کے ہوتے ہوئے بھلا تصوّف کی کیوں ضرورت پیش آئی؟ تو اس کا جواب بڑا ہی آسان ہے کہ حضور ﷺ کی ذات بابرکات کے ہوتے ہوئے کسی اور چیز کی بھلا ضرورت ہی کیا تھی۔ ان کے نور کی روشنی ہی اس قدر تھی کہ دونوں جہان میں اجالا ہی اجالا نظر آتا تھا۔ اور یہ سب کچھ حضور اکرم ﷺ کے فیض سے ہی رونما ہوا، اگر مجوسیوں کے آتش کدے بجھ گئے تھے، نصرانیوں کے گرجوں کی گھنٹیاں گر چکی تھیں، قیصر و کسریٰ کے عالیشان محلّات میں دراڑیں پڑ گئی تھیں اور اگر یہاں یہ کہہ دیا جائے کہ اسلام بھی حقیقی معنوں میں تصوّف ہی کا دوسرا نام ہے تو غلط نہیں ہوگا۔ آخر تصوّف کے معنی کیا ہیں؟ یہی کہ محبوبِ حقیقی کو تلاش کرنا، اس کی چاہت میں جینا اور اسی کی محبت میں مرنا، اس کے سوا کسی دوسرے کی طرف آنکھ اٹھا کر بھی نہ دیکھنا۔ مذہب بھی یہی ہے، حقوق اللہ اور حقوق العباد دونوں میں ہی پیار محبت مشترک ہے اگر مذہب میں پیار محبت اور سچّے عشق کا جذبہ نہ پایا جائے تو پھر یہ چند بے جان رسموں کا مجموعہ ہی کہلائے گا۔ مذہب تو نہ ہوگا۔ تصوّف نہ تو فرار اور گریز کا نام ہے اور نہ ہی نری روحانیت، جذباتیت ہے بلکہ اس میں عمل و فکر اور علم تینوں ایک ہو جاتے ہیں۔ علم و عمل کے بغیر مذہب کی کوئی حیثیت نہیں، اگر علم و عمل نہ ہو تو تصوّف بھی باقی نہیں رہتا۔

تصوّف کی صحیح بنیاد اور ابتدا حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ سے ہوتی ہے اور آپ ہی صحیح معنوں میں ابوالتصوّف کہلانے کے مستحق ہیں۔ کیونکہ تصوّف کے تمام سلسلے آپ ہی کی ذاتِ گرامی سے جا ملتے ہیں۔ آپ کے فقر اور علم کو حضور نبی کریم ﷺ نے جلا دی، دعا بھی

دی اور بابُ العلم ہونے کا اعزاز بھی مرحمت فرمایا۔ یعنی اَنَا مَدِیْنَۃُ الْعِلْمِ وَ عَلِیٌّ بَابُھَا حضرت علی سراپا نیاز اور سپردگی سے معمور تھے۔ عبادت، حلاوت اور جذب و حلم آپ پر ختم تھا۔ بچّوں میں سب سے پہلے آپ ایمان لائے، آپ صبر، توکل اور خلوص کا بہترین نمونہ ثابت ہوئے۔ علم کی لازوال دولت آپ کے حصّے میں آئی اور علم ہی باطن میں جھانکنے کی بنیاد ہے۔

حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ (۲۱ھ ۱۱۰) کو چشتیہ سلسلے کا بانی و موسس قرار دیا گیا ہے اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ (متوفی ۳۳ھ) کو نقشبندیہ سلسلے کا بانی و موسس ٹھہرایا جاتا ہے۔ حضرت حسن بصری رضی اللہ عنہ نے حضرت علی المرتضیٰ ؓ سے فیض حاصل کیا اور حضرت سلمان فارسی رضی اللہ عنہ نے اولین خلیفہ و اوّلین صوفی حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے استفادہ فرمایا۔ اس طرح یہ دونوں دنیا کے پہلے صوفی اور صوفیا کے دو بڑے سلسلوں چشتیہ اور نقشبندیہ کے بانی و موسس قرار پائے۔

مردوں میں سب سے پہلے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ایمان لائے اور رحمت عالم ﷺ کے قُرب کی برکتوں سے فیض یاب ہونے کے لئے ان کے قریب ہی دفن بھی ہوئے۔ آپ ؓ نے وصال سے پہلے وصیّت فرمائی تھی کہ میرا جنازہ حضور نبی کریم ﷺ کے حجرہ مبارکہ کے سامنے رکھ کر اجازت طلب کرنا۔ اگر دروازہ کھل جائے اور اجازت مل جائے تو مجھے حجرہ مبارک کے اندر دفن کرنا ورنہ عام قبرستان میں ہی دفنا دینا۔ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نے ایسا ہی کیا اور آپ کا جنازہ روضۂ اقدس کے سامنے رکھا تو دروازہ کھل گیا اور روضۂ اقدس سے آواز آئی ''دوست کو دوست کے پاس لے آؤ۔''

ولایت اور اولیائے کرامؒ

حضرت علی ہجویری المعروف حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ نے اپنی یادگار و شاہکار تصنیف ''کشف المحجوب'' میں تحریر کیا ہے کہ اس طبقے کا آغاز صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم سے ہوتا ہے۔ آپ فرماتے ہیں کہ جو صوفیاء کرام کے ائمہ طریقت اور پیشوا سمجھے جاتے ہیں اور انبیاء کرام علیہم السلام کے بعد مہاجرین و انصار میں سے صوفیاء کے قائد، معاملات میں ان کے شیوخ اور احوال میں ان کے امام و رہنما ہوئے ہیں۔۔

اس کی مزید تفصیل بیان کرتے ہوئے داتا حضور علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں: ان میں شیخ اسلام بعد از انبیاء افضل انام خلیفۂ پیغمبر، رہنما و امام اہل تجرید، پیشوائے اربابِ تفرید، خواہشاتِ نفسانی سے بعید، ابوبکر بن عبداللہ بن عثمان الصدّیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ (ص ۱۸۰) حضرت علی ہجویری علیہ الرحمۃ آپ کے مقامِ رفیع کا ذکر ان الفاظ میں کرتے ہیں: ''مشائخ آپ کو اہلِ مشاہدہ کا سرخیل مانتے ہیں، یہی وجہ ہے کہ آپ سے روایات و حکایات قلیل تعداد میں مروی ملتی ہیں۔ اسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کو دین کے بارے میں شدت اور معاملات میں سختی کی بناء پر مجاہدہ میں مقدم سمجھتے ہیں۔ صحیح احادیث میں آیا ہے کہ اہل علم کے ہاں یہ واقعہ مشہور ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ رات کے وقت نماز ادا فرماتے تو قرآن مجید آہستہ پڑھتے اور حضرت عمر رضی اللہ عنہ بلند آواز سے پڑھتے۔

حضور پرنور ﷺ نے حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ سے پوچھا کہ تم آہستہ کیوں پڑھتے ہو؟ انہوں نے کہا کہ اسی وجہ سے کہ میں جانتا ہوں کہ جسے میں پکار رہا ہوں اور وہ دور نہیں ہے۔ اس کے سامنے بلند یا آہستہ پڑھنا برابر ہے۔" یہی بات آپ ﷺ نے حضرت عمرؓ سے دریافت فرمائی تو انہوں نے جواب دیا "میں سونے والوں کو جگاتا ہوں اور شیطان کو بھگاتا ہوں۔" یہ مجاہدے کی بات ہے۔ جبکہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کا اشارہ مشاہدے کی طرف تھا اور مجاہدے کا مقام مشاہدے کے سامنے وہی ہے جو قطرے کا سمندر کے سامنے۔ اسی لئے حضور ﷺ نے فرمایا: "اے عمر! (رضی اللہ عنہ) تم ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کی نیکیوں میں سے ایک نیکی کے حصے میں ہو۔ جو شخص (حضرت عمرؓ اسلام کے لئے باعثِ عزّ و وقار ہے، اگر وہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی نیکیوں میں سے ایک نیکی کے برابر ہے تو باقی دنیا کس قطار و شمار میں ہے؟" (کشف المحجوب، ص ۱۸۰، ۱۸۱)

حضرت داتا علی ہجویریؒ اس پر مزید مبسوط تبصرہ فرماتے ہوئے رقم طراز ہیں کہ آپ (ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ) کی بیعت خلافت کے بعد آپ کا پہلا خطبہ ہی فقر اضطراری پر فقر اختیاری کی ترجیح کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ آپ کی حکمتوں کو واضح کرتے ہوئے خلاصۂ بحث یوں رقم کرتے ہیں کہ "حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ نے ابتداء میں تسلیم کا مقام اختیار کیا تو اسے آخر تک نبھایا۔ پس صوفیائے کرام تجرید و تمکین، فقر کی محبت اور ترک و جاہ و ریاست میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی پیروی کرتے ہیں۔ کیونکہ آپ رضی اللہ عنہ جہاں عام مسلمانوں کے دین میں پیشوا و امام ہیں۔ وہاں بالخصوص صوفیائے کرام کے بھی طریقت میں رہنما و قائد ہیں"۔ (ایضاً ص ۱۸۳۔۱۸۴) حضرت علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ نے خلفائے راشدین کے بعد صوفیائے اہل بیت رضی اللہ عنہ، صفہ، صوفیائے تابعین، صوفیائے تبع تابعین تک کے اولیائے کرام (جن میں امام ابوحنیفہؒ، حضرت عمر بن عبدالعزیزؒ، حضرت ذوالنون مصریؒ اور دیگر اولیائے کرام شامل ہیں) اور بعد میں اپنے دور (یعنی پانچویں صدی ہجری کے آخری حصے) تک کے اولیائے کرام کا کچھ تفصیل سے تذکرہ کیا ہے۔ نیز مشائخ

شام و عراق، مشائخِ فارس ، مشائخ طبرستان، مشائخ کرمان، مشائخ خراسان، مشائخ ماوراءالنھر اور غزنی کے مشائخ کے متعلق مختصراً بیان کیا ہے۔(دیکھئے مذکورص ۱۸۰۔تا ۳۵۲)

جسٹس پیر کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ نے ان اولیاء اللہ کے متعلق بڑی پیاری بات لکھی ہے کہ: ''اللہ تعالیٰ کے ان مقبول بندوں پر فرشتے نازل ہوتے ہیں اور ان کو طرح طرح سے تسلی دیتے ہیں کہ قبر وحشر سے بھی خوفزدہ ہونے کی تمہیں کوئی ضرورت نہیں ہے اور جو تم اپنی اولاد اور عزیز و اقارب اپنے پیچھے چھوڑ جاؤ گے ان کے بارے میں بھی پریشان نہیں ہونا چاہیے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ ان کا حامی و ناصر ہے اور سنو! ہم تمہیں یہ خوشخبری دیتے ہیں کہ جنت کے دروازے تمہارے لئے کھول دیئے گئے ہیں اور وہاں کی حسین بہاریں تمہارے لئے چشم براہ ہیں۔ یہی وہ لوگ ہیں جن کو سورۃ الاحقاف میں خوف وحزن سے محفوظ قرار دیا گیا ہے اور جنت میں ہمیشہ رہنے کی خوشخبری بھی دی گئی ہے اور یہی وہ لوگ ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اپنے مقبول اور نیک بندے عبادالرحمٰن، مومنین، صالحین، مفلحون اور اولیاء اللہ جیسے الفاظ سے ملقب و مخاطب کیا ہے۔ یہ وہی لوگ ہیں جو شریعتِ مطہرہ کی پیروی کرتے ہیں اور اَلَّذِیْنَ هُمْ صَلَاتِهِمْ خَاشِعُوْنَ اپنی نمازوں میں خشوع و خضوع اپناتے ہیں۔ یعنی مقبولانِ الٰہی شریعت و طریقت دونوں پر عمل پیرا ہوتے ہیں اور دوسروں کو بھی یہی تلقین کرتے ہیں۔ یونہی تو ان پر فرشتوں کا نزول نہیں ہوتا۔

بقولِ شاعر: ؎

فرشتے سے بہتر ہے انسان بننا
مگر اس میں پڑتی ہے محنت زیادہ

کیونکہ یہی وہ انسان ہے جس کی عظمت کو پیش نظر رکھتے ہوئے اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو سجدۂ تعظیمی کرنے کا حکم دیا۔ سوچنے کی بات ہے کہ آخر وہ کون سے عوامل و اسباب اور محرکات تھے جن کی وجہ سے اسے یہ شرف حاصل ہوا۔ سب سے بڑا شرف حضور نبی کریم ﷺ کی بعثت ہے اور دوسرا زہد و تقویٰ کا۔ اسی لئے حضور ﷺ نے

ارشاد فرمایا کہ اے بلالؓ! تو اس بات کی کوشش کر کہ جب تو اس جہان سے جائے تو تب تیری حالت درویشی کی ہو نہ کہ تونگری کی۔ اور آپ ﷺ فرماتے کہ میری اُمّت کے درویش اور فقیر جنت میں پانچ سو سال امیروں اور تونگروں سے پہلے جائیں گے۔ نیز فرمایا کہ میری امت میں سب سے بہتر درویش اور فقیر لوگ ہیں۔ اور فرمایا کہ دو پیشے ہیں، جو کوئی میرے ان دو پیشوں کو اختیار اور پسند کرے گا اور محبوب رکھے گا تو گویا اس نے مجھے پسند کیا۔ ان دو پیشوں میں سے ایک پیشہ درویشی اور فقیری کا ہے اور دوسرا پیشہ جہاد فی سبیل اللہ ہے۔

روایت ہے کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام نے کہا کہ اے احمد مجتبیٰ ﷺ! اللہ تعالیٰ نے آپ پر سلام بھیجا ہے اور ارشاد فرمایا ہے کہ اگر آپ ﷺ کو منظور ہو تو تمام روئے زمین کے پہاڑوں کو سونا بنا دیا جائے اور آپ جہاں کہیں جائیں وہ سونے کے پہاڑ بھی وہیں وہیں آپ کے ساتھ ہی جائیں۔ تب حضور نبی کریم ﷺ نے فرمایا یہ مال فانی ہے اور دنیا میں مال جمع کرنا نادانی ہے۔ تو جبرائیل علیہ السلام نے کہا: یا رسول اللہ! سبحان اللہ! آپ نے خوب فرمایا۔"

یہی وہ اسوۂ رسول ﷺ ہے، یہی وہ تعلیمات ہیں جن پر اللہ کے برگزیدہ و مقبول بندے تمام عمر عمل پیرا رہتے ہیں۔ یہی وہ سچے اور پکے مومنین ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں اولیاء اللہ کے نام سے یاد کیا ہے۔ عارف رومیؒ نے ایسے برگزیدہ لوگوں کی ہی صحبت کو اللہ تعالیٰ کی صحبت کے مترادف گردانا ہے۔ اپنی شہرہ آفاق مثنوی معنوی میں فرماتے ہیں:

ہر کہ خواہد ہم نشینی با خدا
گو نشیند در حضورِ اولیاء

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اپنے پیارے محبوب ﷺ سے ارشاد فرمایا:

وَاصْبِرْ نَفْسَکَ مَعَ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ رَبَّھُمْ بِالْغَدَاوَةِ وَالْعَشِیِّ یُرِیْدُوْنَ

وَجْهَهُ وَ لَا تَعْدُ عَيْنكَ عَنْهُمْ ج تُرِيْدُ زِيْنَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَاج وَ لَا تُطِعْ مَنْ أَغْفَلْنَا قَلْبَهُ عَنْ ذِكْرِنَا وَاتَّبَعَ هَوٰهُ وَ كَانَ أَمْرُهُ فُرُطًاO (الکھف۔۱۸:۲۸)

ترجمہ: (اے میرے بندے) تو اپنے آپ کو ان لوگوں کی سنگت میں جمائے رکھا کر جو صبح شام اپنے رب کو یاد کرتے ہیں۔ اس کی رضا کے طلبگار رہتے ہیں۔ تیری (محبت اور توجہ کی) نگاہیں ان سے نہ ہٹیں۔ کیا تو (ان فقیروں سے دھیان ہٹا کر) دنیوی زندگی کی آرائش چاہتا ہے؟ اور تو اُس شخص کی بھی اطاعت نہ کر جس کے دل کو ہم نے اپنی یاد سے غافل کر دیا ہے۔ اور وہ اپنی ہوائے نفس کی پیروی کرتا ہے اور اس کا حال حد سے گزر گیا ہے۔O

یہی وہ اہم مشن ہے اور مقصدِ عظیم ہے جس کی صوفیہ کرام اور ہمارے مشائخِ عظام دن رات تبلیغ کرتے ہیں اور عملی طور پر لوگوں کو راغب کرنے میں کوشاں رہتے ہیں۔

ایسے ہی عارف رومؔی نے نیک، صالح اور متقی قسم کے لوگوں (یعنی اولیاء اللہ) کے ساتھ میل جول کو نجاتِ اُخروی کا ذریعہ قرار دیا ہے۔ وہ نیک لوگ کون ہیں، ان کی پہچان کیا ہے؟ یہ وہی لوگ ہیں جو دن رات معرفت و قربِ الٰہی اور وصال الی اللہ کے حصول میں کوشاں ہیں۔ اور فیوضاتِ نبوّت کے حصُول کا وسیلہ ہیں۔ ان کی گھڑی بھر کی رفاقت بھی بڑے کام کی چیز ہے اور ایسے ہی ہے جیسے کسی کی صد سالہ طاعتِ بے ریا ہو۔ بقول عارفِ رومؔی ؎

یک زمانہ صحبتِ با اولیاء
بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

حضرت سیدنا غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ، حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ علیہ، حضرت داتا علی ہجویری رحمۃ اللہ علیہ، امام ربّانی مجدد الف ثانیؒ اور حضرت میاں شیر محمد رحمۃ اللہ علیہ اور دیگر بزرگانِ دین نے اپنی تعلیمات و ملفوظات میں یہی تعلیم و

ترغیب دی ہے کہ جو کوئی اللہ تعالیٰ کی قربت کا خواہاں ہے تو اسے چاہیے کہ وہ اللہ والوں کی صحبت اختیار کرے۔ ان سے اکتساب فیض ہی اللہ کی قربت کا وسیلہ ہو سکتا ہے۔ کیونکہ یہ وہ اللہ والے ہیں جنہیں نہ تو جنت کا لالچ ہے، نہ ولایت کا کوئی شوق ہے، اور نہ یہ لوگ کرامت دکھانے کے متمنی ہیں، اور نہ حُور وقصور کے خواہاں ہیں۔ ان کا واحد مقصد صرف اور صرف ایک ہے کہ کسی طرح اللہ تعالیٰ کا قُرب حاصل ہو اور وہ ہمہ وقت دیدارِ الٰہی سے متمتع و فیضیاب ہوتے رہیں۔

شریعت وطریقت

عصرِ حاضر کے لوگ عموماً یہ سمجھتے ہیں کہ شریعت اور طریقت دونوں جُدا گانہ حقیقتوں اور حیثیتوں کی حامل ہیں۔ عام تو عام بلکہ خواص بھی آج کل اسی غلط فہمی کا پرچار کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔

حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے مکتوبات میں عوام وخواص میں پائی جانے والی اس فاش غلطی بلکہ غلط فہمی کا خوب ازالہ کیا ہے اور واضح کر دیا ہے کہ شریعت اور طریقت ایک ہی حقیقت کے دو رُخ ہیں۔ آپؒ اپنے ایک مکتوب میں جو انہوں نے سیّد احمد قادری کو رقم کیا، لکھتے ہیں:

> شریعت وطریقت ایک دوسرے کے عین ہیں۔ حقیقت میں ایک دوسرے سے علیحدہ نہیں ہیں۔ ان میں صرف اجمال و تفصیل، استدلال و کشف، غیبت وشہادت اور تعمل اور عدمِ تعمل کا فرق ہے۔ وہ احکام وعلوم جو شریعت غرا کی روشنی میں ظاہر اور معلوم ہو گئے ہیں۔ حقیقت حق الیقین کی تحقیق کے بعد یہی احکام وعلوم بعینہا مفصل طور پر منکشف ہوتے ہیں اور حقیقت عین الیقین تک پہنچنے کی علامت یہ ہے کہ علومِ معارفِ شریعہ سے اُس مقام کے علوم

ومعارف مطابقت رکھتے ہوں۔ اگر ان دونوں میں بال کے برابر بھی
فرق ہے تو یہ اس بات کی علامت ہے کہ: ''حقیقت الحقائق'' تک
ابھی رسائی نہیں ہوئی۔ اس کے برخلاف مشائخ طریقت میں سے
جس کسی سے بھی کوئی عمل وعلم مخالفِ شریعت ظہور پذیر ہوا ہے وہ
حالتِ سکر پر مبنی ہے اور سکر صرف اثنائے راہ میں ہوتا ہے۔
''منتہیانِ نہایہ کو صحو ہی صحو ہے۔'' (۳۰)

حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ اپنے ایک دوسرے مکتوب میں مُلّا حاجی احمد لاہوری کو لکھتے ہیں کہ:

''پس شریعت تمام دینی اور دنیوی سعادت کی متکفّل ہوئی
اور کوئی ایسی بات باقی نہیں رہی جس کی ضرورت شریعت کے مقابلہ
میں پڑے۔ جزءِ ثالث یعنی اخلاص کی تکمیل کے لئے طریقت و
حقیقت ہے۔ جن سے صوفی ممتاز ہوئے ہیں اور جو شریعت کی
خادم ہے۔ پس ان دونوں کو حاصل کرنے کا مقصد تکمیلِ شریعت کے
سوا کچھ اور نہیں ہے۔'' (۳۱)

ایک اور مکتوب میں اس بارے میں شیخ محمد یوسف کو اسی انداز سے تلقین کی ہے:

''آپ اس طرح سے زندگی گزاریں کہ اس وراثت کے
حق دار ہو جائیں۔ اپنے ظاہر کو ظاہر شریعت سے اور باطن کو باطن
شریعت سے جو حقیقت سے عبارت ہے۔ آراستہ و پیراستہ کریں۔
کیونکہ حقیقت وطریقت، حقیقت شریعت اور اسی حقیقت کی طریقت
سے ہی عبارت ہیں نہ کہ شریعت دوسری چیز ہے اور طریقت وحقیقت
دوسری چیزیں۔ یہ تو الحاد وزندقہ ہے۔'' (۳۲)

اسی طرح حضرت مجدد علیہ الرحمۃ نے اپنے کئی مکاتیب میں شریعت اور طریقت

کو مفصل طور پر سمجھانے کی کوشش کی ہے اور ظاہری شریعت اور باطنی شریعت کی پیروی کرنے پر بڑا زور دیا ہے، کیونکہ ان کے نزدیک شریعت ہی طریقت ہے اور طریقت شریعت ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ شریعت پر بڑا زور دیتے ہیں اور اس میں تمام بدعات کا علاج اور انسانی سعادت کی معراج مُضمر گردانتے ہیں۔

شیخ فرید بخاری کو اپنے ایک مکتوب میں لکھتے ہیں:

''کل قیامت کے دن شریعت کے متعلق پوچھا جائے گا، تصوّف کی پُرسش نہ ہوگی، دخولِ جنت اور تقربِ محبوب۔ اتباعِ شریعت سے ہی وابستہ ہے۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام جو کائنات میں سب سے افضل ہیں۔ انہوں نے شریعت ہی کی طرف دعوت دی اور نجاتِ اُخروی کا مدار بھی اسی پر ہے۔ ان اکابر کی بعثت سے مقصود تبلیغ شریعت ہے۔ پس سب سے بڑھ کر نیکی یہی ہے کہ شریعت کی ترویج کی کوشش کی جائے۔ (۳۳)

خواجہ جہاں کے نام عربی مکتوب کا یہ ترجمہ ہے:

''یہ سب کچھ بلکہ روح، سر، خفی اور اخفی کے جتنے بھی کمالات ہیں۔ وہ آں حضرت ﷺ کی متابعت سے ہی وابستہ ہیں۔ آپ پر لازم ہے کہ آنحضرت ﷺ، خلفائے راشدین اور تابعین کرام کی متابعت کریں۔ یہ لوگ ہدایت کے ستارے اور ولایت کے خورشید ہیں۔ پس جو شخص بھی ان کی متابعت سے مشرف ہوا اس نے بڑی کامیابی حاصل کی اور جو شخص ان کی مخالفت پر آمادہ ہوا وہ بڑی گمراہی میں گر پڑا۔

بقولِ شاعر: (۴۰)

حُب درویشاں کلیدِ جنت است
دشمنِ ایشاں سزائے لعنت است

یہ ہیں ایک کامل صوفی باصفا اور عالم باعمل کی تعلیمات وملفوظات جب ہمارے عہد کے صوفیاء اور علما ہی حضرت مجدد کی تعلیمات نہ سمجھیں گے تو ہمیں کیا سمجھائیں گے؟ اس طرح ہماری دنیا کا زیاں تو ہوگا ہی لیکن دین کا زیاں بھی اسی پر منحصر ہے۔ لیکن آج کے نام نہاد عالم تو ایسے ہیں کہ ...... جیسے ایک شخص نے ابلیس کو دیکھا کہ وہ بیکار بیٹھا ہوا ہے تو اس سے اس کا سبب پوچھا تو اس نے جواب دیا کہ اس زمانے کے علماء میرا کام بڑی تن دہی سے سرانجام دے رہے ہیں۔ جس سے پوری دنیا بڑی آسانی سے گمراہ ہو جائے گی۔ اب مجھے بھلا اس رِسک میں پڑنے کی کیا ضرورت ہے؟ بقول شاعر ؎

عالم کہ کامرانی و تن پروری کند
او خویشتن گم است کرا رہبری کند

اور پھر ایسے باعمل عالم کی بڑی اشد ضرورت ہے کہ جو دین کے حصول میں رہبری کر سکے۔ جو شریعت وطریقت کے پوشیدہ واہم نکات تفصیل سے بتا سکے تا کہ لوگ آج کے نام نہاد علماء ومشائخ کے دامِ تزویر میں نہ آ سکیں۔ لیکن ایسے مشائخِ عظام اور علمائے حق کی شناخت بڑا مسئلہ ہے کیونکہ بقول عارف رومیؔ ؎

اے بسا ابلیس کآدم روئے ہست
پس بہر دستے نباید داد دست

عارف رومی کہتے ہیں کہ ہر صوفی وعالم اس قابل نہیں ہوتا کہ جس کے ہاتھ میں ہاتھ دے دیئے جائیں، کیونکہ دنیا ایک بہروپ خانے کی مانند ہے اور ہر انسان بہروپئے کا روپ دھارے ہوئے ہے۔ جس کی اصل شناخت کرنا ہر کس وناکس کا کام نہیں ہے۔ یہ لوگ دیکھنے میں کچھ نظر آتے ہیں اور اندر سے کچھ اور ہوتے ہیں۔ بقول غالب ؎

ہیں کواکب کچھ نظر آتے ہیں کچھ
دیتے ہیں یہ دھوکا بازی گر کھلا

بڑے بڑے مشائخ اور بڑے بڑے علماء وصوفیاء جو کہ اصل میں مشائخ و

علماء اور صوفی نہیں ہیں۔ اور جنہوں نے شریعت کی بجائے اپنی نام نہاد مخترع طریقت کے بل بوتے پر بڑا نام کمایا ہے اور دولت و مال ہی کو دنیا و آخرت کی متاع سمجھ رکھا ہے۔ یہ وہی لوگ ہیں جن کی حضرت حافظ شیرازیؒ ان الفاظ میں سرزنش کرتے ہوئے نظر آتے ہیں کہ:

حافظا می خور و رندی کن خوش باش وَلے
دامِ تزویر مکن چوں دِگراں قرآن را

سوال یہ ہے کہ عالم باعمل اور مشائخ کامل کہاں سے لائیں۔ کیونکہ علم عقائد کی تحصیل کیلئے علماء ظواہر کی اشد ضرورت ہے، اسی طرح باطن کیلئے علمائے باطن کے بغیر دل کی روحانی امراض کا علاج نہیں کیا جا سکتا، اور اگر کوئی عالم مل بھی جائے اور وہ باعمل نہ ہو تو اس کی مثال ایسی ہی ہے کہ جیسے کوئی شخص علم طب کی جملہ کتابیں یاد کرلے اور مطب میں بیٹھ کر کوئی تجربہ نہ کرے۔ وہ بھلا کسی مرض کی تشخیص کیسے کرے گا؟ اور علاج تو بعد میں ہوتا ہے۔ مطلب یہ ہوا کہ حصول الی اللہ کیلئے ایک مُرشدِ کامل کا ہونا نہایت ضروری ہے۔ جس طرح کہ عارف رومی فرماتے ہیں:

ہیچکس از نزدِ خود چیزے نشد
ہیچ آہن خنجرے تیزے نشد

ہیچ حلوائی نشد استادِ کار
تا کہ شاگرد شکر ریزے نشد

مولوی ہرگز نشد مولائے روم
تا غلامِ شمس تبریزے نشد

ان اشعار کے معنی یہ ہیں کہ کوئی آدمی خود بخود کچھ نہیں بن سکتا۔ لوہے کو دیکھو کہ وہ کتنا ہی عمدہ کیوں نہ ہو مگر لوہار کی کاریگری کے بغیر وہ تلوار کبھی نہیں بن سکتا۔ مٹھائی کو دیکھو کہ

وہ بھی کسی استاد حلوائی کے بغیر نہیں بنتی۔ اگرچہ اس میں پڑنے والی تمام چیزیں ازبر ہوں۔ تو عارف رومی کہتے ہیں کہ رومی کو ہی دیکھ لو جب وہ شمس تبریز کے غلام (مرید) بن گئے تو مولائے رومؒ کہلوانے کے قابل ہوئے۔ کیوں نہ ہوتے، رومیؒ خود مردم شناس تھے اور شمس تبریزؒ اک مردِ کامل اور استاد عالم اور ممتاز روحانی رہبر۔ رومیؒ شریعت کے سچے پیروکار اور شمسؒ طریقت کے علمبردار۔ جب شریعت کو طریقت میں مدغم کر دیا جائے تو پھر کوئی رومیؒ بنتا ہے اور کوئی شمس تبریزؒ کیونکہ طریقت کا منبع شریعت ہے اور دوسرے لفظوں میں شریعت ہی طریقت ہے۔

تصوّف کے سلسلے

صوفیاء کرام اور مشائخ عظام میں وقت گزارنے کے ساتھ ساتھ یعنی بارہویں صدی عیسوی میں سلسلوں کا ظہور ہونا شروع ہوا۔ سب سے پہلے تاریخ تصوّف میں جس سلسلہ عالیہ کے متعلق مرقوم ہے وہ سلسلہ قادریہ ہے۔ جس کے بانی حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی (۱۱۶۶...... ۱۰۷۸ء) ہیں۔ آپ بغداد میں حضرت امام اعظم ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مجاور تھے۔ کہا یہ جاتا ہے کہ آپ کی اولاد میں سے سیّد شاہ میر رحمۃ اللہ علیہ جب ہندوستان آئے تو یہاں پر بھی انہوں نے اسی سلسلے کی بنیاد رکھی۔ چشتیہ سلسلے کے بانی موسس حضرت شیخ ابواسحاق رحمہ اللہ بتائے جاتے ہیں جو شیخ العلو دینوری کے مرید تھے اور وہ چشت (ایران کا ایک شہر) میں آئے اور خواجہ ابواحمد ابدال رحمۃ اللہ علیہ کے مرید ہو گئے۔ ان کے بعد خواجہ سمعانی رحمۃ اللہ علیہ نے اسی سلسلے کو آگے بڑھایا اور پھر خواجہ مودود چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے فروغ دیا۔ خواجہ معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ نے خواجہ عثمان ہارونی رحمۃ اللہ علیہ سے خرقۂ خلافت لیا اور ہندوستان میں آ کر اس سلسلے کی وسیع پیمانے پر اشاعت کی۔

یہ ایک تاریخی حقیقت ہے کہ خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ نے سلطان التمش کے عہد میں چشتی سلسلہ کی جو شمع روشن کی تھی، اس کی ضیاء پاشیاں آج تک لوگوں کی آنکھوں

کو خیرہ کر رہی ہیں۔ خصوصاً دہلی کے قلوب آج بھی اسی کے بادۂ تصوّف سے ہی سرشار ہوتے نظر آتے ہیں۔

۱۲۳۴ء میں شیخ شہاب الدین سہروردیؒ نے سہروردی سلسلہ کی بنیاد رکھی اور خواجہ بہاؤالدین زکریا ملتانیؒ نے بغداد جا کر اُن سے خلافت لی اور ہندوستان میں آ کر اس سلسلے کی اشاعت و ترویج کی۔ نقشبندیہ سلسلے کی بنیاد خواجگان (ترکستان) میں رکھی گئی۔ اس سلسلے کے بڑے بزرگ خواجہ محمد نقشبند تھے مگر اس سلسلے کو مقبول عام بنانے میں خواجہ بہاؤالدین نقشبندیؒ کا نامِ نامی اہم ہے۔ ۱۴۰۳ء میں خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ اس سلسلے کو ہندوستان میں لائے، ان کے خلیفہ شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ نے اسے ترقی دی تو اس سلسلے کا نام مجدّدیہ پڑ گیا۔

اصل میں یہ سلسلہ سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کی طرف منسوب ہے اور مختلف ادوار میں اس کے مختلف القاب رہے ہیں۔ حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ سے یہ سلسلہ چلتا ہوا حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ تک صدیقیہ کہلواتا تھا۔ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ سے خواجہ عبدالخالق غجدوانی تک اسے طیغوریہ اور خواجہ عبدالخالق سے خواجہ بہاؤالدین نقشبندؒ تک خواجگانیہ کہلوایا اور حضرت خواجہ نقشبندؒ سے حضرت امام ربانی مجدّد الف ثانیؒ تک نقشبندیہ کے نام سے موسوم تھا اور حضرت مجدّد کے زمانہ سے نقشبندیہ مجدّدیہ کے نام سے موسوم ہو چکا ہے۔

اس میں کوئی شبہ نہیں ہے کہ صوفیاءِ کرام اور مشائخِ عظام نے فناء و محبت ذاتیہ کی تحصیل کے لئے مختلف طریق بیان فرمائے ہیں اور ان سب طریقوں میں سے طریقۂ نقشبندیہ امتیازی حیثیت کا حامل ہے۔ اس سلسلۂ طریقۂ عالیہ کا متابعتِ سنّت نبوی ﷺ پر مدار ہے اور یہی وجہ ہے کہ نقشبندیہ حضرات بدعت سے سخت اجتناب کرتے ہیں۔ یہ بات بھی مسلّمہ ہے کہ کمالِ اتباعِ سنّت میں نقشبندیہ حضرات نے دوسروں پر سبقت حاصل کر لی ہے اور جملہ احوال و مواجید کو احکامِ شرعیہ کے تابع رکھتے ہیں، اور اللہ کے نقش

کے ماسوا ہر شے کو محو کر ڈالتے ہیں۔ حضرت خواجہ نقشبند رحمۃ اللہ علیہ نے اللہ تعالیٰ سے یہ دُعا کی تھی کہ اے میرے ربّ العزت مجھے کوئی ایسا طریقہ عطا فرما جس میں مثل برق قُرب اور وصل ہو۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے ان کی دعا قبول فرمائی۔ نقشبند حضرات خواجہ قدس سرہ کے اس ارشاد پر کہ جو کچھ دیکھا گیا اور سنا گیا اور جانا گیا وہ سب غیر ہے۔ حقیقت کلمہ لاَ ہے اس کی نفی کرنی چاہیے۔

نقش بندند وَلے بہر نقش نیند
ہر دَم از بو العجبی نقش دِگر پیش آرند

نقشبند انے ولیک از نقش پاک
نقش ماہم گر چہ پاک ازِ لوحِ خاک

طریقہ وسلسلۂ نقشبندیہ کے بہتر و مؤثر ہونے کی ایک اور وجہ بھی موجود ہے، اور وہ یہ ہے کہ نقشبندیہ حضرات کا وسیلہ حضور پرنور علیہ الصلوٰۃ والتسلیمات کی جناب میں حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ ہیں۔ یہ بات مسلّمہ ہے کہ جس قدر مضبوط وسیلہ ہوگا راہ وصول اسی قدر جلوا قرب کا محول ہوگا۔ منازل جلد طے ہوں گی اور جلد کامیابی و کامرانی کا حصول ہوگا۔ اور یہ بات بالکل درست ہے کہ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ جو کہ جملہ پیغمبروں کے بعد افضل البشر ہونے کا اعزاز رکھتے ہیں، سے آگاہی یقیناً جملہ آگاہیوں سے بہتر و ارفع ہوگی۔ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اس سلسلے میں اپنے ایک مکتوب میں فرماتے ہیں:

> اس طریق میں قدم رکھنا دوسرے طریقوں کے سات قدم سے بہتر ہے، وہ راستہ جو بطریق تبعیت و وراثت کمالاتِ نبوّت کی طرف کھلتا ہے اس طریقِ عالی سے مخصوص ہے۔ دوسرے طریقوں کی نہایت کمالات ولایت کی نہایت تک ہے۔ وہاں سے کمالاتِ نبوت کی طرف کوئی راستہ کھلا نہیں ہے۔

حضرت مولانا عبدالرحمٰن جامی رحمۃ اللہ علیہ کیا خوب کہہ گئے ہیں:

نقشبندیہ عجب قافلہ سالارانند
برند از رہ پنہاں بحرمِ قافلہ را

از دلِ سالک رہ جاذبہ صحبتِ شاں
مے برد وسوسہ خلوت و فکر چلہ را

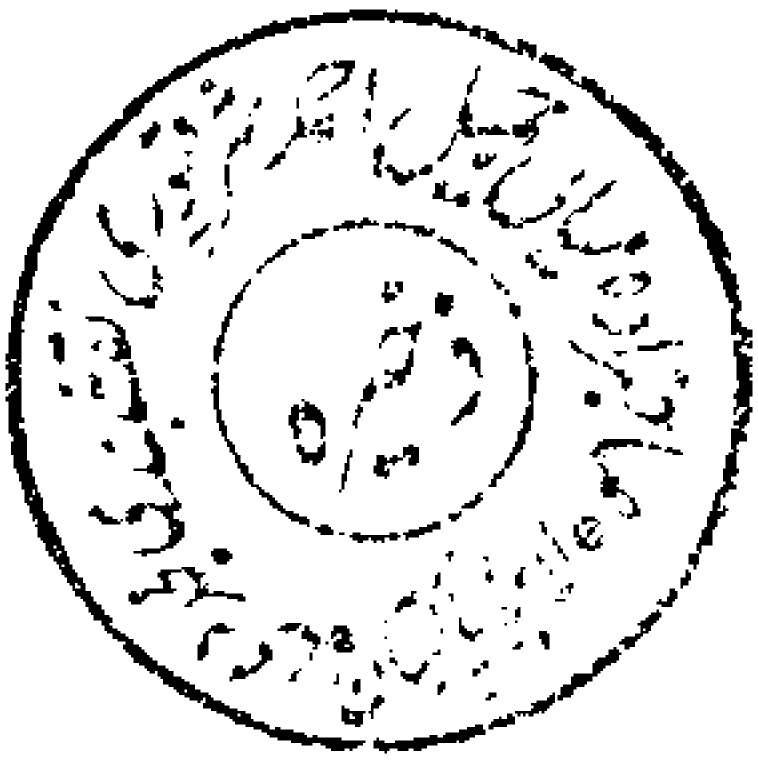
قاصرے گر کند ایں طائفہ را طعن قصور
حاش للہ کہ بر آرم بزبان ایں گِلہ را

ہمہ شیرانِ جہاں بستۂ ایں سلسلہ اند
رُوبہ از حیلہ چساں بگسلد ایں سلسلہ را

یہ حقیقت ہے کہ برّصغیر میں یوں تو تصوّف کے ان چاروں طریقوں (سلسلوں) کے صوفیاء اور مشائخ نے اپنی اپنی مسلسل جدوجہد سے تصوّف کو لوگوں کی تمدّنی وملّی زندگی کا جُزلاینفک بنا ڈالا، اور خواص سے لے کر عوام الناس تک کے قلوب بادۂ تصوّف سے سرشار ہوئے اور سلسلۂ نقشبندیہ کی نسبت خصوصاً پنجاب میں چشتیہ (قادریہ) سلسلے کو کچھ زیادہ فروغ بھی ملا لیکن شریعت کی اشاعت وترویج میں جو کردار نقشبند حضرات نے سرانجام دیا وہ انہی کا حصہ ہے۔ اصل میں چشتیہ وقادریہ سلسلے میں ہر قسم کی آزادی، مذہبی رواداری اور رورعایت رکھی گئی ہے۔ جبکہ نقشبندیہ سلسلہ سراسر اتباعِ شریعت وسنّت پر مبنی ہے۔ عامل سرِمُو بھی اِدھر اُدھر ہونے کی جرأت نہیں کر سکتا غرضیکہ اس میں بہت سی سخت پابندیاں ہیں جبکہ چشتیہ سلسلہ کی صورتحال اس کے برعکس ہے۔ لیکن اس کا یہ مطلب بھی ہرگز نہیں ہے کہ برصغیر میں سلسلۂ چشتیہ یا قادریہ کی نسبت نقشبندیہ سلسلے کو اس قدر مقبولیت وترویج نہیں ہے اور بالخصوص پنجاب بھر میں سلسلہ نقشبندیہ کے قطب ربانی، شیر یزدانی اعلیٰ حضرت میاں شیر محمد شرقپوری قدس سرہٗ نے جوملّی اور روحانی خدمات سرانجام دیں وہ اب کسی سے ڈھکی چھپی

نہیں رہیں اور نہ صرف انہوں نے بلکہ ان کے آنے والے ان کے خلفاء نے بھی ان کے اس سلسلے کی ترویج واشاعت میں نمایاں کردار ادا کیا اور ان کے روحانی خانوادے کے جانشین اب بھی ان کے اس پاک اور مقدس مشن (سلسلے) کو دن رات فروغ دینے میں دامے، درمے، سخنے اور قلمے ہر طرح سے کوشاں دکھائی دیتے ہیں۔

اگر یہ کہا جائے کہ برصغیر میں حضرت مجدد الف ثانیؒ نے اپنے مکتوبات اور دیگر تصانیف کے ذریعے جو قابل قدر کام کیا، اب وہی گرانقدر خدمات اس روحانی سلسلے کے وابستگان (گدی نشین) سرانجام دے رہے ہیں تو بے جانہ ہوگا، کیونکہ اس خانوادے کے فرزندان نے نہ صرف حضرت مجدد الف ثانیؒ کی تعلیمات کو عام کرنے کا بیڑا اٹھا رکھا ہے۔ بلکہ ان کے مسلک ومشرب سے لوگوں کو آگاہ کرنا اور ان سے عقیدت ومحبت کا درس دینا ہی اپنا مشن بنا رکھا ہے۔ حضرت مجدد الف ثانیؒ نے اکبر اور جہانگیر جیسے جابر بادشاہوں کے سامنے کلمۂ حق بلند کیا اور یہ خانوادہ بھی اسی پاک مشن کی تکمیل کے لئے دن رات مساعی میں مصروف ہے۔ یہ مشن دین حق کی سربلندی اور قرآن وسنّت کی تعلیمات پر مبنی ہے، اور کون مسلمان ہے جو دین حق کی سربلندی اور قرآن وسنّت کی تعلیمات کا خواہاں نہ ہو۔ اس سلسلے میں خانوادہ میاں صاحبؒ شرقپور شریف کی جُملہ مساعی اور شاندار خدمات کا اعتراف نہ کرنا گویا ایک طرح سے کفرانِ نعمت کے مترادف ہوگا۔ خاص طور پر ان کے خانوادے کے گدی نشین فخر المشائخ حضرت میاں جمیل احمد صاحب دام برکاتہٗ کی شخصیت و مساعی جمیلہ پر لکھا جانے والا یہ تذکرہ ''انوارِ جمیل'' بھی ان کی طویل اور کثیر دینی وروحانی خدمات کا محض ایک مختصر اعتراف نامہ ہی سمجھنا چاہیے۔



خانوادۂ شیر ربّانیؒ کے آباؤ اجداد

اسلامی فتوحات سے جب ہندوستان میں اسلام کا بول بالا ہوا۔ تو یہاں پر نہ صرف عرب بلکہ بلادِ عجم سے بھی علماء و مشائخ آنے شروع ہو گئے تھے۔ جن کے ساتھ اُن کے عقیدت مند و شاگرد اور مصاحبین بھی تھے۔ انہی ایام میں شیر ربانی رحمۃ اللہ علیہ کے آباء واجداد جو کہ پٹھان تھے اور افغانستان میں جنہیں شاہی خاندان کے اساتذہ ہونے کا شرف حاصل تھا، بھی آئے۔ وہاں پر ان کی علمی و دینی فضیلت کی بناء پر عوام وخواص انہیں ''مخدوم'' کے لقب سے پکارتے تھے۔ صداقت و شرافت اور تقویٰ و طہارت کے اوصاف کے حامل اس خاندان نے سب سے پہلے خطۂ پنجاب کے مشہور تاریخی شہر دیپالپور میں اقامت اختیار کی۔

کچھ عرصہ بعد دیپالپور جب قحط سالی کا شکار ہوا تو اس خانوادے نے وہاں سے نقل مکانی کر کے قصور کو اپنا مسکن بنالیا۔ اُس عہد میں قصور ایک اہم علمی اور دینی مرکز کی حیثیت اختیار کیے ہوئے تھا اور درس و تدریس میں ایک نمایاں مقام رکھتا تھا۔ علمی لحاظ سے اُن دنوں قصور کے دور دور تک ڈنکے بجتے تھے۔ اور یہاں کی آب و ہوا بھی بڑی معتدل و خوشگوار واقع ہوئی تھی۔ اس خانوادے کے تین افراد تھے جن میں سے دو غیر شادی تھے اور ایک شادی شدہ تھا۔ ان بزرگوں کے نام کسی بھی تذکرے میں مرقوم نہیں اور

نہ ہی ان کے مفصل حالاتِ زندگی پر کہیں کسی نے روشنی ڈالی ہے۔ چونکہ یہ لوگ علم، ادب اور فضل میں بڑی شہرت رکھتے تھے لہٰذا قصور کے پٹھان اور دیگر روسائے شہر ان کے حلقۂ ارادت میں شامل ہونے کو ایک سعادت خیال کرتے ہوئے ان کے حلقہ بگوش ہوتے چلے گئے۔ اس اثنا میں جو بزرگ شادی شدہ تھے۔ وہ واپس دیپالپور جا بسے اور دوسرے نے کوٹ پیراں قصور میں رہائش اختیار کر لی، تیسرے نے پکا قلعہ قصور کو اپنا مسکن بنا لیا۔ اس خانوادے کے اوّلین دو بزرگوں کے جانشینوں یا اولاد کے متعلق کچھ پتہ نہیں چلتا لیکن تیسرے بزرگ جن کی پکا قلعہ قصور میں رہائش تھی، ان کا نام حافظ ہاشم بتایا گیا ہے۔ ان کی پشت سے حافظ محمد کی پیدائش ہوئی اور ان کی پشت سے حافظ صالح محمد نام کے بزرگ نے جنم لیا۔ آپ کو حضرت شیر ربانی رحمۃ اللہ علیہ کے والد گرامی کے جدِ اعلیٰ ہونے کا شرف حاصل ہوا۔ حافظ صالح محمد کے متعلق روایت ملتی ہے کہ آپ بڑے متقی و پرہیز گار شخصیت کے مالک تھے۔ آپ اپنے ہاتھ سے قرآن حکیم لکھ کر اپنی اور اپنے بچوں کی روزی کماتے تھے اور اپنی گزر اوقات کرتے تھے۔ آپ ظاہری علوم کے ساتھ ساتھ باطنی و روحانی تعلیم سے بھی آراستہ و پیراستہ تھے۔

جدِّ اعلیٰ:

قُطبِ ربّانی، شیر یزدانی اعلیٰ حضرت میاں شیر محمد شرقپوری کے والد کے یہی حافظ صالح محمد رحمۃ اللہ علیہ جدّ اعلیٰ تھے۔ حافظ صاحب علم و ادب اور فضل و تقویٰ میں بے مثل تھے۔ اور لوگوں میں ان کی شخصیت تقویٰ و طہارت میں ضرب المثل کا درجہ اختیار کر چکی تھی۔ آپ نہ صرف کتابت و خوشنویسی میں اپنی مثال آپ تھے بلکہ لیاقت و فطانت میں بھی ان کا کوئی ثانی ملنا جوئے شیر لانے کے مترادف تھا۔ آپ ایک صاحب کرامت صوفی و بزرگ تھے اور اسمِ بامسمّٰی ثابت ہوئے تھے۔

تذکروں میں آپ کی یہ کرامت مرقوم ہے کہ قصور شہر کے نواب صاحب کی ایک

بڑی عمدہ گائے تھی۔ جس نے بچھڑے کو جنم دیا تھا اور وہ گائے نہ تو دودھ دوہنے دیتی تھی اور نہ اپنے بچھڑے کو ہی پینے دیتی تھی۔ نواب صاحب نے اس صورتحال سے پریشان ہو کر حضرت حافظ صالح محمد سے کسی کے ذریعے سارا ماجرا بیان کروایا۔ حافظ صاحب نے اس شخص سے جواب میں کہا کہ آپ جا کر گائے سے کہیے کہ ہم نے تمہاری اس قدر خدمات کی ہے، تجھے پالا پوسا ہے، تو پھر کیوں دودھ دوہنے نہیں دیتی؟ جب اس شخص نے گائے سے آ کر حافظ صاحب کے الفاظ دہرائے تو گائے بغیر کسی توقف کے دودھ دینے لگ گئی۔

بیان کیا جاتا ہے کہ ایک دفعہ آپ کی زوجۂ محترمہ نے انہیں بتایا کہ نزدیک ہی ایک غار میں کہیں سے کسی درویش کی آمد ہوئی ہے اور وہ بڑا شہرہ رکھتے ہیں۔ اگر آپ کہیں تو میں ان کے ہاں جا کر عرض داشت پیش کروں کہ وہ ہمارے لئے اللہ کی بارگاہ میں دعا فرمائیں کہ وہ ہمیں چاند سا بیٹا عطا فرمائے۔ آپ ہنس پڑے اور کہنے لگے کہ نہیں تم ایسا نہیں کرو گی بلکہ میں خود اُن کے ہاں حاضر ہوں گا اور التجا بھی کروں گا۔ آپ نے فوراً غار کا رخ کیا اور عرض کی کہ حضور! میں ایک عرض پیش کرنے کا خواہاں ہوں، تو اس بزرگ نے اجازت دیتے ہوئے کہا ہاں ہاں مجھے ضرور بتاؤ کہ تمہاری کیا حاجت ہے؟ حافظ صاحب نے عرض کیا کہ جناب ہم ایک چاند سے بیٹے کو ترس گئے ہیں، ہمیں یہ یقین ہے کہ اگر آپ ہمارے لئے دعا فرما دیں تو پھر اللہ ہمیں اک چاند سا بیٹا ضرور عنایت کر دیں گے۔ وہ بزرگ فرمانے لگے کہ ہاں ہاں کیوں نہیں اللہ تعالیٰ بہت رحیم و کریم اور مہربان ہیں، وہ تمہیں اک چاند سا بیٹا ضرور عنایت کریں گے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ نے اُس بزرگ کی دعا سے حافظ صاحب کو ایک چاند سا بیٹا عطا فرمایا جس کا نام انہوں نے غلام رسول رکھا۔

جدِّ امجد:

قطب ربانی، شیر یزدانی ؒ کے جدّ امجد کا نام حضرت غلام رسول ؒ تھا جو حافظ صالح محمد کے صاحبزادے تھے۔ اور عرفِ عام میں حضرت بابا غلام رسول ؒ کے نام

سے موسوم ومشہور ہوئے۔ حضرت بابا غلام رسولؒ نے بڑی کم عمری میں ہی درس سے فارغ التحصیل ہونے کا شرف حاصل کیا۔ بعدازاں آپ ظاہری و باطنی علوم میں بہرہ ور ہونے کے ساتھ ساتھ شہر کے مفتی اعظم بھی کہلوائے۔

آپ نے فارغ التحصیل ہونے کے فوراً بعد قصور میں درس وتدریس کی خدمات سرانجام دینا شروع کردیں اور قصور کے روٴساء اور اقرباء کے بچوں کے علاوہ دور دراز کے لوگ بھی آپ سے استفادہ کرنے لگ گئے۔ آپ کوٹ حاجی سانجھے خان قصور کے متصل ایک مکان میں سکونت پذیر تھے اور آپ نے اس مکان میں ایک تہہ خانہ بنوایا ہوا تھا جس میں آپ اکثر اوقات یادِ الٰہی میں مستغرق ومحو رہتے تھے۔ یہ اُس زمانے کی بات ہے جب قصور پر نواب قطب الدین حکمرانی کیا کرتا تھا اور پنجاب بھر میں قصور کو ایک منفرد تعلیمی مرکز کا حامل شہر گردانا جاتا تھا۔

کہا جاتا ہے کہ جب رنجیت سنگھ نے قصور پر یورش کی تھی تو اس نے شہر کی اینٹ سے اینٹ بجا دی۔ مہاراجہ نے اُس وقت کے قصور کے حکمران نواب قطب الدین کی سرزنش کی خاطر سارے قصور شہر کو تاخت وتاراج کر ڈالا۔ زبردست تباہی ہوئی جس کے نتیجے میں وہاں کے لوگ خصوصاً مسلمان قصور چھوڑنے پر مجبور ہوگئے۔ حضرت بابا غلام رسولؒ بھی انہی لوگوں میں سے تھے جنہوں نے نہایت بددلی سے شہر چھوڑنے کا فیصلہ کیا۔ آپ کی شہر میں کوئی لمبی چوڑی جائیداد تو تھی نہیں، بس اپنی کتابیں ساتھ لیں جنہیں آپ اپنی کل پونجی (متاعِ حیات) سمجھتے تھے اور چند شاگردوں کے ساتھ نقل مکانی کر کے حجرہ شاہ مقیم میں مقیم ہوگئے۔

اس وقت حجرہ شاہ مقیم میں حضرت خواجہ قطب امام صاحبؒ کا بڑا شہرہ تھا۔ جو کہ حجرہ شاہ مقیم کے سجادہ نشین کے صاحبزادے تھے۔ حضرت بابا غلام رسولؒ چونکہ حجرہ میں نئے نئے آئے تھے اس لئے آپ کو اپنے ساتھیوں سمیت ایک مسجد میں ٹھہرنا پڑا۔ اس مسجد میں خواجہ قطب امام صاحبؒ کے دو لڑکے پڑھ رہے تھے، آپ ان لڑکوں کے قریب جا کر بیٹھ

گئے اور ایک بچے کی تختی پر الف اور دوسرے کی تختی پر ب کا حرف لکھ دیا۔ بچے بڑے حیران ہوئے اور اسی حیرانی میں وہ اپنی تختیاں لے کر اپنے گھر چلے گئے اور انتہائی شوق سے وہ تختیاں اپنے والد ماجد کو دکھا دیں۔ ان کے والد ماجد خواجہ قطب امامؒ تھے انہوں نے دونوں تختیاں بڑے غور سے دیکھیں اور بچوں سے استفسار کیا کہ یہ کس نے لکھا ہے؟ یہ تو ایسے لگتا ہے کہ جیسے کسی فرشتے کی لکھائی ہے۔ بچوں کے بتانے پر وہ بڑے خوش ہوئے اور اسی خوشی میں انہوں نے حضرت بابا غلام رسولؒ کو مسجد سے اپنے گھر لانے کے لئے بچوں سے کہا۔ بچوں کے کہنے پر حضرت صاحب خواجہ صاحبؒ کے گھر پہنچ گئے۔ خواجہ صاحبؒ نے انہیں اپنے گھر میں رہنے کی درخواست کی جو حضرت صاحبؒ نے قبول کر لی۔ خواجہ صاحبؒ نے اپنے دونوں بچے حضرت صاحبؒ کی شاگردی میں دے دیئے تا کہ حضرت بابا غلام رسولؒ ان بچوں کی تعلیم و تربیت کے فرائض سر انجام دیں۔ حضرت خواجہ صاحبؒ حضرت بابا صاحبؒ کو پہلی نظر میں ہی بھانپ گئے تھے کہ بلند کرداری اس شخص کا شیوہ ہے اور اسے کسی رہبر کی اشد تلاش ہے۔ حضرت بابا غلام رسولؒ نے بڑے انہماک اور بڑی دلچسپی سے بچوں کی تعلیم و تربیت کا فریضہ سر انجام دیا، اس طرح کچھ عرصہ درس و تدریس میں گزر گیا۔ اسی دوران حضرت قطب امامؒ کے معمولات کا بھی مشاہدہ کرتے رہے۔ بالآخر ایک روز حضرت بابا صاحبؒ نے حضرت خواجہ قطب صاحبؒ سے بیعت کی استدعا کی تو حضرت خواجہ صاحبؒ نے آپ کو اپنے مریدوں میں داخل کر لیا۔ اس طرح آپ نے مجاہدۂ نفس میں بھی اہم مقام حاصل کیا اور آپ با کرامت ولی کامل ہوئے۔

آپ وہاں بڑی بھرپور زندگی گزار رہے تھے کہ اسی اثناء میں حجرہ شاہ مقیم پر سکھوں نے دھاوا بول دیا۔ وہاں کے مسلمان دفاعی لحاظ سے مضبوط نہ تھے، جس وجہ سے سکھوں نے مسلمانوں کا بڑی بے دریغی سے خون بہایا۔ ان کی املاک کو تاخت و تاراج کر ڈالا اور خوب لوٹ مار بھی کی۔ انہی دنوں حضرت بابا غلام رسولؒ اور خواجہ صاحبؒ کے بچوں نے ایک ویران کنوئیں میں چھپ کر اپنی جانیں بچائی تھیں۔ سارا دن کنویں میں چھپے رہتے

اور رات کے اندھیرے میں گھر پہنچتے تھے۔ اس طرح آپ نے کچھ روز روپوشی میں گزارے، اسی روپوشی کے دوران زرگر خاندان کے کچھ لوگوں نے کھانے پینے کی اشیاء دیں۔ جب سکھوں کی یورش کچھ تھمی، برچھا گردی کا بقدر سکون ہوا تو اپنے مرشد حضرت خواجہ قطب امام ؒ کے حکم پر کچھ زرگروں کے ساتھ سرزمین شرقپور چلے آئے۔ پھر مستقل طور پر آپ نے شرقپور میں سکونت اختیار کر لی۔

یہاں پر بھی کچھ عرصہ بعد آپ نے درس و تدریس کا کام سرانجام دینا شروع کر دیا۔ اس طرح آپ کی علمیت کا دور دور تک چرچا ہونے لگا۔ دور دراز سے طالبانِ علم یہاں پر آتے اور اپنی علمی پیاس بجھانے کے ساتھ ساتھ اپنے دلوں کو بھی باطنی روشنی سے منور کرتے۔ یہ وہی جگہ ہے جہاں اب ''جامع مسجد حضرت میاں صاحب ؒ '' ہے۔ یہ جگہ کوڑے کرکٹ کے لئے مختص تھی، سارے گاؤں والے یہاں پر کوڑا پھینکا کرتے تھے۔ آپ نے اپنے شاگردوں کی مدد سے یہ جگہ صاف کروائی اور یہاں پر مسجد کی تعمیر کا آغاز کر دیا۔ خود بھی اس کی تعمیر میں بڑی جانفشانی سے کام کیا۔ یہاں پر ایک تُوت کا درخت ہونے کی وجہ سے مسجد نے توت والی مسجد کے نام سے شہرت پائی۔ کہا جاتا ہے کہ آپ نے اپنی لکھی ہوئی حمائل کو ۱۲۵ روپے میں بیچ کر اس مسجد میں ایک کنواں بھی کھدوایا تھا۔ جو کہ ابھی تک مسجد کے ساتھ ہی ہے۔ اس کنوئیں کے پانی کے متعلق لوگوں میں کئی باتیں مشہور ہیں جنہیں لوگ آپ کی کرامات کا نام دیتے ہیں۔ آپ نے مسجد کے لئے ایک خوبصورت دروازہ بھی بنوایا تھا جس پر ''یا شیخ عبدا لقادر جیلانی شَیْئًا لِلّٰہ '' کندہ تھا۔ آپ کی مسجد میں قرآن و حدیث اور فقہ کی تعلیم دی جاتی تھی اور آپ کے پاس علم کے حصول کے لئے نہ صرف مسلمان بلکہ ہندو اور سکھ مذہب کے لوگ بھی آتے تھے۔ آپ اپنے اخلاق، محبت اور تقویٰ و طہارت کی وجہ سے لوگوں میں بڑی عزت اور قدر کی نگاہ سے دیکھے جاتے تھے۔ اور لوگوں نے آپ کو ایک ولی کامل کا لقب دے رکھا تھا۔

مشہور کرامات:

کہا جاتا ہے کہ حضرت بابا غلام رسولؒ کے پاس ایک کمبل تھا اور آپ اسی کمبل میں دودھ، سویاں، چاول اور دوسری چیزیں ڈال لیتے تھے اور اس میں سے مجال ہے کہ دودھ ٹپکے۔

آپ کی ایک اور کرامت کا بڑا شہرہ ہے کہ شرقپور شریف میں ان دنوں طاعون کی بیماری کا دور دورہ ہو گیا تھا۔ لوگ انتہائی پریشان و سرگردان ہو گئے کیونکہ اس وبا سے پورا علاقہ ہی لپیٹ میں آ گیا تھا۔ لوگوں نے جب یہ صورتحال دیکھی تو بہت سوں نے آپ کی خدمت میں حاضر ہو کر آپ سے استدعا کی کہ اب آپ ہی کچھ ہماری مدد فرمائیں تاکہ اس بلائے ناگہانی سے ہم پیچھا چھڑا سکیں۔ آپ نے لوگوں سے ایک نقارہ لانے کو کہا اور جب نقارہ آ گیا تو اس پر آپ نے اپنے ہاتھوں سے یہ دعا لکھی:

لِیْ خَمْسَةٌ اُطْفِیْ بِھَا حَرَّ الْوَبَاءِ الْحَاطِمَةِ
اَلْمُصْطَفٰے ﷺ وَالْمُرْتَضٰےؓ وَ اَبْنَاھُمَاؓ وَ الْفَاطِمَةِؓ

یہ دُعا لکھنے کے بعد آپ نے لوگوں سے فرمایا کہ تم اب یہ نقارہ مسجد کی چھت پر لیجاؤ، اسے خوب زور زور سے پیٹو (بجاؤ) اور اس کے ساتھ ہی یہ حکم بھی دیا کہ دیکھو پہرے دار ہوشیار رہیں اگر کوئی شہر سے باہر جاتا نظر آئے تو مجھے ضرور اطلاع دی جائے لہٰذا لوگوں نے وہ نقارہ رات کی تاریکی میں مسجد کی چھت پر خوب پیٹا اور ایک پہرے دار نے اسی دوران ایک عورت کو انتہائی پریشانی کی حالت میں شہر سے باہر نکلتے دیکھا تو اُس نے فوراً ہی حضرت بابا غلام رسولؒ سے بیان کیا تو بابا صاحبؒ نے فرمایا: ارے وہ بھلا کوئی عورت تھوڑی تھی وہ تو طاعون کی بیماری تھی جو کہ روتی پیٹتی ہوئی اب یہاں سے ہمیشہ کے لئے رخصت ہو چکی ہے۔ اور لوگوں نے دیکھا کہ چند ہی دنوں میں سارا شہر تیزی سے صحت یاب ہونا شروع ہو گیا اور لوگوں کے چہرے ہشاش بشاش دکھائی دینے لگے۔ اس پر آپ نے فرمایا کہ اب

شرقپور شریف کے لوگ ہمیشہ امن وحفاظت سے زندگی بسر کریں گے۔

آپ کی ایک اور کرامت بھی لوگوں میں مشہور ہے کہ ایک سپاہی نے ایک روز مسجد کی ٹونٹی سے اپنا حقہ تازہ کیا کہ اچانک بابا جی صاحبؒ اوپر آ گئے۔ بابا جی نے سپاہی کی یہ حرکت دیکھتے ہوئے نہ صرف اس کی سرزنش کی بلکہ اسے خوب مارا پیٹا بھی۔ سپاہی نے اپنی اس مار پیٹ کو اپنی سخت بے عزتی سمجھا اور اس نے اسے اپنی آن وانا کا مسئلہ بناتے ہوئے اپنے بڑے افسر تحصیل دار سے شکایت کی۔ اس پر تحصیل دار نے حضرت بابا غلام رسولؒ کو اپنے ہاں طلب کر لیا مگر بابا صاحب وہاں پیش ہونے سے انکاری ہو گئے۔ تحصیل دار نے تفتیش کی تو اسے جلد ہی اس کی اصل صورتحال کا پتہ چل گیا، چنانچہ اس نے سپاہی کو بلوایا اور اس کی سخت بے عزتی کرتے ہوئے ملازمت سے ہمیشہ کے لئے اس کی چھٹی کرادی۔

روایت ہے کہ جب قطب ربانی، شیر یزدانی حضرت میاں شیر محمد رحمۃ اللہ علیہ کی پیدائش ہوئی تو اسی اثناء میں حضرت بابا غلام رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ مسجد میں عبادت و ریاضت میں مصروف تھے۔ جب انہیں شیر ربانی کی پیدائش کی اطلاع موصول ہوئی تو آپ کے چہرے پر مسرت وخوشی کی لہر دوڑ گئی اور آپ کا چہرۂ مبارک کھلتے ہوئے پھول کی مانند ہو گیا۔ آپ نے فوراً ہی حکم دیا کہ میرے اس ننھے نومولود کو مسجد میں لایا جائے۔ آپ کے ارشاد کی فوری تعمیل ہوئی تو آپ نے نومولود کو پکڑا اور اس کے منہ میں اپنی زبان رکھ دی۔ نومولود نے اسے چوسنا شروع کر دیا۔

اس واقعے کو خود حضرت میاں شیر محمد رحمۃ اللہ علیہ بھی گاہے بگاہے اپنے خواص کو سنایا کرتے تھے کہ جب میری پیدائش ہوئی، اس کی خبر حضرت بابا غلام رسول صاحبؒ کو دی گئی تو انہوں نے فوراً مجھے مسجد میں اپنے پاس لانے کا حکم دیا۔ مجھے مسجد میں لایا گیا تو بابا صاحب نے مجھے اپنے ہاتھوں میں لے لیا اور فرمایا کہ یہ لڑکا اپنی سعادت اور باکمالی سے بڑی شہرت پائے گا۔ پھر اپنی زبان میرے منہ میں ڈال دی اور میں چوسنے لگ گیا۔ آپ کبھی کبھی بڑے جوش اور محبت سے یہ کہا کرتا تھے کہ اسی وجہ سے میری نسبت سلسلہ قادریہ

سے قائم ہوئی ہے۔ حضرت بابا غلام رسول رحمۃ اللہ علیہ نے اس نومولود بچے کو اس کا بوسہ لیتے ہوئے فرمایا تھا کہ آپ لوگ کیا جانیں یہ بچہ کتنی بڑی شخصیت ہے؟ یہ اللہ کا شیر ہے۔ شیرِ محمد ہے۔ جس کی پیدائش کی پیشگی اطلاع اولیاء اللہ نے ہمارے بزرگوں کو دی تھی۔

آپ ۱۲۸۰ھ میں شرقپور شریف میں وصال پا گئے اور قطب ربانی شیر یزدانی میاں شیر محمد رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر انوار کے احاطہ میں ہی مدفون ہوئے۔

والدِ ماجد:

قطب ربانی شیر یزدانی حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کے والد گرامی قدر کا نام حضرت میاں عزیز الدین علیہ الرحمۃ ہے۔ آپ بڑے نیک، پاکباز اور زہد و تقویٰ میں اپنی مثال آپ تھے۔ خدا ترسی آپ کا شعار تھا۔ آپ کی طبیعت میں اتباعِ شریعت اور عبادت و ریاضت کا میلان ہر وقت ٹھاٹھیں مارتا رہتا تھا۔ آپ نے تعلیم مکمل کر کے اپنے آبائی کام کھیتی باڑی کی طرف بالکل توجہ نہ دی بلکہ آپ نے سرکاری ملازمت اختیار کر لی۔ اور رہتک میں پروبیکس نیٹرز سپرنٹنڈنٹ کے عہدے پر تعینات کیے گئے۔

آپ ایک عرصہ تک انچارج افسر کی حیثیت سے اپنے فرائض انجام دیتے رہے مگر مجال ہے جو کبھی آپ کے ماتحت عملے میں سے کسی ایک کو بھی آپ سے شکایت پیدا ہوئی ہو۔ آپ اپنے تمام ماتحت عملے سے حسن اخلاق اور بڑی نرمی سے پیش آتے تھے اور ہر ایک سے اصولی برتاؤ کیا کرتے تھے۔

حضرت میاں عزیز الدین صاحب اپنی ملازمت کے دوران دو، تین ماہ کے بعد اپنے گھر شرقپور شریف تشریف لاتے تھے اور زیادہ سے زیادہ چار پانچ روز رہ کر پھر اپنی ڈیوٹی پر چلے جایا کرتے تھے، یہ وہ دور ہے کہ جب قطب ربانی شیر یزدانی حضرت میاں شیر محمد صاحب علیہ الرحمۃ دنیا و مافیہا سے بالکل لاتعلق ہو چکے تھے اور آپ اکثر گھر سے جنگلوں، بیابانوں میں نکل جایا کرتے تھے اور یادِ الٰہی میں محو و مستغرق رہا کرتے تھے۔ اُن دنوں آپ کی عجیب استغراقی سی حالت ہو چکی تھی اور آپ اکثر روتے رہتے تھے۔

حضرت میاں عزیز الدین بھی اپنے صاحبزادے کو اوروں کی طرح سائیں لوگ ہی گردانتے تھے۔ چونکہ میاں شیر محمد صاحب ان کے اکلوتے چشم و چراغ تھے، اس لئے زوجہ محترمہ کے انتقال کے بعد آپ دیگر لوگوں کے اصرار پر دوسری شادی کرنے پر رضامند ہو گئے۔ دوسری اہلیہ سے میاں شیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے بھائی حضرت غلام اللہ ثانی لا ثانی رحمۃ اللہ علیہ نے جنم لیا۔

مشہور روایت ہے کہ ایک دفعہ حضرت میاں عزیز الدین تہجد کی نماز ادا کرنے کے بعد رات کی تاریکی میں کسی سرکاری دورے پر کہیں جا رہے تھے تو راستے میں ایک جگہ اچانک ایک نقاب پوش نے ان کا راستہ روک لیا۔ آپ اپنے گھوڑے سے اترنے کی کوشش میں ہی تھے کہ اس نے آپ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا: جناب میاں صاحب! آپ جس لڑکے کو بالکل سیدھا سادہ اور ''سائیں لوک'' تصور کرتے ہیں وہ اپنے دور کی ایک بہترین اور باکمال شخصیت کا حامل ہوگا۔ یہ وہ آفتابِ ولایت ہوگا کہ جس کی ضیاء پاشیاں دور دور تک کے تاریک دلوں کو روشن کریں گی۔ یہ فیوض و برکات کا منبع ہوگا اور لوگ اسے تسلیم کریں گے۔ اس بچے کی شہرت تمام دنیا میں پھیل جائے گی۔ لیکن افسوس ناک بات یہ ہے کہ آپ یہ سب کچھ نہیں دیکھ پائیں گے کیونکہ جب اس نیک بخت اور سعادتمند بچے کا عروج ہوگا آپ اس دنیا میں نہیں ہوں گے۔ لہٰذا آپ کے لئے مناسب یہی ہے کہ آپ اس بچے سے انتہائی نرمی اور پیار محبت سے پیش آیا کریں اور اسے سخت سست کہنا ترک کر دیں، اسی میں آپ کی بہتری اور بھلائی ہے اور یہ کہنے کے بعد وہ نقاب پوش غائب ہو گیا۔

اس نقاب پوش کی یہ گفتگو میاں عزیز الدین صاحب نے ذہن نشین کر لی اور آئندہ کبھی بھی کوئی سخت سست بات میاں صاحب سے نہ کی بلکہ پہلے سے کہیں زیادہ اپنے بیٹے کا خیال رکھنا شروع کر دیا۔ علاوہ ازیں اپنے علاقے کے لوگوں سے بھی یہ بات کہہ دی کہ میاں شیر محمد آپ سے کچھ مانگیں تو تم اسے دے دیا کرو اور پیسے جب میں واپس آیا

کروں تو مجھ سے لے لیا کرو۔ چنانچہ پھر جب بھی آپ واپس شرقپور شریف آتے تو آتے ہی لوگوں سے پوچھتے کہ اگر تم لوگوں سے میرے بیٹے شیر محمد نے کچھ لیا ہے، تو آ کے مجھ سے پیسے وُصول کر لو۔

ایک روایت یہ بھی ہے کہ قطب ربانی شیر یزدانی میاں صاحبؒ بڑے فیاض واقع ہوئے تھے اور اکثر مقروض رہا کرتے تھے۔ لہٰذا جب بھی آپ کے والد گرامی قدر شرقپور شریف تشریف لاتے تو سب سے پہلے اپنے بیٹے کا قرض ہی ادا کیا کرتے تھے۔

والد گرامی قدر کی وفات:

قطب ربانی شیر یزدانی حضرت میاں شیر محمد صاحب علیہ الرحمۃ کے والد گرامی قدر کی وفات کے متعلق کسی تذکرہ میں کوئی بیان نہیں ملتا۔ جس کی وجہ سے آپ کی پیدائش کا سن بھی آسانی سے معلوم نہیں ہوسکتا اور نہ ہی یہ پتہ چلتا ہے کہ اس وقت جناب میاں صاحب کی عمر کتنی تھی؟ بس اس قدر ہی مشہور ہے کہ اس زمانے میں ضلع روہتک کے قصبہ ہانسی میں اچانک ہیضے کی وبا پھیل گئی تھی کہ اس قصبے میں آپ کی تعیناتی ہوگئی کیونکہ آپ بڑے تجربہ کار اور ماہر ویکسی نیٹر تھے۔ مگر ہوتا وہی ہے کہ جو اللہ کو منظور ہو۔ لہٰذا آپ اس موذی بیماری کا شکار ہو گئے اور یہی مرض آپ کے لئے جان لیوا ثابت ہوا۔ جب آپ کی وفات کی خبر آپ کے آبائی گاؤں شرقپور شریف میں پہنچی تو باشندگان شرقپور کی ہر آنکھ اشکبار ہوگئی اور ہر کوئی آہ و بکا میں مصروف ہوگیا۔ گویا آپ کی اچانک وفات سے سارے شرقپور میں اک کہرام سا مچ گیا۔ لوگ اپنے سروں پر بانہیں رکھ کر روتے تھے کہ ایسا پابند صوم وصلوٰۃ مسلمان افسر اب کہاں سے آئے گا۔ اُس وقت مسلمان افسروں کی بڑی کمی ہوتی تھی اور کہیں کوئی شاذ و نادر ہی مسلمان افسر ہوا کرتا تھا۔

تذکروں میں مرقوم ہے کہ بعد میں قطب ربانی شیر یزدانی حضرت میاں شیر محمد صاحب علیہ الرحمۃ خود بھی ہانسی تشریف لے گئے تھے بعد میں اپنے عزیز بھائی غلام اللہ ثانی

لا ثانی علیہ الرحمۃ کو بھی ہانسی کے لئے روانہ کیا اور ان کے ساتھ حاجی شیخ کریم بخش کھورانہ کو بھیجا تھا۔ ان کو زادِ راہ کے طور پر ۴۵ روپے دیئے نقد جو کہ اس زمانے میں ایک بہت بڑی رقم متصور کی جاتی تھی، دے کر فرمایا تھا کہ:

"تم دونوں پہلے سرہند شریف جانا اور مجدد اعظم صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزار اقدس پر حاضری دینا۔ اس کے بعد پانی پت جا کر غوث علی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مزار اقدس پر فاتحہ خوانی کر کے دلّی کے راستے امام دین درزی کو مل کر ہانسی چلے جانا۔ وہاں قصبے کے باہر ایک چھپڑ کے کنارے کیکر کا درخت ہے۔ اس درخت کے نیچے تین مزارات ہیں، انہی میں قبلہ والد صاحب کا مزار بھی ہے۔ وہاں کچھ دیر قیام کرنا اور فاتحہ خوانی کے بعد واپس آنا۔"

قطب ربانی، شیر یزدانی" خود بھی اپنے والد گرامی قدر کی قبر مبارک پر تشریف لے گئے تھے مگر آپ کے اس سفر مبارک کا کوئی سن کہیں کسی تذکرہ میں نہیں ملتا۔ یہ اُس وقت کی بات ہے کہ جب آپ نے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ اور حضرت غوث علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے مزارات پر حاضری دی تھی اور ہانسی بھی گئے تھے۔ جہاں ان کے والد گرامی قدر ابدی نیند سو رہے ہیں۔

آفتابِ ولایت کا طلوع ہونا

(ایک صدی پہلے پیدائش کی بشارت)

قطب ربانی شیر یزدانی حضرت میاں شیر محمد رحمۃ اللہ علیہ کی پیدائش مبارک کے متعلق تذکروں میں مرقوم ہے کہ آپ کی ولادت باسعادت کی خوشخبری سب سے پہلے آج سے ایک صدی قبل کابل میں ایک ولی کامل نے آپ کے جدّ اعلیٰ کو سنائی تھی۔ آپ کی ولادت باسعادت کے متعلق "حدیث دلبراں" میں حاجی افضل مونگہ صاحب رقم طراز ہیں کہ

"ہمارے میاں امام دین مونگہ، میاں ولی محمد صاحب ریوڑی اور ان کے دیگر ہم عصر لوگ فرمایا کرتے تھے کہ حضرت قبلہ کی ولادت سے کافی عرصہ پیشتر ایک فقیر مجذوب یہاں آیا کرتے تھے۔ اور آپ کے مکان کے دروازے پر کھڑے ہو کر لمبے لمبے سانس لیتے رہتے تھے۔ فقیر مذکور کو اکثر چھ سات ماہ بعد دیکھا جاتا تھا۔ ایک روز قصبے کے معززین مل کر فقیر کے پاس گئے اور کہا: آپ نے جو کچھ لینا ہو فرمایئے، ہم حاضر کر دیتے ہیں کیونکہ فقیر کا آبادی سے خالی ہاتھ چلے جانا آبادی کے لوگوں پر بوجھ ہوا کرتا ہے۔ اس کے جواب میں فقیر نے مسکراتے ہوئے جواب میں کہا مجھے تو کچھ نہیں چاہیے اور نہ ہی

میں مانگنے کے لئے آتا ہوں۔ میں تو اس مکان میں ایک برکت والی
ہستی کی آمد دیکھ رہا ہوں اور اس ہستی سے فیض یاب ہونے کے لئے
یہاں حاضر ہوتا ہوں۔''

قطب ربانی شیر یزدانی'' کے جدِ اعلیٰ حضرت حافظ صالح محمد رحمۃ اللہ علیہ کے ہاں کوئی بیٹا نہ تھا اور وہ اس وقت قصور میں سکونت پذیر تھے کہ انہوں نے ایک معتکف ولی کامل سے درخواست کی تھی کہ ان کے ہاں چاند سا بیٹا پیدا ہو۔ انہوں نے انہیں یہ خوشخبری سناتے ہوئے کہا تھا کہ چاند سا بیٹا ضرور ہوگا تم اس کا نام ''شیر محمد'' رکھنا۔

اور حضرت بابا غلام رسول صاحب'' میاں صاحب'' کے جدِ امجد نے آپ کی پیدائش پر آپ کو اپنی گود میں لے کر فرمایا تھا کہ یہ بچہ وہی ہے جس کی بشارت میرے والد بزرگوار کو غار میں معتکف ولی کامل نے دی تھی۔ وہ میں نہیں تھا بلکہ وہ ہونہار اور بلند بخت لڑکا یہی ہے۔

قطب ربانی شیر یزدانی'' حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ کی ولادت باسعادت کے متعلق ان پیشن گوئیوں کے پورا ہونے کا اب وقت قریب آچکا تھا۔ اور شرقپور کو شرقپور شریف بستی بنانے والی عظیم ہستی جنم لینے والی تھی۔ جس کی پوری دنیا میں دھوم مچنے والی تھی اس باکمال شخصیت کی آمد آمد تھی۔

حضرت خواجہ بابا امیر الدین رحمۃ اللہ علیہ (کوٹلہ شریف والے)

شرقپور شریف کی گلیاں گواہ ہیں کہ انہوں نے ایک خضر مردِ کامل کو اِدھر اُدھر گھومتے پھرتے دیکھا ہے۔ یہ وہی خضر صورت مردِ کامل تھے جو ان گلیوں میں چلتے ہوئے اک دم رک گئے تھے اور پھر بغور کچھ سونگھنے لگ گئے تھے۔ پھر وہ اپنا سر ہلا ہلا کر کچھ اس طرح اظہار کر رہے تھے کہ جیسے وہ کسی کو داد دینے میں مصروف ہوں اور تائید ایزدی کا اظہار کر رہے ہوں۔ دیکھنے والے حیران ہو گئے کہ بابا صاحب اس قدر مستغرق و منہمک ہیں اور

صاحبِ فکر و دانش تحیر میں ڈوبے ہوئے ہیں۔ یہ کون سی خوشبو ہے کہ جس کی ایک لپٹ پر بابا صاحب مست ہوئے ہیں اور کون سا کیف ہے کہ جس کے سرور نے بابا صاحب کو جامد و ساکت کر کے رکھ دیا ہے۔ یہ تھے قطب ربانی شیر یزدانی حضرت میاں شیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ۔ اور خوشبو تھی آپ کی ولادت باسعادت کی ۔اور سونگھنے والے تھے خضرِ راہ ، پیکرِ صدق و صفا، شیخ الشیوخ، حضرت خواجہ بابا امیر الدین رحمۃ اللہ علیہ کوٹلہ شریف والے، جنہوں نے گلبنِ ولایت حضرت میاں شیر محمد رحمۃ اللہ علیہ کی خوشبو سونگھ کر ان کی ولادت با سعادت کی پیشن گوئی کی تھی۔

حضرت بابا امیر الدین رحمۃ اللہ علیہ اب شرقپور شریف میں کثرت سے آنے جانے لگ گئے تھے۔ اور اپنے شیر کے درشن سے سرور و کیف حاصل کرنا ان کا معمول بن چکا تھا۔ اب شرقپور شریف کے لوگ بھی بابا صاحب کے گرویدہ بن چکے تھے اور ان کا حلقۂ ارادت وسیع ہو چکا تھا۔

حضرت بابا صاحب ولایت میں اہم مقام رکھتے تھے۔ اور صاحب کشف و کرامات بزرگ تھے۔ ان کی سب سے بڑی کرامت تو یہ ہے کہ انہوں نے دنیا کو حضرت میاں شیر محمد صاحب علیہ الرحمۃ سے روشناس کروایا۔ حضرت بابا صاحب فرمایا کرتے تھے کہ

> ”جب اللہ تعالیٰ آخرت میں مجھ سے یہ پوچھیں گے کہ تم دنیا سے کیا لائے ہو؟ تو میں کہہ دوں گا کہ مولا! تیری بارگاہ میں شیر محمدؒ کو لایا ہوں۔“

حضرت بابا صاحب نے ایک دفعہ فرمایا کہ میں اور حضرت میاں صاحبؒ کی مثال حضرت خواجہ باقی باللہ علیہ الرحمۃ اور حضرت مجدد الف ثانیؒ کی سی ہے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ دریائے راوی میں زبردست طغیانی آ گئی تھی اور شرقپور کے لوگ جو کہ دریائے راوی کے کنارے پر آباد ہیں، بہت گھبرائے اور حضرت بابا صاحب کی خدمت میں پہنچ کر دعا کے لئے درخواست کی ۔ حضرت بابا صاحب نے اپنا

رومال دے کر فرمایا:

"دریا کو میرا سلام کہنا اور میرا رومال اسے دکھا دینا، ان شاء اللہ کبھی گزند نہیں پہنچائے گا۔"

لوگوں نے حضرت بابا جی صاحب کے حکم کے مطابق ویسا ہی کیا تو دریا راتوں رات ہی ایک دو میل پیچھے کی طرف ہٹ گیا۔ اور مویشی و مکانات اور مکین خطرات سے محفوظ ہو گئے جبکہ آس پاس کے کئی دیہات زیرِ آب آ گئے تھے اور بڑا زبردست جانی و مالی نقصان ہوا تھا۔

حضرت بابا امیر الدینؒ کی ولادت باکرامت دھرم کوٹ متصل مکان شریف ضلع گورداسپور میں ہوئی۔ آپ کو مکان شریف سے بڑی محبت تھی جس کی وجہ حضرت قبلہ سیّد امام علی شاہ صاحبؒ کا مسکن تھا۔ اگرچہ بابا صاحبؒ حضرت صاحبؒ سے عمر میں پانچ چھ سال بڑے تھے لیکن اس بزرگی کے باوجود عظمتِ سادات کو ہمیشہ ملحوظِ خاطر رکھتے تھے اور ان کے ادب و احترام میں کبھی فرق نہ آنے دیتے تھے۔

آپ نے اپنا گھر بار چھوڑ چھاڑ کر مکان شریف میں اپنے پیر و مرشد کی چوکھٹ سنبھال لی تھی اور ہر وقت اپنے مرشد کی ہی دریوزہ گری کرتے رہتے تھے۔ اور ایک پل بھی جدائی گوارا نہ کرتے تھے۔

حضرت بابا جی کا قد دراز تھا اور صحت و تندرستی بھی قابلِ رشک تھی۔ ایک بار آپؒ کے مرشد نے ان سے فرمایا کہ تم ملازمت کر لو! بابا جی جو کہ ایک عاشقِ صادق واقع ہوئے تھے بھلا کیسے انکار کر سکتے تھے، سو انہوں نے پولیس میں نوکری کر لی۔ لیکن تین سال بعد ان کی طبیعت بھر آئی۔ بھرتی کیوں نہ اصل میں ان کا میلان اور رجحان یادِ الٰہی کی جانب تھا اور ذکر اللہ نے ان کے اندر گھر کر لیا تھا۔ چنانچہ مستعفی ہو کر آپ نے اپنے پیر و مرشد کی چوکھٹ کی وہ حاضری بھری کہ پھر ساری عمر کبھی کسی غیر کی جانب توجہ تک نہ کی۔ بقولِ شاعر:

کاسۂ غیر کو منہ سے لگاؤں توبہ !
شان پہچانتا ہوں یار کے پیمانے کی

ان کے پیر ومرشد حضرت قبلہ سید امام علی شاہ صاحبؒ کی خدمت میں کسی مرید صادق نے رُشد وہدایت کے سلسلہ کو فروغ دینے کے لئے کچھ زمین عنایت کی تھی۔ جو کہ کوٹلہ شریف پنجو بیگ ضلع شیخوپورہ میں واقع ہے۔ تو قبلہ سیّد امام علی شاہؒ نے حضرت بابا جی کو وہیں جانے کو کہا، وہاں پر آپ نے سکونت اختیار کر لی اور تبلیغ و ہدایت کا سلسلہ شروع کر دیا۔ وہاں کے لوگوں کو روحانی نعمتوں سے مالا مال کرنے کے ساتھ ساتھ آپ نے اس بنجر علاقے میں ذکرِ حق کی تخم ریزی کچھ اس طرح سے کی کہ حضرت بابا صاحب کی بزرگی کی دھوم دور دور تک پہنچ گئی۔ لوگ جوق در جوق آپ کے حلقۂ ارادت میں شامل ہوتے چلے گئے۔ آپ نے ۱۲۳ برس کی طویل عمر پائی اور تمام عمر عبادت و ریاضت میں مصروف رہے۔ حضرت بابا صاحب ایک سچے عاشقِ رسول ﷺ تھے، پہروں دوزانو بیٹھ کر درود شریف پڑھا کرتے تھے اور صوم وصلوٰۃ کے پابند تھے۔ حضرت بابا صاحبؒ کی درود پاک سے محبت کا ہی یہ نتیجہ ہے کہ آپ نے کھجور کی گٹھلیوں پر درود پاک پڑھنے کا طریقہ جاری فرمایا۔ جس پر تمام سلسلۂ عالیہ عمل پیرا ہے۔ ہر روز صبح کی نماز کے بعد اور رات عشاء کی نماز کے بعد نمازی ان گٹھلیوں پر درود شریف پڑھا کرتے ہیں۔ گویا حضرت بابا صاحب کی یہ سنّت آج بھی مقبول اور جاری وساری ہے۔

حضرت بابا صاحب آخری عمر میں مختلف بیماریوں میں گھر گئے تھے اور اڑھائی سال تک ان عوارض میں مبتلا رہے لیکن بدستور عبادت وریاضت میں مشغول رہے اور آخر ۹ ذیقعد ۱۳۳۱ ہجری بمطابق ۱۹۱۲ء میں وصال فرما گئے، کوٹلہ پنجو بیگ جو کہ اب کوٹلہ شریف کے نام سے موسوم ہے، فیصل آباد روڈ کوٹ روشن دین کے قریب ضلع شیخوپورہ میں واقع ہے، میں مدفون ہوئے۔ آپ کا مزارِ اقدس آج بھی لوگوں کے لئے زیارت گاہِ خواص وعوام ہے۔

ولادتِ باسعادت:

بالآخر وہ ساعت مبارکہ آ ہی گئی جس کی بشارت مختلف زمانوں میں مختلف صوفیاء کرام اور مشائخ عظام نے دی تھی۔ اور ۱۲۸۰ ہجری علی الصبح آفتابِ ولایت طلوع ہوا اور چار دانگِ عالم میں اجالا ہی اجالا نظر آنے لگا۔

تذکروں میں مرقوم ہے کہ آپ کی ولادت باسعادت کے فوراً بعد آپ کو اللہ کی طرف سے آسمان کی سیر کرائی گئی۔ اس سلسلے میں آپ کی بڑی بہن کے خواب کو سند بنایا گیا ہے۔ کہتے ہیں کہ انہوں نے خواب میں دیکھا کہ آسمان سے ایک تخت نازل ہوا ہے جو کہ بڑے نورانی قسم کے لوگوں نے اٹھایا ہوا ہے اور وہ میرے بھائی کو اس پر بٹھا کر آسمان کی جانب لے اڑے ہیں اور جب وہ اس تخت کو واپس لائے تو بھائی کے سر مبارک پر ایک چمکتا اور روشن تاج رکھا ہوا ہے اور ان کا لباس بھی نورانی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ جب قطب ربانی شیر یزدانی" بالغ ہو گئے تو آپ کی پیاری بہن جب کبھی آپ سے اس واقعے کے بارے میں استفسار کرتیں تو آپ مسکرا دیا کرتے تھے۔

بچپن:

قطب ربانی شیر یزدانی ایامِ طفولیت میں ہی بڑے پاکباز اور صالح تھے۔ آپ کے عہد کے تمام بزرگ اور صالحین اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ آپ ماں کے پیٹ میں ہی ولی تھے۔ آپ کے بچپن کے حالات کو دیکھا جائے تو اس کی مثال ماسوائے اولیائے کرام اور انبیائے اسلام کے کسی اور طبقے سے ہرگز ہرگز نہیں دی جا سکتی۔ جب آپ کی ولادتِ باسعادت ہوئی تو اس وقت دور و نزدیک کے صوفیاء کرام اور مشائخِ عظام نے نہ صرف آپ کے والد گرامی قدر کو مبارک بادیں دی تھیں بلکہ ساتھ ہی یہ پیشن گوئیاں بھی کی تھیں کہ یہ بچہ بڑا سعادت مند اور ولی کامل ہوگا اور اس کے کمال و بزرگی کا شہرہ چار دانگ

عالم میں پھیلے گا۔

یہ بھی کہا گیا ہے کہ ایک دنیا اس چشمہ ہدایت و معرفت سے فیض حاصل کرے گی ، یہ بچہ حضور نبی کریم ﷺ کی سنت و شریعت کو نئی زندگی عطا کرے گا اور روحانیت کو از سرِ نو تابندگی اور پائندگی اسی کے افکار عالیہ اور ملفوظاتِ مقدّسہ سے حاصل ہوگی۔

روایت ہے کہ آپ کو صغرِ سنی میں بھی کبھی کسی (والدہ تک) نے بھی روتے یا ضد کرتے ہوئے نہیں دیکھا۔ آپ ہر وقت عالمِ سکوت میں مست رہتے تھے۔ جبکہ ہونٹوں پر ہلکی ہلکی جنبش رہتی تھی۔ آپ کی والدہ ماجدہ اکثر کہا کرتی تھیں کہ میرا بیٹا ذکر واذکار میں ہی محو رہتا ہے۔

آپ کی والدہ ماجدہ یہ بھی فرمایا کرتی تھیں کہ کئی مرتبہ دیکھنے میں آیا کہ بالکل اندھیرا ہو گیا لیکن آپ کی آنکھوں سے نور نکلتا ہوا محسوس ہوا۔ ایسا لگا کہ گویا آپ کی پیشانی نہیں بلکہ طلوعِ ماہتاب ہے۔ کبھی کبھی ایسا بھی لگتا کہ جیسے نور کی برسات ہو رہی ہے اور ہر سو اجالا ہی اجالا ہے۔ اور آسمان تک یہی سلسلہ دکھائی دیتا ہے۔ جونہی شام ہوتی جاتی تھی اور جیسے جیسے رات میں خنکی آتی جاتی یہ کیفیت شدید سے شدید تر ہوتی جاتی تھی۔ اکئی بار ایسا بھی ہوا کہ اس نور کے ہالے میں یہ بچہ کہیں نظر نہیں آتا تھا۔

جب آپ کی عمر کچھ زیادہ ہوئی تو آپ اکثر تنہا رہنے لگے، آپ اپنے ہم عمر بچوں میں کچھ دلچسپی نہ لیتے، نہ ان بچوں کے ساتھ کوئی کھیل وغیرہ کھیلتے۔ آپ کی خوابیدہ صلاحیتیں عالم طفولیت میں ہی بیدار ہونا شروع ہو گئی تھیں اور آپ بچوں کی شرارتوں اور کھیل کود سے بہت پہلے سے ہی دور رہنے لگے تھے۔ آپ کی طبیعت میں سنجیدگی کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ آپ بہت کم بولتے، بہت کم سوتے اور بہت کم کھاتے پیتے تھے۔ آپ ادب واخلاق میں پیش پیش رہتے اور فرمانبرداری آپ کا شعار تھی اور غور وفکر آپ کا شیوہ تھا۔ جب آپ کی عمر پانچ سال ہوئی تو آپ نے قرآن حکیم (ناظرہ) پڑھ کر مکمل کر

لیا۔ بعد ازاں آپ کو مکتب میں بٹھایا گیا لیکن وہاں سے آپ کی طبیعت جلد ہی اچاٹ ہو گئی۔ بالآخر آپ کو حافظ حمید الدین کے ہاں بھیج دیا گیا تا کہ وہاں پر آپ درسی تعلیم کی تحصیل کر سکیں۔ وہاں پر آپ نے کچھ عرصہ چند درسی کتب پڑھیں اور کتابت (خوشنویسی) میں اچھی خاصی مہارت حاصل کی۔ خوشنویسی تو گویا آپ کی وراثت تھی۔ سارے مکتب میں آپ کی خوشنویسی کا شہرہ ہو گیا۔ خصوصاً آپ اللہ تعالیٰ کے ننانوے ناموں کی کتابت بڑے ذوق وشوق سے کیا کرتے تھے۔

کہا جاتا ہے کہ جب مکتب میں چھٹی ہوتی تب آپ اپنے ساتھیوں (ہم جماعت) بچوں سے کھیل کود میں مشغول ہونے کی بجائے خاموشی سے کسی مسجد میں جا کر بیٹھ جاتے اور دل ہی دل میں اللہ تعالیٰ کا ذکر کرنے لگتے۔ تذکروں میں یہ بھی مرقوم ہے کہ ایک دفعہ آپ کے استاذِ گرامی کو کسی کام کے لئے مکتب سے باہر جانے کی ضرورت پیش آ گئی۔ وہ چلے گئے اور جب ان کی واپسی ہوئی تو کیا دیکھتے ہیں کہ قرآن مجید کے کچھ اوراق پانی سے تر ہیں۔ غور کرنے کے بعد پتہ چلا کہ یہ اوراق آپ کے آنسوؤں سے تر ہوئے ہیں نہ کہ پانی سے۔ استاذِ گرامی نے اس پر اپنے ذہین وفطین شاگرد رشید سے استفسار کیا کہ بیٹے قرآن حکیم کی کون سی آیت مبارکہ سے آپ کے دِل میں گرفتگی در آئی اور آپ اس قدر آبدیدہ ہوئے کہ آنسوؤں کی برسات ہونے لگی؟

استاذِ گرامی نے بار بار استفسار فرمایا مگر ہر بار آپ عالمِ سکوت میں ہی مست ومحو رہے۔ استاذِ گرامی آپ کی روحانی صلاحیتوں اور قوتوں کے متعلق کچھ نہ کچھ علم تو رکھتے ہی تھے۔ لیکن انہوں نے حتمی معلومات کے لئے ان پر ذرا سختی سے سوال کیا۔ اس پر بھی آپ مراقبے کی صورت میں مست ومحو بیٹھے رہے اور استاذِ گرامی کی کسی بات کا کوئی جواب نہ دیا۔ پھر استاذِ گرامی نے کچھ اور سختی سے اصرار کیا اور کہا کہ اگر آپ اسی طرح روتے رہیں گے تو اللہ کے کلام کا ضائع ہونے کا خدشہ واحتمال ہے۔ (کیونکہ اس زمانے میں تمام کتابیں ہاتھ سے لکھی ہوئی ہوتی تھیں)

آپ نے یہ سنتے ہی اپنا سر اٹھایا تو آپ کی آنکھوں میں استاذِ گرامی نے وہ جلال دیکھا کہ انہیں فوراً گھبراہٹ محسوس ہوئی اور وہ چپ چاپ مکتب سے باہر تشریف لے گئے۔

قطب ربانی شیر یزدانی " حضرت میاں شیر محمد صاحب علیہ الرحمۃ ایامِ طفولیت میں ہی اس طرح کی باتیں کیا کرتے تھے کہ بڑے بڑے عالم اور دانشور بھی حیران و متعجب ہوئے بغیر نہ رہ سکتے تھے۔ آپ کی عمر ابھی بمشکل چھ سال کے ہی قریب تھی کہ آپ نے روزانہ قبرستان جانا اپنا معمول بنا لیا تھا اور جب آپ کی والدہ ماجدہ ان سے پوچھتیں کہ تم کہاں چلے گئے تھے؟ تو آپ فوراً بتا دیا کرتے تھے کہ میں بزرگوں سے ملنے کے لئے گیا ہوا تھا اور ان کی زیارت کر کے آ رہا ہوں۔

آپ اکثر مسجد میں چلے جاتے، کونے میں بیٹھ کر ذکر اللہ کرنے لگتے اور بار بار اللہ تعالیٰ کا اسمِ ذات، حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا مبارک نام لکھتے جاتے تھے۔ اسی دوران ملنے والوں سے باتیں بھی کئے جاتے تھے اور ذکرِ الٰہی بھی جاری رہتا۔ بچپن میں آپ روزانہ رات کو عشاء کی نماز پڑھ کر لڑکوں کے ساتھ مسجد کی چھت پر چڑھ جاتے اور ذکرِ الٰہی میں مصروف ہو جاتے یہاں تک کہ آپ وجد میں آ جاتے۔ اسی طرح سے آپ نے اپنا بچپن گزارا۔

تعلیم:

قطب ربانی شیر یزدانی حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی تعلیم کے بارے میں کسی بھی تذکرہ نگار نے تفصیل کے ساتھ کچھ نہیں لکھا۔ اگر کسی نے کچھ لکھا بھی ہے تو وہ اس قدر قلیل ہے کہ نہ لکھنے کے برابر ہے۔ تاہم آپ کی تعلیم کے بارے میں آپ کے دربار پر انوار کے گدی نشین فخر المشائخ حضرت میاں جمیل احمد صاحب شرقپوری دام برکاتہٗ اپنی تصنیفِ لطیف میں رقم طراز ہیں کہ: " آپ نے اپنے چچا حافظ حمید الدین کی مسلسل تلقین پر بعض بنیادی کتابیں پڑھ لی تھیں اور فارسی میں مہارت حاصل کر لی تھی۔ عربی کی واقفیت بھی اچھی خاصی ہو گئی تھی لیکن یہ سلسلہ زیادہ دن نہ چل سکا۔ آپ چچا سے ایسے

سوالات کرتے تھے کہ جن کا جواب نہ کتابوں میں تھا نہ چچا کے امکان میں۔ شرقپور کی درسگاہ میں دور دور کے عالم جمع ہوتے تھے، آپ کبھی کبھار ان کی مجلسوں میں جا بیٹھتے۔ عموماً خاموشی سے سنتے رہتے لیکن اچانک کسی دقیق مسئلے پر دخل اندازی کرتے تو سبھی چونک پڑتے۔ آپ اک جملے میں بہت سی ناگفتنیاں گفتنی کر دیتے تھے۔ ان کی چھوٹی سے بات بھی بڑی گرہ کشائی کا سبب بن جاتی تھی۔ آپ چچا سے کسی مسئلے پر الجھتے نہیں تھے بلکہ اکثر یہ ہوتا کہ وہ کوئی سوال اٹھا کے کوئی مسئلہ چھیڑ کر کھڑے ہو جاتے لوگ دیر تک اسی بات میں الجھے رہتے۔ آپ کبھی تفصیل میں نہ جاتے تھے، ان کی باتیں اشارے ہوتی تھیں اور اشاروں میں وہ ایسی بلیغ اور نکتہ آفرین بات کہہ دیتے کہ لوگ ان کی صورت دیکھتے رہ جاتے۔ جس طرح کہ حافظ شیرازی کہتے ہیں:

نگارِ من کہ بمکتب نہ رفت و خط ننوشت
غمزۂ مسئلہ آموز صد مدرّس شد!

بس اس طرح کی ہی کچھ کیفیت قطب ربانی شیر یزدانی حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کی تھی کہ آپ اگرچہ کسی مکتب میں باقاعدہ تعلیم حاصل کرنے کے لئے نہیں گئے تھے اور نہ ہی کسی سے انہوں نے باقاعدہ درسی تعلیم لی۔ لیکن آپ علم لدّنی سے پوری طرح فیض یاب تھے اور کئی علماء وصوفیاء کے استاد ٹھہرے اور بڑوں بڑوں کو آپ نے علومِ ظاہری اور باطنی سے سیراب فرمایا۔

اصل میں آپ علم وادب کے لئے سراپائے جستجو تھے اور ان درسی کتابوں سے آپ کی علمی اور روحانی پیاس بجھ نہ سکتی تھی۔ آپ کچھ ان کتابوں سے سوا چاہتے تھے اور آپ کا مقصود کچھ اور تھا جو علم آپ چاہتے تھے وہ ان کتابوں کا مرہونِ منّت ہرگز نہیں ہوا کرتا۔ بلکہ اس کے لئے کسی ولی کامل کی اک نگاہ ہی کافی ہوتی ہے۔ سو وہ ان پر ہو گئی۔

عہدِ شباب:

قطب ربانی شیر یزدانی حضرت میاں شیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے بچپن کی

طرح جوانی میں بھی تقویٰ وزہد کے پابند تھے۔ بلکہ جوانی میں تو آپ بچپن سے بھی زیادہ یادِ الٰہی میں محو ومستغرق رہنے لگے تھے۔ جنون ومحویت کا یہ عالم ہو گیا تھا کہ اردگرد کی کسی چیز کی آپ کو بالکل خبر نہ رہی تھی اور ہروقت سرشاری کی کیفیت میں ڈوبے رہتے تھے۔

آپ علی الصبح قبرستان چلے جاتے اور سارا دن وہیں محوِ استراحت رہتے۔ آپ کا تمام دن اسی طرح گھر سے باہر ہی گزرتا۔ جس وجہ سے اکثر لوگ آپ کو ''سائیں لوک'' یا ''اللہ لوک'' کے نام سے پکارنے لگ گئے۔ آپ اپنے عہد شباب میں اکثر گم سم اور پھرتے رہتے تھے۔ ایک روایت کچھ اس طرح بھی ملتی ہے کہ:

> ایک مرتبہ آپ ایک مسجد کے دروازے پر آ کر کھڑے ہو گئے اور بلند آواز سے کہنے لگے! اللہ میاں جی! کیا آپ گھر پر ہی ہیں؟ میں اندر آ سکتا ہوں؟ آپ بار بار یہی کچھ دہراتے جاتے تھے جسے سن کر بہت سے لوگ جمع ہو گئے، لوگ آپ کے خاندان کو اچھی طرح سے جانتے تھے، جس لئے انہوں نے مذاق اڑانا بہتر نہ جانا اور ان میں سے ہی کسی نے یہ کہا بھائی جی! مسجد کا دروازہ تو کھلا ہے آپ اندر تشریف لے جائیں۔ میاں صاحب نے بڑی سنجیدگی سے جواب دیا کہ جناب شریعت کا حکم ہے کہ گھر والے کی اجازت کے بغیر گھر کے اندر داخل نہیں ہونا چاہیے۔ پھر آپ کچھ دیر کے بعد مسجد کے اندر تشریف لے گئے۔

تذکروں میں روایت ہے کہ آپ عشاء کی نماز شرقپور شریف میں باجماعت ادا کرتے اور صبح کی نماز حضرت علی ہجویری المعروف داتا گنج بخش علیہ الرحمۃ کے مزار پر پڑھتے تھے۔ ایک عرصہ آپ کا یہی معمول رہا، لیکن یہ پتہ نہیں چل سکا کہ آپ پیدل تشریف لے جاتے تھے یا کہ کسی سواری پر۔ ہو سکتا ہے کہ کوئی سواری استعمال میں لاتے ہوں؟

آپ کے بچپن کی طرح آپ کا عہدِ شباب بھی دیدنی تھا۔ آپ بڑے ہی باحیا اور

شرمیلے واقع ہوئے تھے۔ آپ اس بارے میں کہا کرتے تھے کہ میں اس معاملے میں حضرت سیدنا عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیروی کرنے والا ہوں۔ آپ اپنے جسم کو ہمیشہ ڈھانپ کر رکھتے تھے۔ ایک چادر (چُزی) آپ کے اوپر اوڑھی ہوئی نظر آتی تھی۔ یہاں تک کہ آپ خواتین سے بھی پردہ کرلیا کرتے تھے۔ جب کبھی بھی آپ گھر سے باہر تشریف لے جاتے تو آپ اپنے چہرے کو چھپا لیتے یا چہرے پر پردہ ڈال لیتے (بالکل نو بیاہتا دُلہن کی طرح) گھونگھٹ نکال لیتے۔ جس پر خواتین اکثر آپ کا مذاق اڑایا کرتیں اور ہنستی تھی اور کہنے لگتیں کہ میاں عزیز الدین کے گھر لڑکا نہیں لڑکی پیدا ہوئی ہے۔ جب آپ کے اس رویے کی اطلاع آپ کی والدہ کو پہنچی تو انہوں نے کہا کہ بیٹا! بھلا عورتوں سے کیا پردہ؟ پردہ تو عورتیں کرتی ہیں؟ تو آپ نے فرمایا، امی جان! آپ نے بالکل ٹھیک کہا کہ پردہ تو عورتیں کرتی ہیں اور عورتوں کو پردہ کرنا بھی چاہیے۔ مگر یہ کھلے عام بے پردہ کیوں بیٹھتی ہیں؟ انہوں نے پردہ چھوڑ دیا ہے لہٰذا میں نے سوچا کہ چلو میں ہی ان سے پردہ کرلیتا ہوں۔ آپ کے اس جواب کا اثر یہ ہوا کہ سارے شرقپور میں یہ بات مشہور ہوگئی اور خواتین نے گھروں کے باہر کھلے عام بیٹھنا تک چھوڑ دیا۔ یہ واقعہ آپ کے عنفوانِ شباب کا ہے۔ جس سے پتہ چلتا ہے کہ آپ نے شروع سے ہی لوگوں کو شریعت کی پاسداری کا درس دینا شروع کردیا تھا۔

حُلیہ مبارک ولباس:

قطب ربّانی شیر یزدانی اعلیٰ حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ میانہ قد، گول چہرہ، کشادہ پیشانی، تلوار کی مانند تیکھی ناک، سیدھی آنکھیں درمیانی چھوٹی نہ بڑی اور ہمہ وقت سرخ، دیکھنے والوں کو ایسے لگتا تھا کہ آپ ہر وقت اللہ کے حضور محو و مستغرق ہیں۔ داڑھی گھنی اور کوئی کوئی بال سفید تھا، مونچھیں شریعت کے مطابق کتری ہوئی تھیں، دانت مبارک موتیوں کی مانند سفید تھے اور ان میں تھوڑا تھوڑا خلا بھی تھا، سر بڑا، بال گھنگھریالے تھے، کبھی کانوں تک اور کبھی گردن تک، سینہ چوڑا اور کشادہ، بازو بھرے ہوئے، انگلیاں دراز اور ان کے درمیان درزیں، پاؤں کا ناپ پندرہ انگشت اور رفتار بڑی رواں دواں تھی۔

آپ کو سفید رنگ کا لباس بڑا پسند تھا اور یہی زیب تن کیا کرتے تھے۔ سر پر ٹوپی پہنتے جو کبھی نواڑ کی ہوتی کبھی کپڑے کی، اوپر عمامہ باندھ لیا کرتے تھے۔ اکثر آپ دیسی طرز کا کھلی بانہوں والا کرتہ پہنا کرتے تھے۔ جس کا گریبان سامنے ہوتا تھا، آپ فرمایا کرتے تھے کہ زیادہ لمبا کرتہ، وہ پہنتے ہیں جو خود کو فقیر کہلواتے ہیں اور چھوٹا کرتا دنیادار پہنتے ہیں۔ میں نہ زیادہ لمبا پہنتا ہوں اور نہ زیادہ چھوٹا۔ سفید کرتے کے ساتھ سفید تہبند، ناف کے اوپر باندھا کرتے تھے جو ٹخنوں کے اوپر رہتا۔ کبھی کبھی آپ صدری یا اچکن بھی زیب تن کر لیتے تھے جو نیم بادامی رنگ کی ہوتی اور کبھی اچکن کی طرح لمبا کوٹ بھی پہن لیتے تھے۔

آپ نے ہمیشہ زرد رنگ کے جوتے ہی استعمال کئے، سردیوں میں عام طور پر چمڑے کے موزے بھی پہن لیتے تھے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ زرد رنگ کا جوتا پہننا مستحب ہے۔ آپ سیاہ اور سرخ رنگ کے لباس اور جوتوں سے سخت نفرت کرتے تھے۔ آپ اپنے کاندھوں پر دو لمبے رومال رکھتے تھے۔ ایک سے آپ اپنے ہاتھ منہ پونچھ لیتے اور دوسرے سے آپ مسجد میں داخل ہونے سے پہلے اور مسجد سے آنے کے بعد ہاتھ پاؤں صاف کر لیتے تھے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ مجھے یہ بالکل پسند نہیں ہے کہ باہر کی مٹی مسجد میں جائے اور مسجد کی مٹی میرے جوتوں میں لگ جائے۔ مسجد کا احترام آپ کو اس قدر عزیز تھا۔

آپ کو انگریزی لباس سے سخت نفرت تھی، لوگوں کو اس کے پہننے سے بڑی سختی کے ساتھ منع فرمایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ ایک افسر آپ سے ملاقات کرنے کے لئے آپ کے درِ دولت پر آئے تو آپ نے اس کی قمیض کا کالر پکڑ لیا اور اسے کہا: یہ کیا دودھ دیتے ہیں؟ تمہیں اپنا مشرب بالکل یاد نہیں رہا ہے۔ کیا یہی اسلام ہے؟ آپ کے قول و فعل میں شریعت کی مکمل پاسداری نظر آتی تھی۔ آپ چھوٹی سے چھوٹی اور بڑی سے بڑی بات میں شریعت کا لحاظ رکھتے اور ہر معاملے میں سنت مصطفیٰ ﷺ کو مقدم گردانتے تھے۔

آپ نے لباس کے معاملے میں بھی تمام عمر یہی نصب العین بنائے رکھا، تمام عمر

سنت نبوی ﷺ کے مطابق ہی لباس پہنا اور دوسروں کو بھی یہی تلقین فرمائی۔ آپ نے سخت گرمی کے دنوں میں بھی دو کرتے ہی زیب تن فرمائے۔ کسی نے آپ سے پوچھا کہ دو کرتے پہننے میں کیا حکمت پوشیدہ ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ یہ سنّت نبوی ﷺ ہے۔ میں بھی سنّت نبوی ﷺ کی پیروی کر لیتا ہوں۔

آپ کسی بھی پیمانے سے یہ جانچ لیں آپ کی تمام زندگی سنّت نبوی کے ہی عین مطابق نظر آئے گی۔ اس آخری زمانے میں اسوۂ حسنہ کی اگر مکمل پیروی کہیں دیکھنی مقصود ہو تو پھر آپ حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کی روزمرہ کی زندگی پر ایک نظر ڈال لیں جو ہر لحاظ اور ہر ادا سے حضور پرنور ﷺ کی حیاتِ طیبہ کے عین مطابق ہی نظر آئے گی۔ آپ کی ہر ادا سرکار ﷺ کے فرمان کی ترجمان اور آپ کا ہر فعل سنّت نبوی ﷺ کے عین مطابق اور ہر قول حضور ﷺ کے احکام کے تابع تھا۔

بیعت مُرشد

قرآن پاک کی اس آیۂ کریمہ میں وسیلہ ڈھونڈنے کے حکم کی صراحت موجود ہے۔

یٰاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَ ابْتَغُوْا اِلَیْہِ الْوَسِیْلَۃَ ط الخ

(اے ایمان والو! اللہ سے ڈرو اور اس کی طرف وسیلہ ڈھونڈو) تفسیر رُوح البیان میں اس آیۂ مبارکہ کے تحت میں عربی میں یہ مضمون رقم ہے کہ ''جان لے کہ اس آیۂ کریمہ میں وسیلہ ڈھونڈنے کے حکم کی صراحت ہے، وسیلہ کا ہونا بے شک ضروری ہے۔ کیونکہ وصول الی اللہ وسیلہ ہی سے حاصل ہوتا ہے اور وسیلہ علمائے حقیقت و مشائخ کا ہی طریقہ ہے۔

بقولِ حافظ شیرازی ؎

قطع ایں مرحلہ بے ہمرہِیٔ خضر مکن
ظُلماتست بترس از خطرِ گمراہی !

حضرت بایزید بسطامی قدس سرہٗ فرماتے ہیں کہ جس شخص کا کوئی استاد نہ ہو شیطان اس کا امام ہے۔ اور یہ بھی کہتے ہیں کہ جس درخت کو کوئی نہ لگائے اور خود بخود اُگ آئے اس کے پتے تو نکل آتے ہیں مگر پھل نہیں دیتا۔ اسی طرح جس مرید کا کوئی مرشد نہ ہو جس سے وہ دمبدم طریقہ اخذ کرے تو وہ اپنی آرزو کا عابد ہوتا ہے جو پوری نہیں ہوتی۔ حاصل کلام یہ کہ وصول الی اللہ کے لئے مرشد کامل بہت ضروری ہے۔ جس طرح کہ عارف رومی فرماتے ہیں۔

ہیچکس از نزد خود چیزے نشد
ہیچ آہن خنجرے تیزے نشد

مولوی ہر گز نشد مولائے رُومؒ
تا غلامِ شمس تبریزے نشد

کیونکہ بیعت کرنا سنّت ہے۔ چنانچہ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے حضور رسولِ کریم ﷺ کے دستِ مبارک پر بیعت کی تھی۔صوفیاء کرام اور مشائخ عظام بھی یہی سلسلہ جاری وساری رکھے ہوئے ہیں۔

قطب ربّانی شیر یزدانی حضرت میاں شیر محمد رحمۃ اللہ علیہ کا بھی کچھ ایسا ہی حال تھا اور آپ اپنی روحانیت کے ارتقاء کی خاطر بڑے پریشان اور مضطرب تھے۔ اگرچہ آپ اس وقت بھی صاحبِ کشف وکرامت تھے اور ہر سو آپ کی ان کرامات کا چرچا تھا۔ تاہم آپ اس بلندی سے آگے کی بلندی پر فائز ہونے کے خواہاں تھے۔ بقول مرزا غالب ؎

منظر اک بلندی پر اور ہم بنا سکتے !
عرش سے اُدھر ہوتا کاش کہ مکاں اپنا

اس سلسلے میں یعنی بیعت مرشد کی تلاش میں قطب ربّانی شیر یزدانی حضرت میاں شیر محمد رحمۃ اللہ علیہ اپنے آباؤ واجداد کے پیر خانہ ''حجرہ شاہ مقیم'' میں حضرت پیر سعادت علی شاہ صاحب کی خدمت میں بھی گئے تھے۔لیکن انہوں نے بیعت لینے سے انکار کرتے ہوئے یہ کہا تھا کہ آپ تو خود باکمال شخصیت کے حامل ہیں، ہم بھلا آپ کو کیسے بیعت کر سکتے ہیں؟ لہٰذا آپ کسی اور مرشد کامل کی تلاش کریں جو آپ کو مزید مراتب پر پہنچا دے۔ جب اس بات کا علم اس وقت کے مختلف سجادہ نشینوں کو ہوا تو انہوں نے بھی قبلہ حضرت میاں صاحؒ رحمۃ اللہ علیہ کو بیعت کرنے کے پیغامات پہنچائے۔لیکن آپ نے ان کے ان پیغامات پر کوئی توجہ نہ دی اور آپ رات دن مسلسل کسی مرشد کامل کی جستجو میں سرگرداں رہے۔اس سلسلے کی ایک روایت ''حدیثِ دلبراں'' میں کچھ اس طرح سے رقم ہے

حاجی فضل احمد مونگہ رقم طراز ہیں کہ:

''بقول والد صاحب: سرکار میاں صاحب علیہ الرحمۃ نے ایک مرتبہ ارشاد فرمایا کہ مجھے بیعت کرنے کے لئے ۳۹ اولیائے کرام ہماری مسجد میں تشریف لائے۔ ہر ایک کی خواہش تھی کہ یہ جوان میرے سلسلے میں داخل ہو۔ مگر کسی سے بھی یہ نہ ہوسکا، انہی دنوں حضرت خواجہ میر صادق علی شاہ صاحبؒ مکان شریف والے بھی تشریف لائے ہوئے تھے۔ میں ایک دن مسجد کی محراب میں محوِ خیال تھا کہ مجھ پر رقت طاری ہوگئی۔ ایسے میں آپ نے میرے سر پر ہاتھ رکھا اور اپنے سلسلے میں داخل کرلیا۔ مجھے اپنے جدامجد بابا غلام رسول صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا فیضِ قادری حاصل تھا لیکن حضرت خواجہ امام علی شاہؒ علیہ الرحمۃ کی نسبت مجھے کھینچ کر ادھر لے گئی۔''

انہی دنوں قطب ربانی شیر یزدانی رحمۃ اللہ علیہ کا رابطہ حضرت بابا امیر الدین رحمۃ اللہ علیہ سے ہوگیا اور انہوں نے آپ کو بیعت کرلیا۔ اس طرح آپ نقشبندی سلسلے سے منسلک ہوگئے۔ نقشبندی سلسلہ بڑی وسعت رکھتا ہے جو مجدد الف ثانیؒ، خواجہ باقی باللہ، بہاؤ الدین نقشبندؒ، ابو الحسن خرقانیؒ، بایزید بسطامیؒ اور سلمان فارسیؒ جیسے نامی گرامی بزرگوں سے ہوتا ہوا حضور نبی کریم ﷺ کے جانشین حضرت صدیقِ اکبر رضی اللہ عنہ تک پہنچتا ہے۔

بیعت کرنے کے بعد آپ کے مرشد باکمال نے تصوف کے تمام مدارج طے کرا دیئے اور انہیں خلافت بھی عطا کردی۔ حضرت قبلہ میاں صاحب علیہ الرحمۃ شروع شروع میں اپنے پیر و مرشد سے خلافت لینے سے انکار کرتے رہے اور ہرگز نہ مانتے تھے مگر یہ اُن کے پیر و مرشد کا حکم تھا، بھلا کب تک بات نہ مانتے؟ بالآخر انہیں خلافت قبول کرنا پڑی۔

آپ کے پیر و مرشد حضرت بابا امیر الدین علیہ الرحمۃ اپنے مرید حضرت قبلہ میاں

صاحب کے ہاں شرقپور شریف جب تشریف لاتے تو ان کے ہاں کئی کئی ماہ قیام پذیر رہتے۔ جو کہ ضلع شیخوپورہ کے گاؤں کوٹلہ شریف میں رہائش رکھتے تھے۔ بیعت ہونے کے بعد جناب قبلہ میاں صاحب کا یہ معمول بن گیا تھا کہ آپ اکثر اپنے پیر و مرشد کے ہاں کوٹلہ شریف جاتے اور روحانی فیض کا اکتساب کرتے۔ چونکہ حضرت بابا جی صاحب علیہ الرحمۃ پر حضرت خواجہ امام علی شاہ (حضرت بابا امیر الدین کے مرشد) کے نسبت کو آپ پر غلبہ حاصل تھا جس لئے آپ اکثر اپنے پیر و مرشد کے ساتھ مکان شریف بھی تشریف لے جایا کرتے تھے۔

میاں صاحب کا خطاب:

جناب ملک ثناء اللہ اعوان صاحب ایڈیٹر ماہنامہ مجلّہ ''حضرت کرماں والا'' کے الفاظ میں:

''سردی پورے عروج پر تھی..... بارش کے ساتھ خنک ہوا نے سردی کی شدت میں اور اضافہ کر دیا تھا..... بابا امیر الدین علیہ الرحمۃ حسب معمول شب بیداری ور ذکر و فکر میں مشغول تھے..... گرم چائے کی تاوار قریب ہی موجود تھی مگر سرد ہوا چلنے کی وجہ سے سرد ہو چکی تھی بابا صاحب علیہ الرحمۃ نے اپنے محبّ و مراد ''شیر محمد'' سے چائے گرم کرنے کے لئے کہا..... انہوں نے جائزہ لیا تو معلوم ہوا کہ آگ جلانے کے لئے لکڑیاں اور کوئلہ وغیرہ کچھ نہیں ہے...... ادھر بابا صاحب کی طرف سے چائے کے لئے آواز آئی تو انہوں نے دستار پھاڑ کر جلائی اور بابا صاحب علیہ الرحمۃ کی خدمت میں گرم چائے پیش کر دی..... تھوڑی دیر کے بعد چائے پھر ٹھنڈی ہو گئی اور بابا صاحب علیہ الرحمۃ نے گرم کرنے کے لئے کہا..... تو محبت شیخ میں

سرمست مریدِ باکمال نے اپنا کرتہ جلا کر چائے گرم کر دی ......
باباصاحب رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے خادم محمد دین سے پوچھا...... آج
چائے کس نے بنائی ہے؟ اس کا مزہ ہی کچھ اور ہے...... اور......
رنگ بھی کچھ اور ہے...... خادم نے عرض کیا۔ حضور آج ''شیر محمد''
آپ کی خدمت کر رہے ہیں۔ فرمایا...... انہیں بلا کر لاؤ...... عرض کیا!
حضور! وہ تو کپڑوں کے بغیر صف لپیٹے ڈیوڑھی میں پڑے ہوئے ہیں
...... بابا صاحب رحمہ اللہ نے کپڑوں کے بارے میں پوچھا تو
محمد دین نے عرض کیا...... ہمارے ہاں لکڑی یا کوئلہ وغیرہ کچھ نہیں تھا
...... اس لئے انہوں نے اپنے تمام کپڑے پھاڑ کر چولہے میں جلا
دیئے ہیں اور آپ کے لئے چائے بہر صورت گرم رکھی ہے ......
بابا امیر الدین وجد میں آ گئے...... دوڑتے ہوئے ڈیوڑھی کی طرف
گئے اور میاں صاحب کو سینے سے لگا لیا...... اور جوش و محبت کے ساتھ
فرمایا...... تم تو میاں صاحب ہو...... تم تو میاں صاحب ہو......
اور پھر زمانے بھر میں حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ
کی دھوم مچ گئی۔''

جناب قطبِ ربّانی شیر یزدانی حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو یہ میاں صاحب کا نورانی خطاب آپ کے پیر و مرشد حضرت خواجہ بابا امیر الدین رحمۃ اللہ علیہ نے تفویض فرمایا۔ آج تک آپ کا پورا خاندان یہی نورانی اور اعزازی خطاب استعمال کر رہا ہے اور کرتا رہے گا۔

احترامِ پیر و مُرشد:

قطب ربانی شیر یزدانی حضرت میاں شیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ اپنے دادا پیر و مرشد حضرت خواجہ امام علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کا بے احترام کرتے تھے، آپ کو ان سے بڑی

عقیدت و محبت تھی۔ حضرت خواجہ امام علی شاہؒ کا مسکن مکان شریف ضلع گورداسپور کی ایک بستی میں تھا، یہیں پر حاجی شاہ حسین علیہ الرحمۃ بھی مدفون ہیں۔ آپ اس جگہ اور بستی مکان شریف سے اس قدر محبت وعقیدت رکھتے تھے کہ بیعت کے فوراً بعد آپ اپنے پیر و مرشد بابا امیر الدین رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ وہاں پر پہنچ گئے۔ آپ صرف عرس کے موقع پر ہی نہ جاتے تھے بلکہ عرس سے ہٹ کر بھی سال میں دو تین چکر لگایا کرتے تھے اور آپ کے ساتھ آپ کے عقیدت مندوں کی بھی ایک کثیر تعداد ہوا کرتی تھی۔ خیال کیجئے کہ اس زمانے میں وہ راستہ کیسا دشوار ہوگا؟ شرقپور شریف سے گورداسپور تک ایک طویل سفر تھا مگر آپ بڑی خوشی اور ذوق وشوق سے یہ راستہ طے کر لیتے تھے۔

تذکروں میں مرقوم ہے کہ جب بھی آپ اپنے دادا پیر و مرشد حضرت خواجہ امام علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ کے مزار اقدس پر حاضری کے لئے جاتے تھے تو آپ اس گاؤں کی دھول تک کو چوما کرتے اور وہاں کے ہر باسی کا بڑا ادب واحترام کرتے۔ آپ کے دادا پیر و مرشد کے صاحبزادگان اگرچہ آپ کا بڑا احترام کیا کرتے تھے مگر آپ جب بھی تشریف لے جاتے تو ان کے پاس بہت کم بیٹھتے تھے، خیال یہ ہوتا تھا کہ مبادا کہیں مرشدِ کامل کے ان صاحبزادوں کے حضور کوئی بے ادبی سرزد نہ ہو جائے۔

اس وقت ایسا لگتا کہ جیسے یہ صاحبزادے ہی آپ کے اصل پیر و مرشد ہیں۔ اس قدر تعظیم وتکریم سے یہی دکھائی دیتا تھا۔ قطب ربانی شیر یزدانی حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ نہ صرف اپنے پیر و مرشد کے ان صاحبزادگان سے اس قدر عزت وتکریم اور ادب و احترام سے پیش آتے بلکہ مکان شریف کی بستی کے در و دیواروں سے بھی ادب سے لپٹتے اور روتے تھے۔ آپ جتنے روز بھی مکان شریف میں رہتے اکثر آپ بستی سے باہر نکل جاتے اور کسی ایسے عمر رسیدہ شخص کو تلاش کرتے کہ جس نے حضرت خواجہ صاحبؒ کا دیدار کیا ہو اور اگر کوئی ایسا شخص مل جاتا تو پھر آپ اس سے حضرت خواجہؒ کے متعلق پوچھتے اور اس قدر والہانہ انداز سے پوچھتے کہ دیکھنے والا ورطۂ حیرت میں ڈوب جاتا کہ آپ اس قدر

اپنے دادا پیر کی قدرومنزلت کرتے ہیں۔

روایت ہے کہ ایک دفعہ اسی مقصد کے پیش نظر آپ گاؤں سے باہر گھوم رہے تھے کہ آپ نے ایک عمر رسیدہ سکھ کو کھیتوں میں کام کرتے دیکھا۔ آپ نے فوراً اس بزرگ سکھ سے پوچھا کہ آیا تم نے حضرت خواجہ علیہ الرحمۃ کا دیدار کیا ہے؟ اس نے جواب میں کہا کہ ہاں میں نے ان آنکھوں سے کئی باران کے درشن کئے ہیں۔ اس کے منہ سے یہ الفاظ نکلتے ہی آپ دوزانو ہو کر بڑے ہی مؤدب طریقے سے اس کے سامنے بیٹھ گئے، وہ سکھ بھی اپنا کام دھندا چھوڑ کر آپ کے بالمقابل آ بیٹھا۔ آپ نے فوراً اس کی آنکھوں کو چوما اور فرمایا کہ یہ آنکھیں کس قدر مبارک ہیں کہ جنہوں نے حضرت خواجہ صاحب علیہ الرحمۃ کے رخ پرانوار کے درشن کئے ہیں۔

سکھ نے میاں صاحب علیہ الرحمۃ کو بتایا کہ میں اپنے والد کے ہمراہ کئی بار حضرت خواجہؒ کی بارگاہ میں حاضر ہوا تھا۔ میرا والد کہا کرتا تھا کہ ہماری فصل (اناج) زمین پر جہاں کہیں بھی پڑی رہتی تھی مجال ہے کہ کوئی جانور یا انسان اس کو چھیڑے، جب تک حضرت خواجہؒ خود اس کا حکم نہ دے دیں۔ آپؒ جب بھی مکان شریف بستی سے کوئی مٹی کا ڈھیلا بھی اٹھاتے تو اس میں سے اللہ اللہ کی آوازیں آتی تھیں۔

اسی سکھ نے یہ بھی بتایا کہ ایک دفعہ میں اور میرے والد حضرت خواجہ صاحب علیہ الرحمۃ کے ہاں حاضر ہوئے تھے تو حضرت صاحب نے میری کمر پر اپنا ہاتھ بھی پھیرا تھا اور ہم بڑے خوش وخرم یہاں سے واپس لوٹے تھے۔

اکثر دیکھا گیا کہ آپؒ جب مکان شریف میں قیام فرماتے تو رات کو گاؤں سے باہر تشریف لے جاتے، روضۂ پرانوار کی طرف منہ کر کے بیٹھ جاتے اور زیرلب کہے جاتے کہ: دیکھو! خواجہ صاحب کا فیضان حاصل ہو رہا ہے۔ خواجہ صاحب کا فیضان حاصل ہو رہا ہے۔

روایت ہے کہ ایک دفعہ حضرت بابا امیر الدین صاحب علیہ الرحمۃ نے حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ کو میر صادق علی شاہؒ کی خدمت میں پیش کیا تو میر صاحبؒ مسکرا کر

کہنے لگے کہ: یہ لڑکا جو آپ لائے ہیں بڑا ہی خوب ہے، اور بڑی استعداد کا مالک ہے، یہ تو اڑنے والا ہے، اگر چہ اس کا ظاہری علم کم ہے مگر کوئی مضائقہ نہیں یہ کمی بھی نہ رہے گی۔ بعد ازاں جب بھی کبھی حضرت بابا صاحب علیہ الرحمۃ حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ کو یاد فرماتے، دن ہو کہ رات، بارش ہو یا کہ آندھی، آپ اسی وقت پیدل چل پڑتے اور اپنے پیر و مرشد کے ہاں پہنچ جاتے۔ صبح ہوتی تو پتہ چلتا کہ کتنے ہی سانپ آپ کے پاؤں تلے آ کر کچلے جا چکے ہیں۔

تذکروں میں ایک روایت یہ بھی ملتی ہے کہ ایک دفعہ حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ اپنے پیر و مرشد حضرت بابا صاحب کے ساتھ کوٹلہ میں واقع ایک تالاب پر نہانے گئے۔ نہانے کے دوران کنوئیں کی چرخی کے چلنے کی آواز سے آپ کو تالاب میں وجد آ گیا اور یہ بھی دیکھنے میں آیا ہے کہ کئی دفعہ آپ علی الصبح مرغ کی آواز (بانگ) پر بھی وجد میں آ جاتے۔ بالخصوص جب کبھی آپ کوئی نعت شریف سنتے یا قرآن پاک کی تلاوت آپ کے ہاں ہوتی تو آپ فوراً وجد میں آ جاتے تھے۔ جب کبھی اس قسم کی صورتحال ہوئی تو حضرت بابا صاحب علیہ الرحمۃ فرماتے کہ میرے عزیز کو سنبھالو! میرے عزیز کو پکڑو۔ ایک مرتبہ چرخی کی آواز سن کر آپ وجد میں آ گئے، جب یہ کیفیت لوگوں نے دیکھی تو آپ کو سنبھالنے کے لئے دوڑے۔ لیکن آپ ان کے ہاتھوں سے چھوٹ پڑتے اور زور زور سے اللہ، اللہ کے نعرے لگانے لگتے۔

آپ اپنے پیر و مرشد حضرت بابا صاحب علیہ الرحمۃ کے ہاں جتنے ایام قیام کرتے، اپنے پیر و مرشد کی خدمت اور چکی پیسنے میں مصروف رہتے۔

قطب ربانی شیر یزدانی حضرت میاں شیر محمد صاحب علیہ الرحمۃ کی عقیدت و محبت جو کہ آپ اپنے پیر و مرشد کے ساتھ رکھتے تھے تذکروں میں ذکر ہے۔ یہ بھی لکھا ہے کہ نہ صرف میاں صاحب علیہ الرحمۃ ہی اپنے پیر و مرشد سے اس قدر عقیدت و محبت رکھتے تھے بلکہ ان کے پیر و مرشد بھی اپنے مرید صادق سے بڑا پیار کرتے اور خصوصی شفقت کا اظہار کیا

کرتے تھے۔ وہ بھی جب تک میاں صاحب علیہ الرحمۃ کو ایک نظر دیکھ نہ لیتے تھے، انہیں بھی چین اور سکون نہ آتا تھا اسی طرح میاں صاحب علیہ الرحمۃ بھی جب تک اپنے مرشد کو ایک نظر دیکھ نہ لیتے بڑے مضطرب اور بے قرار رہتے۔ گویا ؎

دونوں طرف تھی آگ برابر لگی ہوئی

ایک مرتبہ کا ذکر ہے کہ جمعۃ المبارک کے روز آپ اپنے پیر و مرشد کے ہاں موجود تھے اور آپ اس وقت مسجد کی چھت پر تھے (جہاں پر ایک حجرہ تھا) جب جمعۃ المبارک کی اذان ہوئی اور جناب قبلہ میاں صاحب علیہ الرحمۃ نماز کے لئے مسجد میں نیچے تشریف لائے تو انہیں وہاں مسجد میں اپنے پیر و مرشد کہیں دکھائی نہ دیئے۔ (وہ ابھی تک مسجد کے حجرہ میں ہی تھے) آپ حجرہ میں گئے، سلام پیش کیا اور عرض کی کہ حضور! جمعہ کی اذان ہو گئی ہے، آپ ابھی تک حجرہ میں ہی بیٹھے ہوئے ہیں۔ ایسے میں بھلا ہم مرید کیا کریں اور کدھر کو جائیں؟

یہ ہیں مرید صادق اور یہ ہیں مُرشد کامل۔ دونوں کو شریعت کا کس قدر پاس اور احساس ہے؟ دن ہو یا رات کوئی دقیقہ کوئی ساعت ایسی نہیں کہ جس میں شریعت اور سنت رسول ﷺ پیش نظر نہ ہو، جب میاں صاحب علیہ الرحمۃ نے اپنے مرشد سے کہا کہ حضور! جمعہ کی نماز کی اذان ہو چکی ہے اور آپ ابھی تک حجرہ ہی میں بیٹھے ہوئے ہیں؟ تو آپ کے مرشد نے فرمایا: بیٹے! آج کے بعد اذان ہو جانے کے بعد آپ مجھے کبھی بھی حجرہ میں نہ پائیں گے بلکہ میں آپ کو مسجد کی پہلی صف میں ملا کروں گا۔

خلافتِ مُرشد:

اس میں کوئی شک نہیں کہ آپ قبلہ میاں شیر محمد صاحب علیہ الرحمۃ مادرزاد ولی تھے اور آپ کی پیدائش سے تقریباً ایک صدی پہلے ہی ان کی ولادت کے بارے میں ایک ولیٔ کامل نے پیشن گوئی بھی کر دی تھی اور وقتاً فوقتاً بعد میں بھی مختلف صوفیہ کرام اور مشائخ

عظام نے بیانات دیئے تھے کہ یہ بچہ پیدائشی ولی ہے۔ تاہم پھر بھی آپ کے روحانی ارتقاء کے لئے کسی مرشد کامل کی ضرورت تھی۔ جن کی معیت میں سلوک کی منازل طے ہوں اور روحانیت میں راہنمائی حاصل ہو۔ کیونکہ مرشد کے بغیر ارتقائی منزل ناپید ہے: بقول سید وارث علی شاہ:

بناں مرشداں راہ نہ ہتھ آوندے
دُدّھاں باجھ نہ رجھدی کھیر میاں

آپ کے مرشد حضرت بابا امیر الدین علیہ الرحمۃ نے آپ کی روحانی صلاحیتوں کو نکھارنے کے ساتھ ساتھ آپ کے دل میں ذکر وفکر کے روشن چراغ کو خوب جِلا بخشی اور اس کی روشنی چہار سو پھیلنے لگی۔ یہ آپ کے مرشدِ کامل کا ہی فیض تھا کہ آپ نے بڑی سرعت سے اسم ذات، حبسِ دم، مراقبہ نفی اثبات اور دیگر روحانی اشغال میں اعلیٰ درجات حاصل کر لئے۔ بعد ازاں مرشدِ کامل کی راہنمائی سے سلوک و وظائف کی منازل بھی طے کر لیں۔

مفتاح اللطائف میں مرقوم ہے کہ:

"سالک کی سات منازل ہوتی ہیں، ارواح بھی سات، انسانی وجود میں نفس بھی سات، جسمِ انسانی میں جواہر بھی سات، افلاک بھی سات، زمین کے طبقات بھی سات، اقالیم بھی سات، صفاتِ ایمان بھی سات، بیت اللہ کے طواف بھی سات، ولائتیں بھی سات اور سلسلہ نقشبندیہ بھی سات، یاد رہے کہ ان کے رنگ جدا جدا ہوتے ہیں۔ اب ہوتا یوں ہے کہ انسان جس منزل کو طے کرتا ہے وہ اسی رنگ کے نور کے اثرات اپنے دل پر پاتا ہے۔"

یہاں پر یہ بات اس لئے رقم کی گئی ہے کہ ان دنوں حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ کے دل پر مختلف رنگوں کا القا ہوتا تھا۔ اور آپ اسی رنگ میں اللہ کے نام کا ڈیزائن تیار

کر لیتے اور اسی طرح آپ وحدانیت اور اللہ کریم کے حمد یہ اشعار بھی بڑی خوبصورتی سے لکھا کرتے تھے جو کہ فنِ خوشنویسی کا نادر اور اعلیٰ ترین نمونہ ہوا کرتے تھے۔

یہ دور وہ دور ہے کہ جب آپ حضرت غوثِ اعظم علیہ الرحمۃ کا مشہور زمانہ ختم گیارہویں شریف بڑے جوش وخروش اور بڑی عقیدت واحترام سے دلوایا کرتے تھے۔ آپ بڑی محبت اور عقیدت سے مختلف رنگوں کی قندیلیں بھی بنواتے اور مسجد میں مناسب جگہوں پر خود آویزاں کرتے۔ نیز آپ کے اشعار اور قطعات بھی اسی طرح مسجد میں جگہ جگہ آویزاں ہوتے تھے۔ یہ سارے کام آپ خود اپنی ذاتی محبت وتوجہ سے سرانجام دیا کرتے تھے۔ جبکہ اس وقت آپ کے عقیدت مندوں اور چاہنے والوں کی اچھی خاصی تعداد ہمہ وقت آپ کی خدمت میں حاضر رہا کرتی تھی۔

آپ اکثر نعتیہ محفلیں بھی منعقد کروایا کرتے تھے، اور ان محفلوں میں بابا امام دین زرگر، حاجی نوردین مونگہ، امام دین سرمہ اور میاں غلام محمد کنی باف آپ کے مشہور نعت خواں تھے جو اس زمانے میں بڑی شہرت رکھتے تھے۔

مشہور ہے کہ جب آپ کے ہاں نعت خوانی کی محفل منعقد ہوتی تو آپ پر وجدانی کیفیت طاری ہو جاتی تھی۔ کئی مرتبہ ایسا بھی ہوتا کہ قندیلیں ٹوٹ جاتیں، صفوں کو آگ لگ جاتی اور چادریں بھی جل جاتیں۔ اکئی دفعہ آپ معمولی زخمی بھی ہو جایا کرتے تھے۔ آپ کے ہاں ایک خاص نعتیہ محفل بھی منعقد ہوا کرتی تھی۔ جس میں صرف حضور ﷺ کے حلیہ مبارک سے متعلق اشعار پڑھے جاتے تھے۔ تمام حاضرین وسامعین اپنی آنکھیں بند کر کے یہ اشعار سنا کرتے تھے۔ ایسے میں یوں محسوس ہوا کرتا تھا کہ جیسے تمام سامعین و حاضرین آپ ﷺ کے دیدار مبارک کا شرف حاصل کر رہے ہیں۔

انہی ایام میں حضرت بابا امیر الدین علیہ الرحمۃ حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ کے شب وروز اپنی معیت میں گزار رہے تھے اور ان پر آپ کی خصوصی توجہ تھی۔ انہوں نے تصوّف کی ابتدائی منازل طے کراتے ہوئے شدّت سے یہ محسوس کر لیا تھا کہ بچہ بڑا

سعادت مند، بلند بخت اور بڑا تیز اڑنے والا ہے۔ یہی وہ تمام عوامل تھے جن کو پیش نظر رکھتے ہوئے آپ کے پیرو مرشد حضرت بابا صاحب علیہ الرحمۃ نے آپ کو خلافت عطا فرما دی اور یہ حکم صادر فرمایا کہ آج سے آپ رشد و ہدایت کا آغاز کر دیں۔ آپ کی خلافت کے بارے میں مشہور ہے کہ جب آپ کے مرشد حضرت بابا امیر الدین علیہ الرحمۃ نے باقاعدہ خلافت نامہ تحریر کیا اور آپ کو اپنا خرقہ بھی عطا فرمایا تو آپ چند روز تو بالکل خاموش رہے اور پھر ایک روز موقعہ غنیمت جانتے ہوئے اس بار کو اٹھانے سے معذرت کر لی۔ کیونکہ آپ میاں صاحب علیہ الرحمۃ خود کو اس مرتبت کا اہل نہیں گردانتے تھے۔ کیونکہ یہ وہ بارِ امانت تھا کہ جسے فرشتوں نے بھی اٹھانے سے انکار کر دیا تھا۔ بقول حافظ شیرازی ؎

آسماں بارِ امانت نتواں نست کشید
قرعہ فال بنامِ منِ دیوانہ زد ند

پھر کوئی اڑھائی سال کے عرصے کے بعد حضرت بابا صاحب علیہ الرحمۃ نے آپ کو بلایا اور فرمایا: میں جو کہنے والا ہوں اس پر غور کرو، اسی میں تیری فلاح ہے۔ جو کچھ تیرے پاس ہے لوگوں میں بانٹ دے، اس میں بخل کرنا گناہ ہے، میں تجھے جہاں جانے کا حکم دیتا ہوں وہاں جا اور لوگوں کی خدمت کو اپنا معمول بنا۔ اگر تو مجھے اپنا مرشد تسلیم کرتا ہے تو پھر میری بات بھی مان۔ جس طرح کہ عارف رومی فرماتے ہیں: ؎

چوں گرفتی پیر ہم تسلیم شو
ہمچوں موسیٰ زیرِ حکمِ خضر رَو

قطبِ ربّانی شیر یزدانی حضرت میاں شیر محمد علیہ الرحمۃ کبھی کبھی اپنے اس بارِ امانت (خلافت) کے متعلق فرمایا کرتے تھے کہ ”بابا صاحب نے مجھے کیا دیا، دہکتے ہوئے کوئلوں اور انگاروں کا ٹوکرا (یعنی بارِ خلافت) میرے سر پر رکھ دیا اور میں نے پاسِ ادب کی خاطر بے چون و چرا سر پر اٹھا لیا۔“

اب آپ کے لئے اپنے پیرو مرشد کے حکم کے آگے سرِ تسلیم خم کرنے کے سوا کوئی

چارہ نہ رہ گیا تھا۔ سو آپ کے پیر و مرشد نے آپ کو اپنے ہاتھوں سے خرقۂ خلافت پہنایا اور سر پر پگڑی رکھ دی تو آپ نے اپنے پیر و مرشد کی اسی سندِ خلافت کو سر آنکھوں سے لگایا اور ان کا تشکر ادا فرمایا۔

کہا جاتا ہے کہ جب آپ کے پیر و مرشد نے آپ کو خرقۂ خلافت عطا کیا تو اس کی شہرت پھول کی خوشبو کی طرح چارسُو پھیل گئی کہ شرقپور شریف کے میاں عزیز الدین کے دیوانے بیٹے شیر محمد کو کوٹلہ شریف کے پیر طریقت حضرت بابا امیر الدین علیہ الرحمۃ نے خلافت کی سند عطا کر دی ہے۔ پھر نزدیک و دور سے ہر طرح کے لوگ آپ کو دیکھنے آئے اور شکریہ ادا کرنے لگے۔ شروع شروع میں آپ لوگوں کے ہجوم سے سخت متنفر تھے اور کسی سائل اور طالب سے کوسوں دور بھاگتے تھے۔ اگر کوئی بیعت کرنے کے لئے آپ سے درخواست کرتا تو آپ نہ صرف صاف انکار کر دیتے بلکہ اسے برا بھلا بھی کہتے۔ جب خلقِ خدا نے آپ کا یہ رویّہ دیکھا تو پھر آپ کے پیر و مرشد سے انہوں نے اس کی شکایت کی کہ تمہارا یہ کیسا خلیفہ ہے؟ جو کسی کو بیعت نہیں کرتا اور قریب آنے والوں سے دور بھاگتا ہے۔ اس کے بعد اپنے مرشد کے سمجھانے پر آپ نے اس رویّے کو ترک کر ڈالا اور شرقپور شریف کی مسندِ ولایت سنبھال لی اور خلقِ خدا میں اپنا فیضان بانٹنے میں مصروف ہو گئے۔

جبکہ اس سے قبل آپ کے پاس کوئی شخص مرید ہونے کے لئے آتا تو آپ اسے اپنے پیر و مرشد حضرت بابا صاحب کی خدمت میں پیش کر دیتے تھے۔ لیکن اب ایسا نہ تھا اور لوگ بھی جوق در جوق اس ولی کامل کا دیدار کرنے چلے آتے۔ حضرت بابا جی صاحب کا اعلان تھا کہ میرے اور شیر محمد کے درمیان کوئی فرق نہیں ہے۔ لہٰذا ان سے بیعت کیا کرو۔ دیکھتے ہی دیکھتے آپ کے ہاں لوگوں کا تانتا بندھنے لگا۔ آپ کوئی ان روایتی پیروں کی طرح نہیں تھے جو کہ مریدوں سے صرف اور صرف چراغی لینے ہی کو بیعت تصور کرتے تھے اور ان کے نزدیک بیعت تو محض ایک رسم ہے جبکہ میاں صاحب علیہ الرحمۃ بیعت کے معنی بک جانے کے لیتے تھے۔

آپ نے حضور نبی کریم ﷺ کی رضا کی خاطر لوگوں میں اِصلاحِ نفس کی تربیت اور اخلاص ومحبت کا درس دینے کے لئے بیعت کا سلسلہ شروع کیا تھا۔ یہ آپ کی مخلصانہ مساعی ہی تھی کہ جس سے ہزاروں نہیں بلکہ لاکھوں لوگوں کی اصلاحِ نفس ہوئی اور سینکڑوں لوگ مشرف بہ اسلام ہوئے۔ آپ کی یہ دینی وروحانی تبلیغ نہ صرف مسلمانوں بلکہ غیر مسلموں کے لئے بھی تھی۔ آپ کی محفل میں جو ایک بار آجاتا تھا وہ مکمل طور پر آپ کے حلقۂ ارادت میں داخل ہو جاتا تھا اور پھر کبھی ادھر اُدھر جھانکنے کی جرأت نہ کرتا تھا۔

قطبِ ربّانی شیر یزدانی حضرت میاں شیر محمد علیہ الرحمۃ کا طریقۂ اصلاح دوسرے لوگوں سے بالکل جداگانہ تھا۔ آپ آنے والے ہر شخص کی علمی واصلاحی استعداد کے مطابق اس کی تربیت کیا کرتے تھے۔ آپ لوگوں کی کچھ ایسے انداز سے اصلاحِ نفس فرماتے تھے کہ غیر نمازی، نمازی بن جاتا، چور چوری سے توبہ کر لیتا غرضیکہ بڑے بڑے شریعت کے خلاف چلنے والے بھی اسلام کے سنہری اصولوں کے پابند ہو جاتے اور اپنی زندگی سنت نبوی ﷺ کے مطابق گزارنے کا پکا عزم کر لیتے۔

حضور نبی کریم ﷺ اور سرکارِ بغدادؒ کی زیارت

''حدیثِ دلبراں'' میں حاجی فضل احمد مونگہ رقم طراز ہیں کہ:

''والد صاحب کا کہنا ہے کہ حضرت صاحب قبلہ رحمۃ اللہ علیہ نے ارشاد فرمایا کہ ایک دفعہ میں حسبِ معمول لاہور جارہا تھا سردی انتہا پر تھی، بارش اور آندھی کا طوفان زوروں پر تھا، بجلی کڑک رہی تھی اور اَولے بھی شدت سے پڑ رہے تھے۔ میری طبیعت نے آج جانے سے کچھ گریز کیا۔ میں نے اپنے آپ کو سنبھالا اور کہا کہ شاید آج میری آزمائش کا دن ہے۔'' آپ ارشاد فرماتے ہیں: ''اس روز مجھے سوہنی کا قصہ یاد آیا، جب میں موضع ٹھیکری والا کے قریب پہنچا تو بجلی زور سے کڑک کر گرجی اور ہوا کا شور بڑھ گیا۔ سڑک پر درخت گرنے لگے، سڑک بے آباد تھی، میں ڈر کے مارے سڑک سے باہر نکل گیا۔ غائب سے آواز آئی کہ کیا ابھی تک تمہیں اپنی جان پیاری ہے؟ یہ سُن کر میں دوڑ کر دوبارہ سڑک پر آ گیا۔ بجلی پھر کڑکی، میں پھر سڑک سے باہر چلا گیا، غائب سے پھر آواز آئی، تیسری بار پھر یہی ہوا۔ مجھے اس کے بعد ہوش نہیں رہا کہ کس طرح میں گھر پہنچا اور کون مجھے

گھر لے کر آیا۔ مجھے چارپائی پر لٹاتے تو میں نیچے گر جاتا۔ ایک ہفتہ یہی حالت رہی، اس کے بعد میں نے دیکھا کہ کوئی مجھے اٹھا کر بٹھا رہا ہے۔ جب میں نے آنکھیں کھولیں تو دیکھا کہ حضور نبی کریم ﷺ اور حضرت سرکار غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ تشریف فرما ہیں۔ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے میرا ہاتھ اپنے مبارک ہاتھوں میں لیا اور فرمایا: سنبھلو اور ہوشیار ہو جاؤ، تم سے کام لینا ہے، اس کے بعد میرا ہاتھ سرکار غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ کے ہاتھوں میں دے دیا۔"

اس واقعہ سے پتہ چلتا ہے کہ آپ حضرت میاں شیر محمد علیہ الرحمۃ کو صرف اپنے پیر و مرشد ہی کی جانب سے فیضان حاصل نہیں ہوا بلکہ اعلیٰ ترین ہستیوں نے بھی آپ کو فیضان پہنچایا ہے۔

قطبِ ربّانی اور نسبتِ شیخ:

قطبِ ربانی شیر یزدانی حضرت میاں شیر محمد علیہ الرحمۃ کو اگرچہ حضرت خواجہ بابا امیر الدین رحمۃ اللہ علیہ سے فیضان ملتا تھا۔ مگر آپ اپنے پیر و مرشد کی نسبت سے اپنے دادا پیر حضرت میر صادق علی شاہ صاحب علیہ الرحمۃ سے بھی بڑی عقیدت و ارادت رکھتے تھے۔ تذکروں میں مرقوم ہے کہ ایک دفعہ حضرت پیر صادق علی شاہ صاحب علیہ الرحمۃ (جو کہ حضرت خواجہ امام علی شاہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے صاحبزادے تھے) نے مولانا غلام نبی صاحب کو ایک گھوڑا جھنگ سے لانے کے لئے حکم دیا۔

راستے میں چونکہ شرقپور شریف آتا تھا، جس کے پیشِ نظر مولانا نے رات گزارنے کا ارادہ باندھا۔ آپ جب حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ کے پاس شرقپور شریف پہنچے تو شام ہو رہی تھی۔ جب آپ حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ سے ملے تو میاں صاحب نے بڑی گرم جوشی کا مظاہرہ فرمایا۔ آپ خود فوری طور پر گھوڑے کے لئے

دانے وغیرہ کا انتظام کرنے لگے اور آپ نے مولانا کی خاطر تواضع کے لئے خوب بندوبست کیا۔ جب لوگوں نے میاں صاحب کی طرف سے مولانا کے لئے اس قدر گرم جوشی کا مظاہرہ دیکھا تو بڑے حیران ہوئے کہ آپ مولانا کی خدمت کس محبت وعقیدت سے سرانجام دے رہے ہیں۔

عشاء کی نماز ان دونوں عظیم صوفیوں نے مل کے جماعت کے ساتھ ادا کی اور مولانا کو آپ فرمانے لگے کہ آپ کو آرام کی ضرورت ہے، سو آپ کے آرام کے لئے بستر لگا دیا گیا ہے۔ جب مولانا آرام کے لئے بستر پر محوِ استراحت ہوئے تو آپ قبلہ میاں صاحب علیہ الرحمۃ مولانا کی ٹانگیں دبانے میں مصروف ہو گئے۔ مولانا آپ کے مراتب کو بخوبی جانتے تھے، وہ برابر انہیں منع کرتے رہے مگر آپ اس خدمت پر مصر رہے۔ یہاں تک کہ مولانا محوِ خواب ہو گئے۔ یہاں سے آپ اٹھے اور مولانا کے گھوڑے کی مٹھیاں بھرنے لگ گئے۔ جب مولانا خواب سے بیدار ہوئے تو فجر کا وقت تھا، آپ وضو کے لئے مسجد کی جانب چل پڑے، وہاں پر مولانا نے دیکھا کہ قبلہ میاں صاحب ان کے گھوڑے کی مٹھیاں بھر رہے ہیں تو ان کی حیرت کی انتہا نہ رہی۔ اس پر لوگوں نے انہیں بتایا کہ قبلہ میاں صاحب تو تمام رات آپ کے گھوڑے کی خدمت ہی میں مصروف رہے ہیں۔ مولانا یہ سن کر اپنے جذبات پر قابو نہ رکھ سکے اور ان کی آنکھوں میں آنسو آ گئے۔

فجر کی نماز ادا کرنے کے بعد مولانا نے میاں صاحب سے رخصت ہونے کی اجازت مانگی تاکہ اگلا سفر طے کر سکیں، جو ابھی بہت زیادہ ہے۔ تو قبلہ میاں صاحب علیہ الرحمۃ انہیں الوداع کہنے کے لئے چار میل دور پیدل چل کر گئے۔ کچھ رقم دیتے ہوئے فرمانے لگے کہ آپ یہ رقم میر صادق علی شاہ صاحب کو میری طرف سے پہنچا دیجئے گا اور میرا سلام پیش کر دیجئے گا۔ بعد ازاں میری جانب سے یہ درخواست گزاریئے گا کہ آپ میرے لئے دعا فرمائیں، بڑی مہربانی ہوگی۔"

مولانا غلام نبی صاحب مکان شریف پہنچے تو انہوں نے گھوڑا میر صادق علی شاہ

صاحب کے سپرد کرتے ہوئے بڑی بے قراری سے عرض کیا کہ حضور! سبھی مریدوں نے بڑے اخلاق اور محبت وارادت سے میری خدمت کی لیکن شرقپور شریف کے قبلہ میاں شیر محمد صاحب علیہ الرحمۃ نے ایسی خدمت سرانجام دی ہے کہ کوئی دوسرا کم ہی سرانجام دے سکے گا، کہ میری خدمت کے ساتھ ساتھ انہوں نے گھوڑے کی بھی بڑی کمال کی خدمت سرانجام دی ہیں۔ وہ تمام رات گھوڑے کی مٹھیاں بھرتے رہے، جب مجھے انہوں نے الوداع کیا تو چار میل تک پیدل میرے ہمراہ آئے۔ انہوں نے آپ سے اپنے لئے دعا کی درخواست بھی کی ہے اور آپ کی خدمت میں نذر بھی بھیجی ہے۔

اس پر حضرت میر صادق علی شاہؒ (جو کہ صاحبِ نظر بزرگ تھے) زبردست متاثر ہوئے۔ انہوں نے فرمایا: کہ میاں صاحب نے مکان شریف کے گھوڑے کی مٹھیاں بھری ہیں۔ انہیں سارا جہان مٹھیاں بھرے گا۔

یہاں پر قابل توجہ بات یہ ہے کہ حضرت میر صادق علی شاہ علیہ الرحمۃ نے یہ نہیں فرمایا کہ اس نے میرے گھوڑے کی مٹھیاں بھری ہیں بلکہ یہ فرمایا کہ مکان شریف کے گھوڑے کی مٹھیاں بھری ہیں۔ آپ ان کے طرزِ تخاطب پر غور کریں کہ کیا عجز وانکساری ہے.. یہی وہ چیز ہے کہ جس سے انسان بلندترین مقام پر فائز ہوتا ہے۔

سیّدنا علی ہجویری علیہ الرحمۃ سے حصولِ فیض:

تذکروں میں مذکور ہے کہ قطب ربّانی شیر یزدانی حضرت میاں شیر محمد علیہ الرحمۃ نے اپنی حیاتِ مبارکہ میں ایک عرصہ تک اپنی زندگی کا یہی معمول بنائے رکھا کہ آپ روزانہ عشاء کی نماز کے بعد شرقپور شریف سے لاہور سیّدنا علی ہجویری المعروف حضرت داتا گنج بخش لاہوری علیہ الرحمۃ کے مزارِ پرانوار پر حاضری کے لئے روانہ ہو جاتے تھے۔ نماز فجر وہیں باجماعت ادا فرماتے، فیض حاصل کرتے اور نماز ادا کرنے کے بعد آپ شرقپور شریف تشریف لے آتے۔

یہ بات آپ کی عادتِ شریفہ میں شامل تھی کہ آپ جب حضرت داتا گنج بخش علی ہجویری علیہ الرحمۃ کے حضور حاضر ہوتے تو مسجد کے محراب میں بیٹھ جاتے اور اپنا رخ مبارک لوحِ مزار پرانوار کی جانب کر لیتے۔

روایت ہے کہ ایک دفعہ آپ لاہور میں اندرون بھاٹی دروازہ ٹھہرے ہوئے تھے وہاں سے اپنے عقیدت وارادت مندوں کے ہمراہ رات کے وقت مزار پرانوار پر حاضری دینے کی غرض سے چل پڑے۔ ابھی آپ بھاٹی دروازہ سے تھوڑی ہی دور پہنچے تھے کہ اچانک ایک نورانی شکل وصورت والے بزرگ دربار کی طرف سے آتے ہوئے نظر آئے۔ یہاں تک کہ وہ بزرگ آپ کے بالکل قریب آ گئے، آپ نے بڑے ادب واحترام سے ان سے ہاتھ ملایا اور بڑی دیر تک یہ ملاقات ہوتی رہی۔

بعدازاں حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ نے اپنے عقیدت مندوں کو وہیں سے ہی واپسی کا حکم دے دیا۔ اور یہ سب لوگ اس پریشانی سے کہ میاں صاحب علیہ الرحمۃ نے راستے سے ہی ہمیں کیوں لوٹا دیا ہے۔ حضرت داتا گنج بخشؒ کے دربار لے کر کیوں نہیں گئے۔ بڑے مضطرب ہوئے اور اسی سوچ میں گم ہو گئے کہ حضرت نے پہلے تو ایسا کبھی نہیں کیا۔ آخر اس کی کیا وجہ ہو سکتی ہے؟ بالآخر ایک صاحب دل نے بڑے ادب واحترام سے عرض کیا کہ حضور! کیا آپ اس مخفی راز سے پردہ اٹھانا پسند فرمائیں گے کہ آپ ہمیں حضور داتا صاحب لے کر کیوں نہیں گئے، راستے سے ہی کیوں لوٹ آئے جبکہ اس سے قبل آپ نے کبھی ایسا نہیں۔

آپ اس صاحب دل کی مودبانہ گزارش سن کر مسکرا دیئے اور فرمانے لگے! بیلیو! حضرت داتا صاحب علیہ الرحمۃ ہی سے ملاقات کرنی تھی نا سو وہ راستے میں ہی ہو گئی۔ وہ جو ہمیں راستے میں ہی نورانی شکل وصورت والے بزرگ ملے تھے وہی تو سیّدنا علی ہجویری المعروف حضرت داتا گنج بخشؒ تھے۔ جب آپ خود ہی بنفس نفیس ملنے کے لئے چلے آئے تو پھر بھلا ہمیں مزار پُرانوار پر جانے کی کیا ضرورت تھی؟

روایت ہے کہ ایک مرتبہ قطب ربّانی شیر یزدانی میاں شیر محمد صاحب علیہ الرحمۃ حضرت داتا گنج بخش علیہ الرحمۃ کے مزار پرانوار پر آئے اور آپ نے دیکھا کہ ایک منشی غلام غوث نام کا آدمی (جو کہ قادری سلسلہ میں کسی سے بیعت کر چکے تھے اور یکی دروازہ لاہور میں سکونت پذیر تھے) حضرت داتا گنج بخش علیہ الرحمۃ کے مزار پر بحالتِ مراقبہ مزار کی طرف رخ کر کے بیٹھے ہوئے ہیں۔ ان کے پاس ایک گھڑا پانی کا بھرا دم کیا ہوا ہے اور بہت سے تعویذ رکھے ہوئے ہیں، لوگ ان کے پاس جمع ہیں، کسی کو دم کیا ہوا پانی دے دیتے ہیں، کسی کو تعویذ، لوگوں کا اس قدر ہجوم تھا کہ کسی کی آسانی سے باری ہی نہ آتی تھی۔

جب آپ قبلہ حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ اس کے پاس سے گزرے تو فرمایا: ''ایک خیال داتا صاحب علیہ الرحمۃ کی طرف ایک خیال دِل کی طرف اور ایک خیال ہو اللہ کی طرف تو پھر یکسوئی کسے کہتے ہیں؟ آپ اتنا کہہ کر اس کے پاس سے گزرے ہی تھے کہ منشی صاحب نے مراقبہ توڑ دیا اور آپ کے پیچھے چلتے ہوئے لوہاری دروازہ تک آ گئے، جہاں پھلوں کی دوکانیں اور چند ایک مزارات بھی ہیں اور وہاں عرس ہو رہا تھا۔ اور محفل سماع جاری ساری تھی۔ منشی غلام غوث علی صاحب وہاں آ کر رک گئے۔ وہ عمر میں آپ سے بزرگ تھے۔ جس لئے احترام کے طور پر آپ بھی وہیں ٹھہر گئے۔ اور جلد ہی سازوں کا بجنا بند ہو گیا۔ منشی صاحب وہاں سے بھی آگے کی طرف چل پڑے اور قبلہ حضرت میاں صاحب بھی۔ جب آپ (دونوں) لوہاری دروازے کے اندر بازار میں پہنچے تو پیچھے سے قوالی کی آواز سنائی دینے لگی۔ منشی صاحب پھر لوٹ گئے، وہاں پہنچنے پر پھر سازوں کا بجنا بند ہو گیا۔ منشی صاحب پھر چل پڑے جب دروازہ کے قریب آ گئے تو پھر پیچھے سے قوالی کی آواز سنائی دینے لگی۔ منشی صاحب پھر لوٹ آئے، آپ بھی ان کے ساتھ تھے۔ جب آ کر کھڑے ہوئے تو پھر ساز خاموش ہو گئے۔ قوالوں نے ساز بجانے میں بڑا زور لگایا مگر ان میں سے کوئی آواز نہ نکلی۔

یہ دیکھ کر منشی صاحب قبلہ حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ سے عرض کرنے لگے

کہ یہ سازوں کو بند کر دیا گیا ہے، مجھے ہی کہا ہوتا کہ میں یہاں نہ رکوں، میں نہ رکتا۔ قبلہ میاں صاحب خاموشی سے آگے کی جانب چل پڑے، جب جھنڈا چوک آ گئے تو وہاں دیکھا کہ گندم بِک رہی ہے۔ کوئی تولنے میں مصروف ہے تو کوئی چھاننے میں لگا ہوا ہے۔ چھنا چھنی اور دوسرے شور وغل سے کانوں میں کوئی آواز نہیں پڑتی۔ آپ نے منشی صاحب سے فرمایا! یہ جو کچھ ہو رہا ہے کیا یہ سماع سے کم ہے؟ منشی صاحب نے عرض کیا کہ حضور یہ تو دلیلِ معرفت ہے اور آپ نے میرا عقدہ حل کر ڈالا۔ اس روز کے بعد منشی غلام غوث علی قبلہ حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ کے ہاں آنے جانے لگ گئے۔

سیّدنا علی ہجویری المعروف حضرت داتا گنج بخش علیہ الرحمۃ کے مزار کی مسجد (جو شہید کر دی گئی ہے اور اس کی جگہ ایک نئی تر کی طرز تعمیر کی مسجد حال ہی میں تعمیر کی گئی ہے) مغلیہ طرزِ تعمیر کی حامل تھی اور بیل بوٹوں سے آراستہ و پیراستہ تھی، اسکی تعمیر چوہدری غلام رسول ٹھیکیدار نے خواب میں حضور داتا صاحب کا حکم سن کر کرائی تھی۔ وہ اکثر کہا کرتا تھا کہ میاں صاحب قبلہ نے ہی داتا صاحب سے کہلوا کر "یہ مسجد تعمیر کروائی ہے۔

تذکروں میں مرقوم ہے کہ ایک مرتبہ چوہدری غلام رسول ٹھیکیدار جنہوں نے دربارِ داتا صاحب میں عالیشان مسجد تعمیر کروائی تھی۔ وہ شرقپور شریف میں حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ میاں صاحب ان سے بڑے تپاک سے ملے اور فرمایا کہ میری یہ خواہش تھی کہ میں اس کا دیدار کر سکوں جس نے اس قدر اہتمام سے عظیم الشان مسجد تعمیر کروائی ہے۔ ٹھیکیدار کانوں سے سخت بہرہ تھا اور بڑی مشکل سے کوئی بات سنتا تھا۔ چنانچہ میاں صاحب علیہ الرحمۃ کی آہستہ آواز ہی میں اس نے بات سن لی اور کہنے لگا، حضور! اس وقت نہیں دیکھا تھا؟ جب حضور داتا صاحب علیہ الرحمۃ نے آپ کی موجودگی میں مجھے حکم دیا تھا کہ عالیشان مسجد تعمیر کرو۔ پھر اس نے یہ تفصیل بیان کی کہ میں اپنی کوٹھی میں رات کو محوِ خواب تھا اور میں نے خواب ہی میں دیکھا کہ حضور داتا صاحبؒ والی چھوٹی سی مسجد میں جمعہ کی نماز پڑھائی جا رہی ہے۔ لوگوں کی بھیڑ اس قدر تھی کہ توبہ، توبہ۔

نمازی باہر تک بھی پورے نہ آتے تھے۔ اسی صورتحال کو دیکھتے ہوئے حضور داتا صاحب علیہ الرحمۃ نے مجھے فرمایا تھا کہ غلام رسول دیکھ اور سن کہ میاں صاحب کیا کہہ رہے ہیں؟

یہ کہہ رہے ہیں کہ بابا صاحب دیکھو! لوگ جمعہ کی نماز کے لئے کس قدر تنگ ہیں آپ تمام ولیوں کے بابا ہیں اور آپ کی مسجد اس قدر چھوٹی اور تنگ ہے، یہاں پر ایک عالیشان مسجد تعمیر ہونی چاہیے، کیا حضور! اس وقت آپ نے مجھے نہیں دیکھا تھا؟ یہ سن کر قبلہ میاں صاحب علیہ الرحمۃ مسکرائے اور فرمایا ''تینوں ای جاچ ہووے گی۔''

تھوڑی دیر کے بعد ٹھیکیدار غلام رسول نے عرضداشت پیش کرتے ہوئے کہا کہ قبلہ میری حاضری اسی مقصد کے لئے ہوئی ہے کہ میرے لڑکے دین محمد نے ایک طوائف کو اپنی شریک حیات بنالیا ہے اور مجھے اس بات پر بڑا سخت صدمہ پہنچا ہے۔ کیونکہ وہ پہلے بھی شادی شدہ ہے اور آل اولاد والا ہے۔ بس آپ کی توجہ درکار ہے''۔ چودھری غلام رسول ٹھیکیدار اپنی عرض سنا کے چلے گئے اور ابھی تھوڑا ہی عرصہ گزرا تھا کہ اس کا لڑکا دین محمد خود حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ کی خدمت میں حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا کہ سرکار! میں اب اس طوائف کو طلاق دے چکا ہوں و راس کے بطن سے میری دو ننھی منی بیٹیاں ہیں اور اس کے خاندان والے یہ لڑکیاں حاصل کرنے کے لئے مجھے بہت تنگ کر رہے ہیں اور انہوں نے کورٹ میں دعویٰ بھی دائر کر رکھا ہے لیکن میں یہ لڑکیاں انہیں دینے کا بالکل خواہش مند نہیں ہوں۔ حضور! میرے لئے دعا کیجئے گا کہ مقدمے کا فیصلہ میرے حق میں ہی ہو جائے۔ تھوڑا ہی عرصہ گزرا ہوگا کہ یہ مقدمہ دین محمد نے جیت لیا اور دونوں لڑکیاں ہمیشہ کے لئے اس کی تحویل میں آ گئیں۔

حضرت میاں صاحبؒ کے معمولات اور عادات وخصائل

قطب ربانی شیر یزدانی حضرت میاں شیر محمد شرقپوری علیہ الرحمۃ کے معمولات کا مطالعہ کیا جائے تو پتہ چلتا ہے کہ آپ نے اپنی ساری زندگی میں کبھی کوئی کام معمولاتِ سنت نبوی ﷺ اور شریعت مطہرہ کے خلاف سرانجام نہ دیا۔ آپ جو بھی کچھ کہتے، جو بھی کرتے اور جو کچھ بھی سوچتے۔ بس ہر مقام پر آپ کے پیش نظر آپ ﷺ کا اسوۂ حسنہ ہی ہوتا۔ آپ سے اپنی ساری زندگی میں کوئی ایک عمل بھی ایسا سرزد نہ ہوا جو سنت نبوی ﷺ کے خلاف ہو۔

قول ہو یا فعل، ان میں تضاد نام کی کوئی چیز نہ ہوتی۔ آپ جو کہتے اس پر خود بھی عمل کرتے اور دوسروں کو بھی اس کی ترغیب دیتے۔ اللہ تعالیٰ کی حمد اور اس کے رسول مقبول ﷺ کی ثنا بڑے اہتمام سے کرتے۔ اور غریب مسکینوں کی مالی امداد بھی دل کھول کے کرتے تھے۔ ہر ایک کی بات بڑے دھیان اور توجہ سے سنتے۔ کسی سے ناراض ہوتے، نہ کسی کو ناراض ہونے دیتے۔ لیکن اگر کہیں شریعت کے خلاف کوئی بات دیکھ لیتے تو آگ بگولا ہو جایا کرتے۔ روزے اور نماز کی خود بھی پابندی کرتے اور دوسروں کو بھی اس

کی پابندی کی تلقین فرماتے تھے۔ دوستوں اور احباب سے گھل مل جاتے۔ راستے میں چلتے ہوئے اپنا سامان خود اٹھاتے۔ چلتے وقت دوستوں کے پیچھے پیچھے رہتے۔ آپ نے کبھی بھی، کسی سے کوئی نذرانہ وغیرہ قبول نہ کیا۔ جب بھی آپ گفتگو کرتے تو بڑی سنجیدگی اور متانت سے بولتے تھے۔ اپنے جوتے خود اپنے ہاتھوں سے پکڑتے۔ بیماروں کی عیادت کے لئے خود تشریف لے جاتے۔ لباس سادہ زیب تن فرماتے جو کہ سنت کے مطابق ہوتا۔ کوئی احتراماً آپ کے لئے کھڑا ہو جاتا تو آپ سخت برہم ہو جاتے، سختی سے اس کی ممانعت کرتے۔ آپ نے کبھی سیاہ و سرخ لباس اور سیاہ و سرخ جوتا نہیں پہنا بلکہ دوسروں کو بھی اس کے استعمال سے منع فرماتے۔ بھلائی کے کام میں تاخیر کے بالکل قائل نہیں تھے اور آپ کے درِ دولت سے کبھی کوئی سوالی خالی نہ جاتا تھا۔ بقول شاعر:

بے آس کدی کوئی سوالی نہ گیا
کوئی وی ایہہ عالی تے موالی نہ گیا

مکّار دغے باز فریبی ظالم
آیا جو ترے در تے اوہ خالی نہ گیا (ڈاکٹر فقیرؔ)

آپ کے درِ دولت پر مرد ہو یا عورت، کوئی سائل کی صورت میں آ جاتا تو اس کی بات بڑے دھیان اور بڑی توجہ سے سنتے، اس کی مشکل کا مداوا بھی فرما دیتے۔ عجز و انکساری آپ میں کوٹ کوٹ کر بھری ہوئی تھی، عام مسلمانوں کے قبرستان اور اولیاء اللہ مزارات پر جانا اور فاتحہ خوانی کرنا ان کا روز مرہ کا معمول تھا۔ بازار جاتے تو نگاہیں نیچی رکھتے، اشیائے ضرورت خود خرید کر لاتے۔

اگر کسی غریب دوکاندار کو دیکھتے تو اس کی مالی امداد کی خاطر اس سے گھٹیا اور بے ضرورت کوئی نہ کوئی چیز خرید لیتے۔ مساجد کی تعمیر میں بڑی دلچسپی لیتے تھے۔ موقعہ و محل کی مناسبت سے پند و نصائح کرنا آپ کی عاداتِ شریفہ میں داخل تھا۔ آپ نے کئی دینی کتابیں پریس سے ذاتی خرچ پر چھپوا کر مفت تقسیم کروائیں۔ اور

بہت سی دینی کتب بازار سے خرید کر بھی لوگوں میں تقسیم کیں۔ خود بھی دینی کتب احادیث، تفاسیر و دیگر کا مطالعہ فرماتے اور دوسروں کو بھی اس کی ترغیب دیتے۔ عام لوگوں کے برابر بیٹھا کرتے، انگریزی طور واطوار سے سخت نفرت کرتے۔ بات بات پر حضور پرنور ﷺ کی سنت کے احیاء کی بات کرتے۔ ہمیشہ حق بات کہتے اور کسی سے نہ ڈرتے۔ کھانا سنّت کے مطابق تناول فرماتے اور دوسروں کو بھی یہی تلقین فرماتے۔

آپ انسانوں کے علاوہ حیوانات پر بھی خصوصی شفقت فرماتے تھے۔ آپ کو حقوق اللہ اور حقوق العباد کا ہمہ وقت خیال رہتا تھا۔ امامت ہمیشہ خود کرتے، اپنے لئے کبھی بھی کسی مرید کو پیر کا لفظ استعمال نہ کرنے دیتے۔ آپ کی جماعت میں ہمیشہ پہلی صف کے لوگ سنّتِ نبوی ﷺ کے حامل ہوا کرتے تھے۔ اگر کوئی دوسرا شخص ایسی جگہ پر آن کھڑا ہوتا تو آپ فوراً اسے پیچھے ہونے کا اشارہ کر دیتے۔

آپ ہمیشہ نماز باجماعت ادا کرتے اور دوسروں کو بھی اس کی تلقین کرتے۔ نماز جنازہ میں خود بہ نفس نفیس شریک ہوتے، اپنے ہاتھوں سے میت کو کفن پہنواتے۔ متوفی کے ورثاء کے ہاں فاتحہ خوانی کرنے خود جاتے اور بیس رکعت تراویح ادا کرتے۔ پنجگانہ نماز کے علاوہ آپ ہمیشہ نماز تہجد، نمازِ چاشت، نمازِ اشراق اور نماز اَوابین باقاعدگی سے پڑھتے۔

ہر نماز کے بعد بآوازِ بلند درود شریف الصلوۃ والسلام علیک یا رسول اللہ پڑھنا آپ کا معمول تھا۔ آپ کے گھر میں کھانا بالکل سادہ پکتا تھا، اگر کوئی مہمان آئے تو قبلہ میاں صاحب علیہ الرحمۃ خود انہیں اپنے ہاتھوں سے سالن وغیرہ تقسیم کرتے، ہر لقمہ کے ساتھ بسم اللہ شریف پڑھتے اور دوسروں کو بھی پڑھنے کی ترغیب دیتے۔ مہمانوں کے ساتھ مل کر کھانا کھاتے، آہستہ آہستہ دیر تک لقمہ چباتے رہتے تاکہ مہمان اچھی طرح کھانا کھالیں، کھانا کھانے کے بعد دُعا ضرور کرتے۔

میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ ہمیشہ شب زندہ دار تھے۔ تہجد کے وقت اٹھ جاتے اور نماز فجر با جماعت ادا کرنے کے لئے کبھی مکان والی مسجد میں تشریف لے جاتے، کبھی دوسری مساجد میں ادا فرماتے۔ نماز فجر ادا کرنے کے بعد حضور اقدس ﷺ پر درود شریف بھیجتے، کچھ نعتیہ اشعار بھی پڑھتے، پھر شماروں پر درودِ خضری پڑھا جاتا۔

صَلَّى اللّٰهُ عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَ اَصْحَابِهٖ وَسَلَّمْ.

درود شریف پڑھنے کے بعد آپ آٹھ رکعت نوافل نماز اشراق ادا کرتے، اس کے فوراً بعد مسجد میں بچوں کو قرآن پاک کی تعلیم دینے میں مشغول ہو جاتے۔ بعد ازاں سورۂ اخلاص کا وظیفہ کرتے اور چاشت کی نماز پڑھتے۔ ان وظائف و اوراد کے بعد آپ عموماً اپنی بیٹھک میں آ جاتے۔ جہاں پر آئے ہوئے لوگوں سے پہلی ملاقات کا سلسلہ شروع ہو جاتا۔ اپنی بیٹھک میں آپ دن کے گیارہ بجے تشریف لاتے تھے۔ یہیں پر مہمانوں سے مل کر کھانا تناول کرتے بلکہ کھانا کھانے کے بعد ہر مہمان سے فرداً فرداً بات چیت کرتے۔ یہاں سے فراغت کے بعد مہمانوں کو آرام کرنے کا کہتے، خود ان کے بچے ہوئے ٹکڑے لے کر کتوں کو ڈالنے کے لئے چلے جاتے۔ پھر کچھ دیر کے لئے سنّت نبوی ﷺ کے مطابق قیلولہ فرماتے۔

دوپہر کے آرام کے بعد آپ لوہاراں والی مسجد میں نمازِ ظہر ادا فرماتے، ظہر کی نماز ادا کرنے کے بعد آپ بیٹھک چلے جاتے۔ وہاں نئے آنے والے مہمانوں سے بات چیت کا سلسلہ شروع ہو جاتا۔ فرداً فرداً سب سے بات کرتے اور ہر ایک کی سنتے۔ عموماً ہوتا یہ تھا کہ کسی سائل کو سوال کرنے کی نوبت ہی نہ آتی تھی کہ آپ فوراً اس کا جواب دے دیتے تھے۔ آپ کے پاس آنے والوں کو اپنا تعارف کروانے کی بھی کوئی ضرورت پیش نہ آتی تھی کیونکہ میاں صاحب علیہ الرحمۃ خود ہی مدّ عا بھی بیان کر دیتے اور مداوا بھی خود ہی کر دیتے تھے۔ آپ کو آنے والوں کی خلوت و جلوت کا ایسے علم ہو جایا کرتا تھا کہ جیسے یہ سب کچھ ان کی آنکھوں کے سامنے ہوا ہو۔ گویا آپ لوگوں کے دلوں کے سربستہ راز تک بھی جان لیتے

تھے۔ نمازِ عصر تک یہی سلسلہ جاری و ساری رہتا، پھر آپ بڑی مسجد میں نماز عصر کی ادائیگی کے لئے تشریف لے جاتے۔ نمازِ عصر ادا فرمانے کے بعد دوبارہ پند ونصائح کا سلسلہ شروع ہو جاتا، حاضرین وسامعین لطف اندوز ہونے لگتے اور دعا کرتے کہ خدایا یہ سلسلہ قائم و دائم ہے۔ یہاں سے کچھ وقت بچتا تو پھر آپ یا تو اپنی ہمشیرہ صاحبہ کے ہاں چلے جاتے یا پھر قبرستان میں فاتحہ پڑھنے کے لئے روانہ ہو جاتے۔

مغرب کی نماز آپ بڑی مسجد میں باجماعت ادا فرماتے۔ نماز کی ادائیگی کے بعد آپ مسجد کی چھت پر بنے ہوئے حجرے میں جا کر عبادت و ریاضت میں مشغول ہو جاتے اور عشاء تک وہیں یہ وظائف واوراد کا سلسلہ جاری رکھتے۔ عشاء کی اذان ہوتے ہی آپ چھت سے نیچے چلے آتے، نماز عشاء کی امامت بھی خود فرماتے۔ نمازِ عشاء کی فراغت کے بعد آپ پھر چھت پر چلے جاتے اور مراقبے میں محو ہو جاتے۔ پھر ختم شریف پڑھتے اور ایصالِ ثواب کرتے۔ دعا سے فراغت کے بعد مریدین اور متوسلین سے رشد و ہدایات کی باتیں کرتے، پھر روٹی کے ٹکڑے پیپر میں لپیٹ کر گھر کی جانب چل پڑتے اور راستے میں کتے پہلے ہی انتظار میں ہوتے، سب کو ٹکڑے ڈال دیتے کہ کوئی کتا بھوکا نہ رہے۔ پھر آپ بیٹھک میں تشریف لے جاتے وہاں کچھ لوگ آئے ہوتے، وہیں آدھا گھنٹہ گزارنے کے بعد اوپر گھر چلے جاتے۔ اپنی والدہ ماجدہ کے ہاتھوں سے دودھ پیتے، جہاں آپ کی والدہ ماجدہ پردے میں بیٹھی ہوئی کچھ خواتین کے مسائل بیان کرتیں، ان کے مداوا کے لئے آپ سے کہتیں۔ آپ ان باپردہ خواتین کو کچھ پند ونصائح کرتے اور ان کے مسائل کے مداوا بھی فرماتے۔ اسی طرح ڈیڑھ گھنٹہ گزر جاتا، بعد ازاں آپ بتی روشن کر کے مطالعے میں مشغول ہو جاتے۔ پھر شب بیداری کا عمل شروع ہو جاتا اور دوسرے دن کی آمد آمد ہونے لگتی۔

جمعۃ المبارک کو آپ کے ہاں مہمانوں کا تانتا بندھا رہتا تھا۔ حاضرین وناظرین

کی تعداد بھی اچھی خاصی ہوا کرتی تھی۔ جس لئے آپ مہمانوں کو صبح ۹ بجے ہی کھانا کھلانا شروع کر دیتے تھے اور ۱۲ بجے کے قریب فارغ ہو جاتے تھے۔ پھر آپ غسل فرماتے اور سنّت بھی گھر میں ہی ادا کرتے پھر مسجد میں تشریف لے جاتے۔ مسجد میں لوگوں کا بے پناہ ہجوم ہوا کرتا تھا۔ سبھی آپ کے انتظار میں ہوتے تھے۔

جب آپ وعظ شروع فرماتے تو تمام حاضرین ہمہ تن گوش ہو جاتے اور بڑے دھیان، بڑی توجہ سے آپ کی ہر بات سنتے اور نکات و رموز پر سر دُھنتے۔ ایسے لگتا تھا کہ آپ کا وعظ سن کر یہ سبھی لوگ عشق رسول ﷺ کے رنگ میں رنگے جا چکے ہیں۔ جب آپ اپنا وعظ شروع کرنے سے پہلے چند جملے بولتے تو آپ کا چہرۂ مبارک لال سرخ ہو جایا کرتا تھا۔ اگر چہ آپ کا وعظ نہایت ہی سادہ ہوتا تھا مگر اسی سادگی میں عجب پرکاری بھی ہوتی تھی، آپ کی ہر بات مدلّل اور پُر تاثیر ہوا کرتی تھی۔

روایت ہے کہ آپ مکان شریف میں کئی روز قیام کرنے کے بعد شرقپور شریف پہنچے تو اسی دن آپ کی ملاقات اپنے علاقے کے مشہور حکیم محمد اسماعیل صاحب کے ماموں عزیز الدین سے ہوئی۔ انہوں نے آپ سے عرض کیا کہ سرکار کب آئے؟ (میاں صاحب اس قسم کے القابات بالکل پسند نہیں کرتے تھے) آپ نے قدرے غصہ میں آ کر فرمایا۔ آیا ہوا تو پچاس، پچپن برس کا ہوں لیکن ابھی تک بن کچھ نہیں سکا۔"

اس کے بعد انہوں نے عرض کیا: "آپ کی طبیعت کا کیا حال ہے؟"

تو اس سوال کے جواب میں آپ نے فرمایا: "ارے بھائی مرنے کے بعد پوچھنا، حال کا پتہ تو تب چلے گا جب دائیں ملایا بائیں۔"

آپ ہمیشہ حقوق العباد کا بڑا خیال رکھتے تھے، اپنے عزیزوں اور رشتے داروں کے ہاں ان کی خبر گیری اور خاطر داری کے لئے اکثر چلے جاتے تھے۔ کبھی کبھار ان کو تحفے تحائف بھی روانہ کر دیا کرتے تھے۔ اگر آپ کے عزیزوں میں کوئی جھگڑا وغیرہ چل پڑتا یا کوئی ایک دوسرے سے ناراض ہو جاتا تو آپ کو بڑی تکلیف ہوتی تھی۔ کئی دفعہ ایسا بھی ہوا

کہ آپ نے اپنی گرہ سے رقم ادا کر کے لین دین کا جھگڑا نمٹا دیا اور دونوں فریقوں میں صلح صفائی کرادی۔ بیان کیا جاتا ہے کہ حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ سنّت نبوی پر بڑی سختی سے کاربند تھے اور آپ نے اپنے خادموں کو اس بات کا پابند کر رکھا تھا کہ جو بھی ان سے ملاقات کے لئے آئے اسے یہ ضرور بتا دیا جائے کہ وہ حجرہ مبارک میں داخل ہونے لگے تو پہلے اپنا دایاں پاؤں داخل کرے، جب بیٹھے تو دوزانو ہو کر بیٹھے۔ میرے آنے پر وہ تعظیماً کھڑا نہ ہو۔ کیونکہ آپ ہمیشہ دوزانو ہو کر بیٹھتے تھے، جب بھی مکان میں داخل ہوتے تو پہلے دایاں پاؤں داخل کرتے تھے۔ آپ کو یہ بات سخت ناگوار گزرتی کہ کوئی بندہ کسی دوسرے بندے کے لئے تعظیماً کھڑا ہو جائے۔

کہا جاتا ہے کہ جب بھی کوئی بڑا زمیندار یا بڑا افسر آپ سے ملنے آتا تو آپ اپنے حجرہ مبارک سے باہر نکل جاتے تھے اور جب وہ چلا جاتا تو پھر واپس آ جایا کرتے تھے۔ ''انقلابِ حقیقت'' میں اسی سلسلے کی ایک روایت بیان کی گئی ہے کہ

''حضرت میاں صاحب نے فرمایا: کہ آپ جانتے ہیں کہ حضرت جبرائیل علیہ السلام وحیہ قلبی کی صورت میں حضور نبی کریم ﷺ کی خدمت اقدس میں کیسے بیٹھا کرتے تھے؟ اور حضور پرنور ﷺ کو خود ربّ العزت نے یہ بیٹھنے کا طریقہ سکھایا تھا۔ گویا یہ تعلیم آداب کی تھی جو میری سمجھ میں آ گئی۔''

آپ مجلس کے آداب کا بڑا خیال رکھا کرتے تھے۔ آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ آنے والا اپنا دایاں قدم پہلے اندر رکھے۔ دوزانو ہو کر بیٹھے اور اپنی نظریں اپنے سینے پر جمائے رکھے۔ لباس کے بارے میں آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ قمیض نہ ہو، کرتہ ہونا چاہیے۔ جوتا سیاہ نہ ہو بلکہ زرد رنگ کا ہو۔ کیونکہ حضور نبی کریم ﷺ زرد رنگ کا جوتا پہنتے تھے۔ ٹوپی یا صرف پگڑی آپ کو ناپسند تھی۔ آپ فرماتے تھے کہ حضور نبی کریم ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے کہ ٹوپی نصرانیوں کا پہناوا ہے اور پگڑی یہود کا، مسلمان آدمی کے لئے دونوں کو پہننے کا حکم ہے۔

کئی بار ایسا بھی دیکھنے میں آیا کہ کسی کی پگڑی سے چوٹی ننگی دکھائی دے رہی ہے تو آپ نے فوراً تنبیہ کی اور ٹوپی منگوا کر اپنے ہاتھوں سے خود پہنا دی۔ ایک دفعہ ایک بوڑھے ساربان کو آپ نے ٹوپی پہنا دی پھر فرمایا کہ میرے اس ٹوپی پہنانے پر بعض لوگ یہ سمجھنے لگے ہیں کہ شاید میں نے خلافت عطا کر دی ہے۔ بھلا مجھے خلافت سے کیا واسطہ! کیا یہ ٹوپی خلافت کی کلاہ ہے؟ میں تو پیروئ سنّت رسول ﷺ کے طور پر لوگوں کو ٹوپی پہناتا ہوں۔

جوتوں کے معاملہ میں بھی آپ اسی طرح بڑا خیال رکھتے تھے۔ اگر کوئی آدمی سیاہ رنگ کا جوتا پہنے آپ کے ہاں حاضر ہو جاتا تو آپ نہ صرف اس کی سرزنش کرتے بلکہ بعض دفعہ تو اسے اپنا جوتا لا کر یا پاؤں سے اتار کر دے دیتے تھے۔ اس طرز عمل پر آپ کئی بار کہا کرتے تھے کہ رسول شریعت تو سکھا دیتے ہیں اگر پیر نے ادب بھی نہ سکھایا تو پھر سکھایا کیا؟ حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ داڑھی منڈوانے والوں کو سخت ناپسند کیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ جمعۃ المبارک کے روز جب اپنے گھر کی بالائی منزل سے نیچے تشریف لائے تو اس وقت مکان میں آپ کے عقیدت مندوں اور ارادت مندوں کا ایک جم غفیر تھا۔ آپ نے اپنی حسبِ عادت داہنی طرف سے میل ملاقات کا سلسلہ شروع کیا، اچانک ایک شخص کے قریب بیٹھ گئے وہ شخص کلین شیو تھا۔ اس پر آپ نے سخت ناراضگی کا اظہار فرمایا اور اس کے منہ پر ایک زوردار طمانچہ رسید کر کے فرمایا: کیا تم مسلمان ہو؟ کیا مسلمان ایسے ہی ہوا کرتے ہیں؟ تمہاری داڑھی کہاں ہے؟

آپ با جماعت نماز ادا کرنے پر بڑا زور دیا کرتے تھے اور آدابِ جماعت کو بھی ہمیشہ پیش نظر رکھتے تھے۔ آپ کہا کرتے تھے کہ نماز اور جماعت اسلام کے اوّلین اصول ہیں، طریقت میں بھی یہ اصول اوّلیت کے حامل ہیں۔

آپ مسجد کی صفیں نہایت تاکید سے سیدھی کرواتے اور بڑے غور سے

مقتدیوں کے قدموں کا بھی جائزہ لیا کرتے تھے اگر کسی نمازی کا پاؤں آگے پیچھے ہوتا تو خود اسے درست کرواتے۔ آپ جماعت کے ساتھ ساتھ مسجد کے آداب کے متعلق بھی اکثر فرمایا کرتے تھے کہ مسجد میں داخل ہوتے وقت پہلے دایاں پاؤں داخل کرنا چاہیے۔ ننگے سر مسجد میں نہیں بیٹھنا چاہیے۔ ہمیشہ دوزانو ہو کر بیٹھنا سنت ہے، اونچی آواز میں گفتگو سخت منع ہے۔ بلاوجہ صفوں کے تنکوں کو توڑنا ممنوع ہے اور خلافِ ادب بھی۔

علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ آستانہ شیر ربّانی رحمۃ اللہ علیہ پر

ارباب تذکرہ نگار اس بات کی گواہی دیتے ہیں کہ حکیم الامت علامہ محمد اقبال نے آستانہ عالیہ شیر ربّانی علیہ الرحمۃ پر حاضری دی تھی۔ علامہ اقبال اور حضرت شیر ربّانی و قطب یزدانی حضرت میاں شیر محمد علیہ الرحمۃ کی یہ ملاقات عوام وخواص میں آج تک مشہور ہے۔ لیکن بعض ناقدین اس واقعے کی شدّت سے نہ صرف تردید کرتے ہیں بلکہ تعصّب اور ہٹ دھرمی سے کام لیتے ہوئے یہاں تک کہہ دیتے ہیں کہ علامہ تو تصوّف کے خلاف تھے۔ علامہ تصوّف کے مخالف تھے مگر اس تصوّف کے جس کا سرچشمہ قرآن وحدیث نہیں۔ اصل میں وہ مسخ شدہ تصوّف کے خلاف تھے۔ انہوں نے اس تصوّف کی مخالفت کی جس کا خمیر عجمی خیالات وفلسفے کی آمیزش سے تیار کیا گیا تھا۔ اسی آمیزش سے ہی خالص اسلامی تصوّف کو گدلا کیا گیا۔ اعجاز الحق قدوسی اپنی تصنیف ''اقبال کے محبوب صوفیاء'' میں لکھتے ہیں:

> ''انہوں نے شیخ محی الدین ابنِ عربی اور حافظ شیرازی کی اس لئے مخالفت کی کہ ان کے مخلصانہ خیال کے مطابق اوّل الذکر نے مسئلہ وحدت الوجود کو فلسفے کی شکل دے کر اسلامی تصوّف کا ایک جزو بنایا۔ اوران کے اس نظریئے کی دل آویزی نے مسلمانوں کے دِل ودماغ

پر اتنا گہرا اثر ڈالا کہ حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ سے پہلے تک اکثر اکابر صوفیاء اسی نظریئے کی رنگینیوں میں گم ہو کر اس سے متأثر رہے۔ شیخ ابن عربی علیہ الرحمۃ سے پہلے تک اکثر اکابر صوفیاء اس نظریئے کی رنگینیوں میں گم ہو کر اس سے متأثر رہے۔ شیخ ابن عربی علیہ الرحمۃ کے فکر رسا نے اس نظریئے کو وہ رعنائی اور توانائی بخشی کہ کسی کو اس کے خلاف مجالِ سخن نہ تھی۔ لیکن شیخ ابن عربی علیہ الرحمۃ اپنی تصانیف میں اس پر مصر ہیں کہ وحدت الوجود کی بنیاد اسلامی تعلیمات پر ہے۔ انہوں نے اپنے اس دعویٰ کے ثبوت میں قرآن وحدیث سے متعدد دلائل پیش کیے ہیں۔ ان کے ہم عصر اور بعد کے صوفیاء نے ان کے اس نظریئے کو نہ صرف قبول کیا بلکہ اپنی تعلیمات کا جزو بنالیا۔"

علامہ اقبال نے نظریہ وحدت الوجود کا ماً خذ افلاطون کے نظریۂ تصورات کو قرار دیا ہے۔ اور اس نظریئے کو مسلکِ گوسفندی سے تعبیر کیا ہے:۔

راہبِ دیرینہ افلاطوں حکیم

از گروہِ گوسفندانِ قدیم

یہی وجہ ہے کہ علامہ اقبال نہایت خلوص سے ان صوفیاء پر تنقید کرتے ہوئے نظر آتے ہیں جنہوں نے افلاطون کے اس فلسفے کو، اسلام کی روح سے بے نیازی کا مظاہرہ کرتے ہوئے، اس دلفریب انداز میں پیش کیا ہے کہ وہ ہمیں عین بہ عین اسلامی تعلیمات کے مطابق دکھائی دیتا ہے۔ اسی لئے وہ اپنے خطبات میں ابن عربی اور حافظ شیرازی کی مخالفت کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ وہ اپنے ایک خط میں اکبر الہ آبادی کو لکھتے ہیں:

"یہاں لاہور میں ضروریاتِ اسلامی سے ایک متنفس بھی آگاہ نہیں۔
صوفیاء کی دُکانیں ہیں، مگر وہاں سیرتِ اسلامی کی متاع نہیں بکتی۔"

اصل میں علامہ اقبال شریعت کے آئینے میں حقیقت کا جمال دیکھنے کے متمنی تھے اور جس کے ہاں انہیں یہ جمال نظر آ جاتا، وہ ان کے والہٗ وشیدا ہو جاتے تھے۔ وہ صوفیاء کرام میں ایسے صوفیاء کرام کے زبردست مداح رہے جنہوں نے ملّتِ اسلامیہ کے جسد میں نئی روح پھونکی۔ احیائے دین کے لئے نئے راستوں کا کھوج لگایا اور مسلمانوں کی دینی اور سماجی زندگی کو آراستہ و پیراستہ کرنے میں بے پناہ خدمات انجام دیں۔ ان کی شعری و نثری نگارشات میں ان بزرگانِ عظام کی مکمل نشاندہی موجود ہے جنہوں نے اسلامی فکر اور اسلامی فلسفے کو اجاگر کیا اور شریعت و طریقت کو ہم آہنگ کرنے کے لئے اپنی تبلیغی جدوجہد کی۔ ایسے ہی صوفیاء کرام میں سے شیرِ ربّانی قطب یزدانی حضرت میاں شیر محمد شرقپوری علیہ الرحمۃ بھی تھے کہ جن سے اقبال متاثر ہوئے بغیر نہ رہ سکے۔

جناب جسٹس جاوید اقبال اپنی مشہور زمانہ تصنیف لطیف ''زندہ رُود'' میں لکھتے ہیں کہ:

''اقبال اپنے محبوب صوفیاء کے مزاروں پر اکثر حاضری دیتے تھے اور علماء و مشائخ کے طبقہ میں جس کسی کی بھی شہرت سنتے، اس کی خدمت میں حاضر ہو کر استفادہ کرتے۔ ان کے مہاراجہ پرکشن شاد کے نام چند خطوط سے ظاہر ہے کہ بعض بزرگ ہستیوں یا مجذوبوں کے متعلق سن کر ملاقات کے شوق میں ان کی خدمت میں حاضر ہوئے۔ اسی طرح ایک دن لاہور سے چند میل کے فاصلہ پر قصبہ شرقپور میں ایک نہایت متقی اور پرہیزگار بزرگ میاں شیر محمدؒ کے متعلق سنا اور ان کی خدمت میں پہنچے۔ میاں شیر محمد علیہ الرحمۃ ہمیشہ احترام شریعت پر اصرار کرتے تھے اور جو کوئی بھی انہیں ملنے آتا تو اسے داڑھی رکھنے کی سخت تاکید کرتے۔ جب اقبال انہیں ملے تو وہ مسجد میں بیٹھے تھے۔ پوچھا کیسے آئے ہو؟ جواب دیا کہ میرے لئے

دعا کیجئے؟ فرمایا تم داڑھی منڈواتے ہو، میں تمہارے لئے دعا نہیں کروں گا۔ اقبال یہ سن کر اٹھے اور مسجد سے نکل کر تانگوں کے اڈے کی طرف چل دیئے۔ اسی اثناء میں میاں شیر محمد علیہ الرحمۃ کے پاس بیٹھے ہوئے لوگوں میں سے کسی نے کہہ دیا کہ یہ اقبال تھے۔ یہ سن کر میاں شیر محمد رحمہ اللہ کی عجیب حالت ہوئی۔"

عبدالمجید سالک تحریر کرتے ہیں:

"مسجد سے نکل کر ننگے پاؤں اڈے کی طرف دوڑے، علامہ تانگے پر سوار ہو ہی رہے تھے کہ یہ آن پہنچے۔ بے حد معذرت کی اور کہا کہ میں عام لوگوں کو داڑھی رکھنے کی تاکید کرتا رہتا ہوں۔ لیکن میرے نزدیک آپ جیسے شخص پر جس نے لاکھوں کروڑوں مسلمانوں کے قلوب میں ایمان اور عمل کے چراغ روشن کر دیئے ہیں، داڑھی کے معاملہ میں سختی کرنا مناسب نہیں۔ اس کے بعد علامہ کے لئے دعا کی اور علامہ مسرور و مطمئن واپس لاہور آئے۔"

جسٹس جاوید اقبال آگے لکھتے ہیں:

"بہر حال اقبال کے مشائخ کے طبقہ میں اہل دل سے ملنے کے شوق سے ظاہر ہے کہ وہ کسی ایسی ہستی کی تلاش میں تھے جو ان پر ایک ہی نگاہ ڈال کر ان کی روحانی تکمیل کر دے۔ جیسے خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ نے شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کو خلوت میں لے جا کر ذکر قلبی کی تلقین کی تھی اور ان کی توجہ سے اسی وقت ذکر قلبی جاری ہو گیا اور شیخ احمد سرہندی نے ایسی حلاوت محسوس کی جو آناً فاناً ترقی کرنے لگی۔ جس کے ذریعے انہوں نے منازلِ سلوک طے کیں۔ ایک نئی نوعیت وطرز سے احیائے دین کا کام مکمل کیا۔ طریقت کو شریعت کے تابع

بنایا۔اور وسائل کو مقاصد تک پہنچایا لیکن اقبال کو اپنی جستجو میں کامیابی نہ ہوئی۔''

''چشمہ فیض شیر ربانی'' کے مصنف علامہ محمد یٰسین قصوری نقشبندی علامہ اقبال اور حضرت میاں شیر محمد علیہ الرحمۃ کی ملاقات کے سلسلہ میں تفصیل سے لکھتے ہیں کہ:

'' علامہ اقبال کے ہاں شعر وسخن کی ایک محفل تقریباً روزانہ منعقد ہوتی تھی۔اس محفل میں پڑھے لکھے لوگوں کے علاوہ ان پڑھ قسم کے لوگ بھی اپنا شوق لے کر حاضر ہوا کرتے تھے۔ایسے میں شیخوپورہ سے حاجی معراج دین (جو اس وقت حاجی نہیں تھے) اپنے چھ دوستوں کے ساتھ اپنی سائیکلوں پر اس محفل میں آ کر لطف اٹھاتے تھے۔

(حاجی معراج دین نے گذشتہ دنوں ۱۱۲ سال کی عمر میں وفات پائی اور آپ اپنی حیات کے آخری لمحات تک صحت مند رہے اور آپ کا جسم بڑا مضبوط تھا۔سیدھی کمر رکھ کے چلتے تھے، ذرا خم نہیں آیا، جنڈیالہ روڈ شیخوپورہ میں ان کی رہائش تھی۔مصنف انوارِ جمیل)

ایک دن علامہ اقبال نے ان نوجوانوں سے پوچھا کہ بیٹا تم لوگ کہاں سے آتے ہو، تم صرف ہماری ہی باتیں سنتے ہو، کبھی اپنی کوئی بات ہمیں نہیں سنائی؟ تو انہوں نے کہا کہ ہمیں تو آپ کے اشعار سننے کا شوق ہے، ہم اپنے اس شوق کی تکمیل کے لئے روزانہ شیخوپورہ سے سائیکلوں پر آپ کے ہاں لاہور آتے جاتے ہیں۔

علامہ اقبال نے فرمایا کہ شیخوپورہ سے؟ جو شہزادہ سلیم (شیخو بابا) نے آباد کیا؟ اور وہیں پر اس نے ایک ہرن مینار بھی بنوایا۔نوجوانوں نے کہا جی ہاں! وہ شیخوپورہ۔تو علامہ اقبال نے کہا اگر میں تمہارے پاس شیخوپورہ دیکھنے کے لئے آؤں تو تم میری کیا مدد کر سکتے ہو؟ تو نوجوانوں نے کہا کہ ہم دیدہ و دل فرش راہ کریں گے۔علامہ نے کہا کہ نوجوانو! میرا یہاں شہری آبادی میں بالکل جی نہیں لگتا، میں چاہتا ہوں کہ کسی ویران گوشے میں اکیلا بیٹھ کر دن رات روؤں۔نوجوانوں نے کہا کہ ناں جی ہم آپ کو رونے نہیں دیں گے۔ہم آپ کی خوب خدمت کریں گے اور آپ ہمیں خوب اچھے اچھے شعر سنائیں گے۔

بہر حال تاریخ اور دن طے ہو گیا، علامہ اس روز بذریعہ ٹرین شیخو پورہ پہنچ گئے اور وہ ساتوں نوجوان ان کے استقبال کے لئے اسٹیشن پر کھڑے تھے۔ لہٰذا انہوں نے کھانے کی کچھ اشیاء بھی ساتھ لیں اور تانگے پر بیٹھ کر علامہ کو ہرن مینار لے گئے۔ وہاں پر بارہ دری میں (بالائی منزل پر) علامہ اقبال نے پانچ دن گزارے اور پانچوں دن مسلسل روتے رہے۔ نوجوانوں نے بہت پوچھا کہ میاں جی آخر آپ کو کیا غم ہے؟ کیا پریشانی ہے؟ تو ان کے زبردست اصرار پر علامہ نے بتایا کہ کیا آپ لوگوں کو پتہ نہیں ہے کہ پندرہ سال ہوئے، لوگوں نے مجھے میرے شکوہ لکھنے پر کافر قرار دیا ہے اور یہ کفر کا فتویٰ آج تک جوں کا توں قائم ہے اور یہی غم میرے اندر ایک گھن کی شکل اختیار کر چکا ہے جو اندر ہی اندر مجھے کھائے جا رہا ہے۔ بس یہی میری پریشانی کا باعث ہے۔

نوجوانوں نے کہا کہ نہیں نہیں آپ کافر کیسے بن گئے، کس نے آپ کو کافر قرار دیا ہے؟ آپ نے پوری دنیا کے مسلمانوں کو بیدار کرنے کا بیڑا اٹھا رکھا ہے۔ کون ہے وہ جس نے آپ کو کافر کہا ہے کچھ ہمیں بھی تو پتہ چلے۔ علامہ نے کہا کہ میرے اپنے ہیں۔ مسلمان ہیں جو مجھ سے ہر لحاظ سے بہتر ہیں۔ اچھائی اور برائی میں امتیاز کرنے کی صلاحیت سے بھی بہرہ ور ہیں۔ اور کون ہیں یہی ہیں وہ لوگ جنہوں نے مجھے دائرۂ سلام سے خارج گردانا ہے، مجھے یہ فکر کھائے جا رہی ہے کہ اگر میں یونہی کافر رہا تو پھر کافر کی باتوں کا کون یقین کرے گا؟ اگر میں مر گیا تو مجھے کون سے قبرستان میں دفنایا جائے گا؟ مسلمانوں کے یا کافروں کے؟ نوجوانوں نے یہ سنا تو کہا آپ ایسا کریں شرقپور شریف تشریف لے جائیں وہاں ایک کامل ولی حضرت میاں شیر محمد علیہ الرحمۃ ہیں۔ ان کی خدمت میں حاضری سے آپ کی یہ پریشانی دور ہو جائے گی۔ علامہ نے کہا کہ ہاں میں نے بھی ان کا نام سن رکھا ہے۔ واقعی وہ ولی کامل ہیں، میں ان کی خدمت میں حاضری ضرور دوں گا۔ علامہ لاہور چلے آئے اور انہوں نے اپنے گہرے دوست سر محمد شفیع (جو رشتے میں حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ کے خالہ زاد تھے) سے اس بات کا تذکرہ کیا اور کہا کہ آپ کے بھائی میاں

صاحب شرقپوری علیہ الرحمۃ سے ملنا چاہتا ہوں۔ اگر آپ مجھے یہ اجازت لے دیں تو بڑی بات ہے۔

سر شفیع نے ایک روز وقت نکال کر حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ سے اس سلسلے میں بات کی مگر میاں صاحب علیہ الرحمۃ نے اقبال سے ملنے سے انکار کر دیا۔ نہ ملنے کی وجہ اقبال کی داڑھی نہ ہونا ٹھہرا۔ ہر چند سر شفیع نے کوشش کی کہ وہ صرف آپ کی قدم بوسی چاہتے ہیں مگر میاں صاحب علیہ الرحمۃ نہ مانے، جب سر شفیع لاہور علامہ کے گھر آئے تو علامہ نے اجازت کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے اجازت نہ ملنے کے متعلق بتا دیا۔ علامہ نے سنا تو رونے لگ گئے۔ اس قدر روئے کہ آنسوؤں سے سارا جسم شرابور ہو گیا۔ سر شفیع سے کہنے لگے کہ دیکھو!

"آپ کوئی منت سماجت کریں، وہ آپ کے بھائی ہیں، انہیں کوئی واسطہ دیں، مجھے یقین ہے کہ وہ آپ کی بات ضرور مان لیں گے اور مجھے شرفِ باریابی بخشیں گے۔"

سر شفیع نے کچھ روز بعد پھر حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ سے ملاقات کی اور علامہ کی ان کے ہاں حاضری کی استدعا بھی کر ڈالی۔ حضرت میاں صاحب نے تھوڑی دیر مراقبہ فرمایا اور پھر ملاقات کی اجازت دے دی۔ اور فرمایا یا وجب جی چاہے علامہ کو یہاں لے آنا۔ سر شفیع نے جب علامہ کو یہ خوشخبری سنائی تو علامہ کا چہرہ خوشی سے کھل اٹھا۔ سر فرطِ عقیدت سے جھک گیا اور آنکھوں میں آنسو آ گئے۔ آپ تو اسی وقت ہی حضرت میاں صاحب کی خدمت میں حاضر ہو جانا چاہتے تھے مگر سر شفیع کی مصروفیات کی وجہ سے اس ملاقات میں دو تین دن کی تاخیر ہو گئی۔

چنانچہ ایک روز بوقت چاشت یہ دونوں بزرگ شرقپور شریف آستانہ عالیہ شیر ربّانی علیہ الرحمۃ حاضری کے لئے جا پہنچے۔ علامہ کو ملکانہ گیٹ ملکاں والے ڈیرے میں ٹھہرایا گیا اور خود سر محمد شفیع حضرت میاں صاحب کی خدمت میں گئے اور عرض کیا کہ حضور! علامہ

صاحب آ گئے ہیں، اگر آپ کی اجازت ہوتو میں انہیں آپ کی خدمت میں پیش کروں؟ آپ نے فوراً ہاں کہہ دی۔ تھوڑی دیر میں علامہ اور سر شفیع بیٹھک میں آ کر بیٹھ گئے۔ ابھی بیٹھے ہی تھے کہ حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ کے نیچے اترنے کی آواز آئی تو دونوں تعظیماً کھڑے ہو گئے۔ میاں صاحب نے آتے ہی فرمایا کہ آج! آج ہم جیسا کون ہے؟ کہ ہمارے ہاں اقبال آیا ہے، آپ نے ایک خادم سے فرمایا کہ حجام کو بلا لاؤ۔ ہماری داڑھی، مونچھیں بھی ان جیسی بنا دے، ہاں ہاں آج اقبال جو ہمارے ہاں آیا ہے۔"

سر محمد شفیع تو اپنی حالت پر قابو پائے بیٹھے رہے مگر علامہ کی رقّت قابو میں نہ رہی اور ان کی آنکھوں سے ساون بھادوں کی جھڑی لگ گئی۔ میاں صاحب نے یہ دیکھتے ہی سر شفیع سمیت تمام لوگوں کو باہر نکال دیا اور علامہ کے کاندھے پر ہاتھ رکھا تو اقبال پرسکون ہو گئے۔ عرض کیا کہ حضور! گناہوں سے نفرت تو بجا ہے لیکن گناہگاروں سے تو روا نہیں ہے۔ ہم تو اہل درد ہیں اور پہلے ہی سے مایوسیوں کے مارے ہوئے ہیں۔ اگر آپ نے بھی ہمیں ٹھکرا دیا تو ہمارا ٹھکانہ کہیں نہ ہوگا!

حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ ہاں! آپ ٹھیک کہتے ہیں اور علامہ کا بازو کھینچ کر اپنے قریب کر لیا۔ علامہ کی آنکھیں پھر اشکبار ہو گئیں اور رندھی ہوئی آواز میں بولے حضور! مجھے کافر بنا دیا گیا ہے آپ مسلمان بنا دیجئے۔ حضرت میاں صاحب نے فرمایا: اقبال! خدا کی رحمت رونے والوں کو بے حد پسند کرتی ہے۔ گھبرائیں نہیں آپ مسلمان ہیں، مسلمان ہی رہیں گے۔ آپ کو کافر کہنے والے تمہارا نام عزت و احترام سے لیں گے۔ منبروں پر تمہارے اشعار پڑھیں گے۔ تمہارے جن شعروں کی وجہ سے تم پر کفر کا فتویٰ لگایا گیا ہے وہی اشعار وہ اکثر گنگنائیں گے۔ خدا کی رحمت سے مایوسی کفر ہے۔

رحمتِ حق بہا نمی جوید
رحمت حق بہا نہ می جوید

بعد ازیں علامہ کو لنگر کھلایا گیا، سر محمد شفیع بھی آ گئے، دونوں نے بڑے شوق سے

اپنا اپنا بخرہ لیا۔ حضرت میاں علیہ الرحمۃ نے دعا فرمائی اور اس طرح بڑی محبت و عزت سے دونوں بزرگ آستانہ شیر یزدانی سے رخصت پذیر ہوئے۔ کہا جاتا ہے کہ علامہ نے مندرجہ ذیل شعر اسی واقعے سے متاثر ہو کر کہا تھا اور اس میں مکمل عکاسی بھی موجود ہے۔ مردِ مومن سے مراد حضرت میاں شیر محمد شرقپوری علیہ الرحمۃ ہی ہیں:

نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں
جو ہو ذوقِ یقیں پیدا تو کٹ جاتی ہیں زنجیریں

علامہ کی آستانہ عالیہ شیر ربانی پر حاضری کے بعد ان کی عزت و توقیر میں روز بروز اضافہ ہوتا چلا گیا اور پوری دنیا میں ان کے نام کا ڈنکا بجنے لگا۔ علامہ ۱۹۲۷ء میں حضرت میاں صاحب سے ملے تھے اور ۱۹۲۸ء میں حضرت میاں صاحب کا وصال ہو گیا۔

علامہ کو اکثر اپنے دوستوں اور ملنے والوں سے یہ کہتے سنا گیا کہ کاش! میں بہت پہلے حضرت میاں صاحب کے ہاں حاضری کا شرف حاصل کر لیتا مگر بہت دیر سے ان کے آستانہ پر پہنچا اور ان کے ہاں سے فیضان کی تکمیل نہ کر سکا۔ یہ ایک کامل ولی کی زبان کی تاثیر تھی کہ علامہ کی اس حاضری کے بعد کبھی کسی نے علامہ کو نہ تو کافر کہا اور نہ ہی ان کے کلام کی تنقیص کی گئی، بلکہ ہر مکتبۂ فکر کے لوگ آج بھی علامہ کے اشعار جھوم جھوم کر اسٹیجوں، منبروں اور مجلسوں میں پڑھتے اور اپنے بیانات کو مزین کرتے ہیں۔

کراماتِ میاں صاحب علیہ الرحمۃ

قطب ربانی شیر یزدانی حضرت میاں شیر محمد شرقپوری علیہ الرحمۃ کی بے شمار کرامات ہیں اوران کو احاطۂ تحریر میں لانا جوئے شیر لانے کے مترادف ہے۔ تاہم ان کی چیدہ چیدہ کرامات کا ذکر کیا جاتا ہے۔

پانی کا دودھ بننا:

ایک دفعہ رات کے وقت قطب ربانی شیر یزدانی حضرت میاں شیر محمد شرقپوری علیہ الرحمۃ کے ہاں کچھ لوگ بطورِ مہمان آ کر ٹھہرے، آپ نے ان کی خدمت تواضع کے لئے اپنے خادم کو حکم دیا کہ گھر سے کھانا لے آؤ۔ خادم آپ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے فوراً گھر سے کھانا لے آیا۔ وہ چاول تھے، اور چاولوں پر ڈالنے کے لئے دودھ نہیں تھا۔ بلکہ میاں صاحب کے نزدیک ہی پانی کا پیالہ رکھا ہوا تھا۔ آپ نے وہ پانی سے بھرا پیالہ پکڑ کے چاولوں پر انڈیل دیا اور مہمانوں کو حکم دیا کہ وہ بسم اللہ شریف پڑھ کر کھائیں۔ یہ دیکھ کر مہمان متعجب و حیران تو ہوئے مگر انہوں نے اپنی زبان سے کچھ نہ کہا، کیونکہ یہ بات خلافِ ادب تھی۔ لیکن جب مہمانوں نے وہ چاول کھائے تو سب نے کہا کہ ان چاولوں میں تو دودھ ملا ہے پانی ہرگز نہیں ہے۔

شرقپور شریف میں رہتے ہوئے حج کرنا:

میاں غلام یٰسین فیض پوری کا بیان ہے کہ ایک مرتبہ میں اور عبدالغفور رحمانپوری حج بیت اللہ شریف کے لئے گئے۔ حج پر روانہ ہونے سے پہلے ہم دونوں ہی میاں صاحب علیہ الرحمۃ کے ہاں حاضر ہوئے ہم نے حج کی ادائیگی کے لئے قبلہ میاں صاحب علیہ الرحمۃ سے اپنے ساتھ چلنے کی درخواست کی۔ آپ فرمانے لگے کہ تم چلو اگر میرے اللہ کو منظور ہوا تو میں بھی پیچھے نہیں رہوں گا۔ ہم دونوں اجازت لے کر حج کی غرض سے روانہ ہو گئے۔ حج کے دوران میدانِ عرفات میں اچانک ہم نے میاں صاحب علیہ الرحمۃ کو اپنی آنکھوں سے اچھی طرح دیکھا۔ حج کی سعادت کے بعد جب ہم واپس شرقپور شریف میاں صاحب علیہ الرحمۃ کے ہاں حاضر ہوئے تو تو ہم نے قبلہ میاں صاحب علیہ الرحمۃ کے دوستوں سے استفسار کیا کہ آیا قبلہ میاں صاحب علیہ الرحمۃ بھی حج کے لئے تشریف لے گئے تھے؟ تو انہوں نے کہا کہ آپ تو حج پر تشریف نہیں لے گئے بلکہ یہیں پر ہی نمازِ پنجگانہ کی امامت فرماتے رہے ہیں اور ہم باقاعدہ ان سے ملتے بھی رہے ہیں۔ ہم نے کہا ہم دونوں یہ حلفاً کہتے ہیں کہ ہم نے اپنی ان آنکھوں سے میاں صاحب علیہ الرحمۃ کو میدانِ عرفات میں دیکھا ہے۔ کسی نے یہ سچ ہی تو کہا ہے کہ:

منزل تے پُجدے شوق سفینے فجرے
مِلدے نیں روز یار نگینے فجرے
تاثیر بھراں دو ای پلانگاں ، قسمیں
شاماں نوں میں مکّے تے مدینے فجرے

(صدیق تاثیر)

مرید کی امداد:

میاں قادر بخش للیانی والے کا بیان ہے کہ ایک دفعہ میں نے اور میاں میراں بخش نے قبلہ میاں صاحب علیہ الرحمۃ کے ہاں حاضری کا ارادہ بنایا۔ اور اسی ارادے کے تحت ہم

دونوں لاہور کے راستے شرقپور کی جانب چل پڑے۔ کشتی کے ذریعے دریا پار کیا، دریا کی دوسری جانب نزدیک ہی ایک نالہ تھا جو موسم برسات کی وجہ سے اچھل رہا تھا۔ اور تیراکی کے بغیر اس کا عبور کرنا ناممکن نظر آ رہا تھا۔ میں تو تیراکی کے فن سے آشنائی رکھتا تھا مگر میرا ساتھی اس فن سے بالکل انجان تھا۔ یہ دیکھ کر ہم وہاں سے واپسی کا سوچنے لگے، سوچا کہ چلو جب پانی میں کمی واقع ہو جائے گی تو پھر حاضری دے لیں گے۔ کہ اسی اثناء میں جنوب کی جانب سے ہماری کانوں میں یہ آواز پڑی کہ جیسے کوئی شخص ہمیں آواز دے کر کہہ رہا ہے اے شرقپور شریف جانے والو! اس جانب آؤ، ادھر پانی بڑا تھوڑا ہے، ہم تمہیں یہاں سے نالہ عبور کرا دیتے ہیں۔ جب ہم وہاں پر پہنچے تو کیا دیکھتے ہیں کہ وہاں پر پانی کہیں زیادہ کہیں کم مقدار میں بہہ رہا ہے جو کہ ہماری پنڈلیوں تک ہی آیا۔ ہم وہاں سے بڑی آسانی کے ساتھ نالہ عبور کر گئے، پھر آواز آئی کہ دیکھا کتنی آسانی سے نالہ پار ہو گیا اور سنو آگے ایک اور نالہ بھی ہے۔ چلو وہ بھی ہم تمہیں پار کرا دیتے ہیں۔ اور وہ نالہ بھی ہم نے آسانی سے پار کر لیا۔ آواز آئی کہ دیکھا یہ نالہ بھی آسانی سے پار ہو گیا یہ ہے وہ راستہ جو شرقپور شریف تمہیں لے جائے گا۔ آپ چلیں اور مجھے بھی کہیں پہنچنا ہے۔ ہم نے کہا ٹھیک ہے، آپ چلے جائیں آگے کا راستہ ہم بخوبی جانتے ہیں۔ آگے مہتم گاؤں آیا وہیں پر سے ہم نے وضو کیا، نماز ظہر پڑھی۔ بوقتِ عصر ہم قبلہ میاں صاحب علیہ الرحمۃ کے ہاں شرقپور شریف پہنچ گئے۔ میرے ساتھی نے مجھ سے کہا کہ ٹھہرو! بھوک نے ستا رکھا ہے، بازار سے کچھ کھانا ہی کھا لیں تو میں نے جواباً کہا کہ نہیں پہلے قبلہ میاں صاحب علیہ الرحمۃ کے ہاں حاضری ہو گی ان کی زیارت سے فیض یاب ہوں گے اور پھر کھانے کا سوچا جائے گا۔ تو عصر کی نماز ہم نے قبلہ میاں صاحب علیہ الرحمۃ کی مسجد میں پڑھی، پھر آپ کی زیارت کے لئے آستانہ عالیہ کی جانب چل پڑے۔ نزدیک آئے تو دیکھا کہ قبلہ میاں صاحب علیہ الرحمۃ اپنے دروازے پر ہی ایستادہ ہیں ہمیں دیکھ کر فوراً فرمایا تم نے واپسی کا ارادہ کر لیا تھا دیکھا ہم تمہیں یہاں لے آئے؟ پھر آپ نے اپنے خادم سے کھانا لانے کا حکم دیا اور فرمایا: آپ اندر جا کر

بیٹھیں کھانا حاضر ہو جاتا ہے۔ بھلا بازار سے کھانے کی کیا ضرورت تھی؟

توبہ:

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ قصور شہر سے ایک شخص نے آپ کی خدمتِ اقدس میں حاضری دی اور وہ کلین شیو تھا (یعنی داڑھی مونچھیں صاف تھیں) نماز روزہ کے نام سے بھی نا آشنا تھا۔ جب وہ شخص آپ کے قریب آیا تو میاں صاحب علیہ الرحمۃ نے آنکھ بھر کے دیکھا، اس کے دل پر اپنا دستِ مبارک رکھ دیا اور فرمایا شریعت کی شاہراہ اس جانب ہے۔ وہ اسی وقت ہدایت پا گیا اور تمام غیر شرعی امور سے تائب ہو گیا۔ سبحان اللہ بقول شاعر:

نگاہِ ولی میں وہ تاثیر دیکھی
بدلتی ہزاروں کی تقدیر دیکھی

خوشبوئے دوست:

حضرت مولانا حکیم عبدالرسول بیان کرتے ہیں کہ شرقپور شریف میں نے جب پہلی بار حاضر ہونے کا قصد کیا تو پہلے میں حضرت غلام مرتضٰی بریلوی علیہ الرحمۃ کے مزار پر گیا، اور عرض داشت پیش کرتے ہوئے کہا کہ حضرت قبلہ میاں صاحب علیہ الرحمۃ آپ کے دوست ہیں، آپ ان کے ہاں میری سفارش کریں۔ بعد ازاں میں شرقپور شریف پہنچا تو قبلہ حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ نے مجھے دیکھتے ہی فرمایا: آج تمہارے بدن سے حضرت غلام مرتضٰی علیہ الرحمۃ کی خوشبو آ رہی ہے۔ ایک دفعہ پھر فرمایا کہ: تمہاری طبیعت تو حضرت غلام مرتضٰی علیہ الرحمۃ جیسی محسوس ہو رہی ہے۔ ایک اور جگہ پر یہ بھی فرمایا کہ: بعض ایسے لوگ ہیں کہ جن کو دیکھنے سے حضرت غلام مرتضٰے رحمہ اللہ کی یاد آ جاتی ہے۔ بقول شاعر یہ سچ ہی تو ہے ۔

غالب ندیم دوست سے آتی ہے بوئے دوست

طوائف کی آخرت سنور گئی:

ایک طوائف کے متعلق شرقپور شریف کے مشہور درزی چراغ دین کا بیان ہے کہ جھنڈو نام کی ایک طوائف لاجواب اور بے مثل حسن و شباب رکھتی تھی۔ نیز ساز بجانے اور گانے میں بھی دور دور تک اس کا کوئی ثانی نہ تھا۔ ایک روز وہ اپنے کپڑے سلوانے کے لئے میری دکان پر آ گئی۔ اور وہیں بیٹھ کر حقہ نوشی میں مشغول ہو گئی کہ اتنے میں نماز کا وقت ہو گیا۔ میں نے اس سے کہا کہ اب نماز پڑھنے کا وقت ہو رہا ہے اور پھر قبلہ میاں صاحب علیہ الرحمۃ میری دکان پر تشریف لانے والے ہیں۔ بہتر ہے کہ تو اس وقت یہاں سے اٹھ کر چلی جا۔ نہیں تو تیرے ساتھ میری بھی آج خیر نہیں ہے۔ دونوں ہی کی پٹائی یقینی ہے۔ اس پر اس طوائف نے جواب دیا کہ وہ تو کوئی بڑا ہی بد بخت ہوگا جو اپنے والدین اور پیر و مرشد کے جوتوں سے ڈر کر بھاگ جائے۔ ابھی یہ گفتگو ہو ہی رہی تھی کہ اچانک حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ کی تشریف آوری ہو گئی۔ اس طوائف (جھنڈو) نے اپنی تیز تیز نگاہیں قبلہ میاں صاحب علیہ الرحمۃ کے رخ مبارک پر ڈالیں اور دیکھتی ہی رہ گئی لیکن میاں صاحب علیہ الرحمۃ حسب معمول نیچی نگاہ کئے ہوئے مسجد کی طرف تشریف لے گئے اور جھنڈو بھی اٹھ کر اپنے گھر کی جانب روانہ ہو گئی۔

جب حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ مسجد سے واپس تشریف لائے تو انہوں نے میرے پاس کھڑے ہو کر ارشاد فرمایا کہ: اے چراغ دین! تو جھنڈو سے جا کر یہ بول دے کہ موت بہت ہی قریب ہے، وہ کسی وقت بھی تجھے ابدی نیند سلا سکتی ہے، لہٰذا تو نکاح کر لے اور اپنی آخرت کو سنوار لے۔ چراغ دین قبلہ میاں صاحب علیہ الرحمۃ کا یہ پیغام لے کر جب جھنڈو کے گھر پہنچا تو وہ اس وقت ستار بجانے میں مشغول تھی۔ اس نے جب چراغ دین سے قبلہ میاں صاحب علیہ الرحمۃ کا پیغام سنا تو سنتے ہی رونے دھونے لگ گئی ساز (ستار) دور پھینک دی، چراغ دین سے کہا کہ جاؤ ابھی فلاں حوالدار کو لے آ۔

چراغ دین اس کے ہاں گیا مگر وہ حوالدار اسے گھر میں نہ مل سکا۔ دوسرے روز وہ حوالدار جھنڈو کے ہاں آ گیا اور اس نے اس طوائف سے شادی کر لی۔ شادی سے کچھ روز بعد اس طوائف نے میاں صاحب علیہ الرحمۃ کے پاس حاضر ہونے کا ارادہ ظاہر کیا تو قبلہ حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ اسے کہو کہ اب اسے میرے ہاں حاضر ہونے کی کوئی ضرورت نہیں ہے۔ گویا اس نے شادی کر کے اپنی آخرت کو سنوار لیا ہے۔

ہندوؤں اور سکھوں کی ولایت پر گواہی:

''حدیث دلبراں'' میں حاجی فضل الٰہی مونگہ لکھتے ہیں کہ ایک بار حضرت قبلہ میاں صاحب علیہ الرحمۃ اپنے دادا پیر خانے (مکان شریف) تشریف لے گئے، سکھوں نے شرقپور شریف میں اس روز ایک بہت بڑے جلسے کا پروگرام بنایا۔ جس میں دوسرے علاقوں سے بھی بڑی تعداد میں سکھوں نے شرکت کی۔ سکھ جلسہ سے پہلے جلوس کی شکل مین بازار میں جمع ہو گئے۔ جلوس چلا تو وہ بھجن گاتے، تقریریں کرتے، اس جلوس میں ایک نابینا سکھ بھی تھا۔ جو بڑی خوش آوازی سے بھجن گاتا، اس کے ساتھ ایک چھوٹا لڑکا طبل بجاتا۔ سکھوں کا یہ جلوس جب حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ کی گلی کے سامنے سے گزرا تو نابینا سکھ نے سب کو خاموشی اختیار کرنے کو کہا اور جلوس کو رکنے کا اشارہ کیا اور کہا کہ اس جانب سے کسی اللہ کے ولی کی خوشبو آ رہی ہے۔ پہلے مجھے ان کے قدم چوم لینے دیں پھر جلوس آگے لے کر چلیں گے۔ اس پر حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ کی گلی کے ہی ایک ہندو پھگو رام نے کہا کہ اس گلی میں ایک بہت بڑے بزرگ حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ رہائش پذیر ہیں جو آج یہاں پر موجود نہیں ہیں، وہ کسی کام سے باہر گئے ہوئے ہیں۔ اس نابینے سکھ نے یہ سن کر رونا شروع کر دیا اور کہا یہ میری بدقسمتی ہے کہ میں ان کے قدم مبارک چومنے سے محروم رہا۔

حاجی فضل الٰہی صاحب آگے چل کر لکھتے ہیں کہ جب میاں صاحب علیہ الرحمۃ

واپس لوٹ آئے تو کہنے لگے کہ اس نابینے سکھ اور طبل بجانے والے لڑکے دونوں کو ہی حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ کی خدمت میں مراقبے کی صورت میں دیکھا۔ مراقبے سے سر اٹھا کر اس نابینے سکھ نے حضرت کا زانو پکڑ کر کہا اَلْحَمْدُ لِلّٰہ اَلْحَمْدُ لِلّٰہ میں نے چالیس سال بعد یہاں پر اپنے گرو کا رنگ دیکھا ہے۔

پھر اس طبل بجانے والے لڑکے کو حضرت قبلہ کی خدمت میں پیش کر کے اس نابینے سکھ نے حضرت علیہ الرحمۃ سے کہا کہ اس کی کمر پر ہاتھ پھیریں کہ یہ گروؤں کی خدمت کرتا رہے۔ اور مجھے بھی آئندہ کے لئے یہ اجازت مرحمت فرمائیں کہ میں بھی کبھی کبھی آپ کے ہاں حاضر ہوتا رہوں۔ اس پر برہمی کا اظہار فرماتے ہوئے کہنے لگے:

جو تن سے نزدیک ہے وہ مہجور ہے
جو دِل سے نزدیک ہے وہ کب دور ہے

پھر ان دونوں کو دودھ پیش کیا گیا اور پھر وہ اپنے گھر سیالکوٹ روانہ ہو گئے۔

قادر بخش ڈاکو کا تائب ہونا:

قادر بخش نام کا ایک شخص ماجھے کے علاقے میں ایک مشہور ڈاکو گزرا ہے۔ جس کی دھوم پورے پنجاب میں تھی۔ اس کی بہادری اور شہ زوری کے چرچے ہر بوڑھے اور بچے کی زبان پر تھے، وہ موضع ''آرائیاں'' ضلع لاہور کا رہنے والا تھا۔ اس کے دور کے سبھی ڈاکو اسی کا پانی بھرتے تھے۔ اس کے تین ساتھی تھے جو اپنے اپنے علاقوں کے سردار تھے۔ ایک دن ان چاروں ڈاکوؤں میں یہ بحث چل نکلی کہ نجانے شرقپور شریف میں میاں صاحب علیہ الرحمۃ کے ہاں اتنی دولت کہاں سے آتی ہے اور وہ کہاں پر چھپا کر رکھتے ہیں؟ یہاں پر روزانہ سینکڑوں لوگوں کا کھانا پکایا جاتا ہے، اسی دولت کی وجہ سے ہی ان تمام علاقوں میں حضرت صاحب کی فیاضی کی مشہوری ہے۔ بالآخر ایک دن ان چاروں میں طے ہوا کہ قادر بخش کو شرقپور شریف میں بطور مہمان بھیجا جائے جو وہاں پر دولت کی آمد اور اس کے رکھنے کی جگہ کی معلومات لے کر آئے تاکہ وہ دولت لوٹی جا سکے۔

لہٰذا اس طے شدہ منصوبے کے تحت قادر بخش ڈاکو شرقپور شریف میں آ گیا۔

حضرت میاں علیہ الرحمۃ کے ہاں جو کوئی بھی بطور مہمان آیا کرتا تھا حضرت میاں ان کو کھانا خود کھلاتے بعد میں ہر ایک سے آنے کی وجہ (مقصد) پوچھا کرتے تھے۔ جب قادر بخش میاں صاحب علیہ الرحمۃ کے ہاں آیا تو میاں صاحب علیہ الرحمۃ نے اس سے پوچھا کہ تم کہاں سے آئے ہو؟ تو اس نے بتایا کہ میں موضع ''آرائیاں'' ضلع لاہور کا رہنے والا ہوں، میرا نام قادر بخش ہے تو آپ نے مسکراتے ہوئے اپنا رخ مبارک آسمان کی طرف کر لیا اور ہاتھ اٹھا لئے اور کہا یا قادر، بخش! یا قادر، بخش! یا قادر، بخش! بعد ازاں تھوڑی سی بات چیت ہوئی اور دستر خوان پر اس کے لئے کھانا لگا دیا گیا اور اسے مخاطب کرتے ہوئے فرمانے لگے خوب پیٹ بھر کر کھاؤ، کام تو تمہارا شاید نہ بن سکے۔

قادر بخش چونکہ صاحبِ جسامت اور نہایت زور آور تھا، ایک وقت میں درجنوں روٹیاں اس کی خوراک تھی وہ آپ کے ہاں ایک ہفتہ تک مقیم رہا۔ اسی قیام کے دوران ہی اس نے اس نے اپنے مقصد کے حصول کا بھی اچھی طرح جائزہ بھی لیا۔ اسے کیا خبر کہ یہاں پر دنیا کے خزانے نہیں بلکہ للّٰہیت کے خزانے تھے، جنہیں وہ کیسے دیکھ سکتا تھا۔ بالآخر اس نے قبلہ میاں صاحب علیہ الرحمۃ سے اجازت لی اور واپس جانے کی تیاری کی۔ قبلہ حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ نے اجازت مرحمت فرماتے ہوئے اسے چند روٹیاں اور سالن بھی باندھ کر دے دیا اور مزید یہ کہ اسے الوداع کرنے کے لئے شیخانیوں کے کنوئیں تک خود بہ نفسِ نفیس گئے اور اسے روانہ کرتے ہوئے یہ بھی فرمایا کہ ''ذرا خیال سے جائیو''۔

ابھی وہ شرقپور شریف کے نزدیکی ذخیرے (جنگل) جہاں ایک نہر بھی جاری وساری ہے، میں ہی پہنچا تھا کہ اس پر کیفیت طاری ہوگئی اور اس کا قلب جاری ہوگیا۔ اس نے اسی محویت کے عالم میں اپنے تمام کپڑے بھی تار تار کر لئے اور بالکل عریاں ہوگیا۔ اسی طرح عریانی کے عالم میں ہی وہ وہاں پر سارا دن اور ساری رات پڑا رہا۔ جب اسے ہوش آیا تو اس نے دیکھا کہ اس کے سب کپڑے پھٹے ہوئے ہیں اور جسم جگہ جگہ سے زخمی ہو چکا

ہے، کیونکہ زمین پر ادھر اُدھر لیٹنے اور بیقراری و اضطراری سے اس کا تمام جسم زخمی ہو گیا تھا اور جگہ جگہ سے خون بھی رِسنے لگا تھا۔ اس نے اپنے پھٹے ہوئے کپڑے اپنے ننگ پر رکھے اور فوراً میاں صاحب علیہ الرحمۃ کی خدمت میں چلا آیا۔ حضرت قبلہ میاں صاحب علیہ الرحمۃ پہلے ہی اس کے انتظار میں بیٹھے ہوئے تھے۔ دیکھتے ہی فرمانے لگے: میں نے تم سے یہ کہا تھا نا کہ دیکھو ذرا خیال سے جائیو، تم سے اتنا بھی برداشت نہ ہوا۔ اس نے کہا کہ حضور! میں اب جانے کے قابل نہیں رہا۔

بعد ازاں قبلہ حضرت صاحب علیہ الرحمۃ اسے اپنی بیٹھک میں لے گئے، اسے نئے کپڑے پہنائے، اپنے ہاتھ سے کھانا کھلایا اور فرمایا کہ جاؤ مسجد میں جا کر نماز پڑھو۔ بعد ازیں آپ نے فرائض کی ادائیگی اور ذکر و تلقین کی انجام دہی کے بعد واپس گاؤں بھیج دیا۔ جب اس کے پرانے ساتھی ڈاکوؤں نے اس سے پوچھا کہ سناؤ جس کام کے لئے تمہیں شرقپور شریف بھیجا گیا تھا اس کا کیا بنا کے آئے ہو؟ تو اس کے آنکھوں میں آنسو آ گئے، اس نے اشک آلود نگاہوں سے انہیں دیکھا اور کہا: وہاں سے ہو آنے کے بعد اب میں تم لوگوں کے قابل نہیں رہا۔

کہا جاتا ہے کہ کچھ روز بعد اس کے ان تینوں ساتھیوں نے بھی اس کی حالت دیکھتے ہوئے توبہ کر لی۔ اب قادر بخش ڈاکو نہیں بلکہ پورے علاقہ میں میاں قادر بخش کے نام سے پہچانا جانے لگا اور اسی نام سے مشہور ہو گیا۔

اب قادر بخش نہ صرف پابندی سے نماز ادا کرتا بلکہ تہجد کی اذان بھی دیتا، اس کی تبلیغ اور اس کے صالحانہ کردار سے متاثر ہو کر دیگر لوگ بھی اس کے ساتھ نماز تہجد اور دوسری نمازیں با جماعت ادا کرنے لگے۔ میاں قادر بخش اب اکثر حضرت قبلہ صاحب علیہ الرحمۃ کے ہاں حاضری دیتا تھا۔ ایک روز اس نے قبلہ میاں صاحب سے استدعا کی کہ حضور! اب میں کیا کام کروں؟ تو آپ نے فرمایا کہ کرنا کیا ہے کسی کو کچھ دوا دارو بتا دیا کرو۔ وہ حضور کے ارشاد سے بہت پریشان ہو گیا اور کہنے لگا کہ حضور! میں تو بالکل ان پڑھ ہوں۔ کچھ نہیں

جانتا، میں یہ سب کچھ کیسے کر سکوں گا؟ کچھ روز کے بعد پھر اس نے حضور قبلہ کے ہاں حاضری دی اور کہا: حضور! میں کیا کام کروں؟ آپ نے پھر وہی فرمایا کہ یہی کہ لوگوں کے لئے کچھ دوادارو کر دیا کرو۔

وقت ایسے ہی گزرتا رہا، ایک روز وہ پنساری کی دکان پر بیٹھا ہوا تھا کہ اچانک اسی کے گاؤں کا ایک سکھ زمیندار (سُندر سنگھ) آ گیا۔ میاں قادر بخش نے اسے آتے ہی کہا کہ سردار جی! تمہاری بیوی ایک عرصہ سے سخت بیمار چلی آ رہی ہے، تم نے اس کا بڑا علاج بھی کروایا ہے مگر کوئی افاقہ نہیں ہوتا۔ آپ نہیں جانتے کہ اسے تپ دق کا مرض لاحق ہے۔ اب میں اس کا علاج معالجہ کروں گا۔

سکھ سردار نے یہ سنا تو بڑا ہنسا کہ بھلا آپ کیسے اس کا علاج کریں گے؟ آپ کوئی حکیم تو ہیں نہیں۔ پھر مذاقاً اس نے کہہ دیا کہ ہاں میاں تم بڑے شوق سے اس کا علاج معالجہ کرو بھلا مجھے کیا اعتراض ہوسکتا ہے۔ قادر بخش نے کہا کہ میں اس کا علاج تو کروں گا، اسے آرام بھی آ جائے گا لیکن آرام آ جانے کے بعد میں تم سے ایک اعلیٰ قسم کی بھینس، ایک اعلیٰ نسل کا گھوڑا اور ایک سو روپیہ لوں گا۔ سکھ زمیندار نے یہ سنا تو بخوشی دینے کی حامی بھر لی۔

میاں قادر بخش پنساری کی جس دکان پر بیٹھا ہوا تھا۔ اس سے اس نے کہا کہ لالہ نسخہ لکھو، اس نے چند ایک قسم کی مشہور اور معمولی چیزیں لکھوا دیں۔ وہ سکھ یہ نسخہ سُن کر بہت ہنسا اور اس نے خوب مذاق بھی اڑایا۔ میاں قادر بخش نے جب یہ دیکھا تو نہایت سنجیدگی سے کہا کہ سردار جی! تم نے بڑے مہنگے اور قیمتی علاج کروائے ہیں، میرے اس معمولی قسم کے علاج سے تمہاری بیوی کو موت نہیں آئے گی۔ صرف تین دن یہ نسخہ استعمال کر کے دیکھ لو۔ اگر اس سے تمہارے بیوی بچ جائے تو پھر تجھے بھلا اس پر کیا اعتراض ہو سکتا ہے؟

سُندر سنگھ نے وہ نسخہ لے لیا۔ سوچا کہ آخر اس میں حرج ہی کیا ہے اور اپنی بیوی کا علاج شروع کر دیا، خدا کے فضل سے اس کی بیوی کو بتدریج افاقہ ہونے لگا۔ ایک ماہ علاج

کرنے کے بعد اس کی وہی بیوی جو صرف چارپائی پر پڑی رہتی تھی، زبردست لاغر و کمزور ہو چکی تھی اب خود چل کے میاں قادر بخش کے پاس آئی اور ہاتھ جوڑ کر کہنے لگی: میاں چلئے ہمارے طبیلے میں اپنی حسب منشاء ایک بھینس، ایک گھوڑی لے لو۔ پھر کیا تھا کہ میاں قادر بخش اس کے ساتھ بخوشی گئے اور طبیلے میں لاتعداد بھینسوں میں سے ایک اپنی پسند کی بھینس اور بڑھیا نسل کی گھوڑی لے کر آئے، اس کے ساتھ اس سکھ زمیندار نے ایک سو روپیہ بھی دیا اور کہا کہ میاں جی یہ تو تمہارا حق تھا۔ اب ہم اپنی خوشی سے یہ پانچ سو روپیہ آپ کو پیش کرتے ہیں۔ لیکن میاں قادر بخش نے پانچ سو روپیہ لینے سے انکار کر دیا اور کہا کہ نہیں میں نے جو طے کیا تھا وہ لے لیا۔ اب اس سے زیادہ ایک پیسہ بھی نہیں لوں گا۔

اس کے بعد میاں قادر بخش پورے علاقے میں ایک حاذق طبیب کی حیثیت سے پہچانے جانے لگے، سارے ماجھے سے ان کے درِ دولت پر مریض آتے جاتے، بڑی بھیڑ سی لگی رہتی۔ میاں قادر بخش جس مریض کا بھی علاج کرتا، اسے اللہ کے فضل سے شفاء مل جاتی، البتہ جس بیمار کا بھی علاج معالجہ کرتا اپنی فیس پہلے سے ہی طے کر لیتا۔ اب بھی اس زمانے کے لوگ جو ابھی زندہ ہیں وہ سب میاں قادر بخش کے ان واقعات سے بخوبی آگاہ ہیں، وہ ان علاقوں میں ایک حاذق حکیم اور شافی طبیب کی حیثیت سے شہرت رکھتے ہیں۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ میاں قادر بخش کسی گاؤں (ستوکی) گیا ہوا تھا، وہاں پر وہابیوں کی اکثریت تھی۔ جمعہ کا روز تھا۔ میاں قادر بخش نے دیکھا کہ لوگ مولوی عبدالستار کی مشہور کتاب "قصص المحسنین" پڑھ رہے ہیں۔ اس دوران میاں قادر بخش مسجد کے اندر بیٹھا ہوا تھا۔ گاؤں کے سبھی فرقوں کے لوگ اسے بڑی عزت و توقیر سے دیکھتے تھے اور بڑے ادب و احترام سے پیش آتے تھے۔ وہ مسجد سے باہر آیا، کہنے لگا کہ کچھ میں بھی تمہیں سناؤں۔

سب وہابیوں نے بخوشی کہا کہ میاں جی ضرور سنائیں! میاں قادر بخش نے یہ مصرعہ بڑے پرسوز انداز میں پڑھا۔

نئیں ہے گا اے سارے جہان اندر میرے پیر دے اک وی نونہہ ورگا

میاں قادر بخش یہ مصرعہ پڑھ کر اندر جا بیٹھا لیکن اس کے درد و سوز اور عشق و محبت و عقیدت و ارادت میں ڈوبے ہوئے الفاظ لوگوں کے دلوں پر جادو کا اثر کر گئے۔ سب پر رقت طاری ہوگئی، وہ ایک دوسرے سے رو رو کر کہنے لگے کہ بظاہر یہ چھوٹا سا ایک مصرعہ ہے مگر اس مصرعے میں جو درد اور تاثیر ہے جو کیف و سرور گوندھا گیا ہے، وہ بڑی بڑی کتابوں میں بھی شاید نہ ہو۔ عشق و محبت اور عقیدت و ارادت کی تو بات ہی کچھ اور ہے۔

حضرت قبلہ میاں صاحب شیر محمد شرقپوری علیہ الرحمۃ تو فیوض و برکات اور تحسین و کمالات کا منبع تھے ہی مگر جو لوگ آپ کی ارادت مندی میں آ گئے وہ بھی کسی لحاظ سے کم نہ تھے، ان کے فیوضات سے بھی گویا ایک دنیا ابھی تک فیض حاصل کر رہی ہے۔ سچ ہی تو کہا ہے کسی نے۔

نظر جنہاں دی کیمیا اوہ سونا کر دے وٹ

کہا جاتا ہے کہ میاں قادر بخش قبلہ حضرت قطب ربانی شیر یزدانی میاں شیر محمد شرقپوری علیہ الرحمۃ کے ہاں اکثر آیا جایا کرتے تھے۔ وہ اپنی پہلی زندگی میں جس قدر شدت سے برائیوں کی جانب مائل تھے اب اس سے بھی کہیں بڑھ کر نیکیوں کی طرف راغب ہو گئے تھے۔ وہ ہر وقت ذکر و فکر میں مشغول رہتے تھے، عبادت و ریاضت ان کا دن رات کا معمول بن چکا تھا۔ قبلہ میاں جی صاحب علیہ الرحمۃ بھی اب ان پر اپنی خصوصی توجہ دینے لگے تھے جس لئے ان کی طبیعت میں بڑا جوش و جلال پایا جاتا تھا۔ ان کی آنکھیں ہر پل بڑی سرخ اور پرنم رہا کرتی تھیں، وہ اکثر اپنے منہ پر کپڑا اوڑھے ہوئے نظر آتے تھے۔

نابینا کو آنکھیں مل گئیں:

اربابِ تذکرہ اس بات کی شہادت دیتے ہیں کہ اوکاڑہ کے ایک گاؤں میں شخص رہتا تھا جو کہ آنکھوں سے نابینا تھا۔ مگر اس کے دل میں قبلہ حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ

کی بڑی عقیدت وارادت تھی۔ ایک روز اس نے قبلہ میاں صاحب کے ہاں حاضری دینے کا قصد کیا اور وہ تانگے کے ذریعے بوقتِ شام موہلن وال گھاٹ پر پہنچا۔

چارسو تاریکی پھیل رہی تھی، لحظہ بہ لحظہ رات کی آمد آمد تھی، ملاح بھی اپنی کشتی باندھ چکا تھا، اپنے گھر جانے کی تیاری میں مصروف تھا۔ اتنے میں اس نابینے شخص نے ملاح سے پار جانے کے لئے کہا۔ لیکن ملاح نے یہ کہہ کر انکار کر دیا کہ میں تجھ اکیلے کو لے کر چلا تو جاؤں مگر وہاں سے اس طرف خالی کشتی کیسے لاؤں؟ پھر دیر بھی ہو رہی ہے، اب مزید تاخیر ہو جائے گی، مجھے اپنے گھر بال بچوں میں بھی پہنچنا ہے۔

نابینا شخص نے جب یہ سنا تو اس نے ملاح کی بڑی منّت سماجت کی، بھرائی ہوئی آواز میں اپنی بے بسی اور اپنی معذوری کا بھی اظہار کیا۔ جس سے متأثر ہو کر بالآخر ملاح مان گیا، اس نے دریا عبور کرا دیا۔ یہاں دریا کے کنارے سے شرقپور شریف تک کا فاصلہ تقریباً تین میل ہے جو اس نے اس قدر رات کی تاریکی میں صرف اپنی لاٹھی کے ذریعے طے کر لیا اور رات کے اندھیرے میں ہی شرقپور شریف پہنچ گیا۔ رات کافی تاریک ہو چکی تھی، شہر کے دروازے بھی بند ہو چکے تھے، اسی دیر کی وجہ سے ہی اس نے سوچا کہ چلو یہیں کہیں کسی مسجد میں رات گزار لیتا ہوں، علی الصبح جناب میاں صاحب کی خدمت میں حاضری دے لوں گا۔ اس نے کئی لوگوں سے رات گزارنے کو کہا، بالآخر مولوی محمد شفیع والی مسجد میں (ملکانہ گیٹ کے باہر) اپنے قیام کا بندوبست کر لیا اور وہیں سو گیا۔

خدا کی قدرت اور اس کا کرشمہ دیکھئے کہ قبلہ میاں صاحب علیہ الرحمۃ عموماً اسی مسجد میں نمازِ تہجد ادا کیا کرتے تھے، اس رات بھی میاں صاحب اسی مسجد میں نمازِ تہجد کی ادائیگی کے لئے تشریف لے آئے۔ جب آپ نمازِ تہجد اور وردو وظائف سے فارغ ہوئے تو آپ نے بلند آواز سے فرمایا: کوئی شخص ہے کہ جو باہر جا کے دیکھے کہ فجر کی اذان کا وقت ہو گیا ہے کہ نہیں؟ کہ ابھی کچھ دیر باقی ہے؟ وہاں پر اس وقت میاں صاحب اور نابینے شخص کے علاوہ کوئی تیسرا شخص موجود نہیں تھا۔ لیکن کوئی نہ بولا، میاں صاحب نے پھر آواز دی اور

پہلے کی طرح کوئی جواب موصول نہ ہوا۔ تھوڑی دیر بعد آپ نے تیسری مرتبہ پھر آواز دی تو وہ نابینا شخص بول پڑا کہ یہاں پر کوئی اور تو موجود نہیں ہے صرف میں ہوں اور آنکھوں سے اندھا ہوں۔ قبلہ حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ نے فرمایا اچھا تو پھر تم ہی باہر جا کے دیکھو۔ اس نے کہا کہ میں تو اندھا ہوں، بھلا میں کیا دیکھوں گا؟ آپ جلال میں آ گئے، بڑی اونچی آواز اور جوش سے کہنے لگے کہ میں نے سن لیا ہے کہ تم اندھے ہو لیکن میرا یہ حکم ہے کہ تم باہر نکلو، دیکھو، تم آنکھوں والے ہو۔ اس نے آپ کے حکم کی تعمیل کرتے ہوئے باہر آ کر جب آسمان کی طرف آنکھیں اٹھائیں تو اس کی آنکھوں میں بینائی آ گئی۔ اس نے ستاروں کو دیکھ لیا، اسے اپنی قسمت پر ناز ہونے لگا۔ وہ پھر مسجد کے اندر آیا تو اس نے فرطِ جذبات اور انتہائی عقیدت و ارادت سے اپنا سر قبلہ میاں صاحب کے قدموں پر رکھ دیا اور کہنے لگا کہ مجھے آپ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ معلوم ہوتے ہیں، اسی اثناء میں اس پر رقت کا غلبہ طاری ہو گیا۔

قبلہ حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ نے جب اس کی یہ حالت و کیفیت دیکھی تو اسے اپنے ہاتھوں سے اٹھایا، سنبھالا دیا اور اسے کچھ کھانے پینے کی اشیاء بھی عنایت فرمائیں۔ پھر اسے فرمایا کہ تم یہاں سے جانے کے بعد اس بات کا کسی اور شخص سے کوئی تذکرہ نہ کرو گے۔ مجھ سے وعدہ کرو۔ پھر حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ نے اسے حکم دیا کہ اب تم یہاں سے فوراً چلے جاؤ۔ جب یہ شخص دریائے راوی کے کنارے پہنچا تو ملاح یہ دیکھ کر حیران رہ گیا کہ ابھی تو یہ شخص آنکھوں سے بالکل اندھا دکھائی دیتا تھا، اب یہ آنکھوں والا کیسے ہو گیا؟ یہ بات وہ کافی دیر تک سوچتا رہا، دل ہی دل میں یہ کہتا رہا کہ آخر یہ ماجرا کیا ہے؟ یہ تو وہی رات والا ہی اندھا شخص ہے۔ لیکن اب آنکھوں والا ہے؟ اس نے اس شخص کا ہاتھ پکڑ لیا اور اسے ایک طرف لے گیا۔ اس سے پوچھنے لگا کہ مجھے یہ سچ سچ بتاؤ کہ یہ سب کچھ کیسے ہوا ہے؟ اس شخص نے بڑا ٹال مٹول سے کام لیا، کیونکہ اس نے قبلہ میاں صاحب سے کسی کو نہ بتانے کا وعدہ کیا تھا۔ بالآخر ملاح کے پرزور اصرار پر بتا ہی دیا کہ میری قسمت کا ستارہ قبلہ میاں صاحب علیہ الرحمۃ نے چمکایا ہے، میں آنکھوں والا ہو گیا ہوں۔

کہتے ہیں کہ جب قبلہ حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ نے وصال فرمایا تو اس شخص نے آپ کے جنازے میں شرکت کی تھی اسی نے وہاں پر نمازِ جنازہ میں شریک لوگوں کو یہ واقعہ بھی سنایا تھا۔

سچ ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کا ہی فضل عظیم ہے وہ جسے چاہے عطا کرے۔ میاں صاحب نے فرمایا تھا کہ تم آنکھوں والے ہو، گویا ان کا یہ کہنا حرف بحرف صحیح و درست ثابت ہو گیا۔ عارف رومی نے یونہی نہ کیا تھا کہ:

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود
گرچہ از حلقومِ عبداللہ بود

ایک خاتون کو روضۂ رسول ﷺ کی زیارت کرانا:

قطب ربانی شیر یزدانی حضرت میاں شیر محمد شرقپوری علیہ الرحمۃ کا آستانہ وہ آستانہ ہے کہ جہاں سے کوئی سائل بھی خالی ہاتھ نہ لوٹتا۔ کوئی شاہ ہو کہ گدا جو بھی عقیدت و محبت اور ارادت سے مانگے اسے اس سے سوا ملتا ہے۔ البتہ مانگنے کا طریقہ آنا چاہیے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ قبلہ حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ اپنے ارادتمندوں کے درمیان جلوہ کناں تھے کہ اسی اثناء میں ایک ادھیڑ عمر کی عورت آپ کی خدمت میں حاضری کے لئے آئی اور کہنے لگی کہ میاں صاحب جی! تم لوگوں کے بڑے کام آتے ہو، ایک میرا بھی کام ہے اگر آپ کر دیں تو آپ کی بڑی مہربانی ہوگی۔ آپ نے فرمایا کہ بولو تمہارا کیا کام ہے؟ اس ادھیڑ عمر کی عورت نے کہا کہ میری آرزو ہے کہ میں ایک دفعہ مرنے سے پہلے حضور پرنور ﷺ کا روضۂ اقدس دیکھ لوں۔ آپ نے بڑی آہستگی سے فرمایا کہ تم ایسا کرو کہ حضور پرنور ﷺ کی حاضری کا تصور رکھتے ہوئے آپ ﷺ پر درود شریف بھیجو۔ تمہیں تمہاری مراد مل جائے گی۔ اس عورت نے وہیں پر کھڑے کھڑے حضور ﷺ کی حاضری کا تصور رکھتے ہوئے آپ ﷺ پر درود بھیجنا شروع کیا اور وہ عورت فوراً چلا اٹھی کہ مجھے میری مراد مل گئی۔

مجھے گوہرِ مقصود حاصل ہو گیا۔ خدا کی قسم! روضۂ رسول ﷺ میری آنکھوں کے سامنے ہے، میں روضۂ رسول ﷺ میں موجود ہوں۔ جب یہ الفاظ آپ کے تمام مریدین نے بھی سنے اور آپ نے بھی، تو آپ نے قدرے خفگی کا اظہار کرتے ہوئے فرمایا کہ ''لوگ کسی کا پردہ بھی نہیں رہنے دیتے۔''

پھانسی کی سزا سے رہائی:

کہا جاتا ہے کہ ایک عورت کا اکلوتا اور نوجوان بیٹا جو کہ بے گناہ تھا، قتل کے مقدمے میں گرفتار ہو گیا تھا، تمام شہادتیں بھی اس کے خلاف تھیں۔ اس کی ماں اپنے اکلوتے بیٹے کی رہائی کے لئے جگہ جگہ سے انصاف مانگتی اور آہ و بکا کرتی پھرتی تھی۔ جوں جوں اس کی تاریخیں آتیں اسے مایوسی ہوتی جاتی۔ نجانے اس نے کہاں کہاں کی ٹھوکریں کھائیں اور کہاں کہاں وہ خراب و بے حال ہوتی رہی۔ اب اسے اپنے بیٹے کی رہائی کی کوئی امید نہ نظر آتی تھی۔ ایسے میں کسی شخص نے اسے بتایا کہ تم اب صرف شرقپور شریف جاؤ وہاں سے قبلہ میاں صاحب علیہ الرحمۃ سے اس کی رہائی کا تعویذ لے کر آؤ۔ اگر تم میاں صاحب سے یہ تعویذ لکھوانے میں کامیاب ہو گئی تو پھر سمجھو کہ تمہارا بیٹا پھانسی سے نجات حاصل کر گیا ورنہ نہیں۔ لہٰذا وہ شرقپور شریف آستانہ میاں صاحب علیہ الرحمۃ پہنچ گئی۔ چونکہ میاں صاحب علیہ الرحمۃ کسی عورت سے ملاقات نہیں کرتے تھے جس لئے اسے میاں صاحب سے ملنے کی مشکل پیش آئی۔ عورت نے پرزور اصرار کیا کہ میں تو قبلہ میاں صاحبؒ سے ملاقات کئے بغیر ہرگز واپس نہیں جاؤں گی۔ اس پر آپ کے عقیدت مندوں نے کہا کہ بہتر تو یہی ہے کہ تم ہمیں اپنا کام بتا دو، ہم میاں صاحب سے اس کا ذکر کر دیتے ہیں، کیونکہ آپ خواتین سے ملنا سخت ناپسند فرماتے ہیں۔ لیکن وہ عورت بضد رہی کہ نہیں نہیں میں خود حضرت میاں صاحب سے ملوں گی، استدعا کروں گی۔ وہ کسی بھی صورت اپنی ضد سے پیچھے ہٹنے کو تیار نہ تھی اور گھر میں داخل ہونے کے لئے سخت بے چین اور مضطرب تھی۔ آپ کے خادموں نے اسے روکے رکھا، ان میں سے ایک نے کہا کہ دیکھو ضد نہ کرو اور وہاں گلی کی نکڑ پر جا کر بیٹھ جاؤ ابھی تھوڑی

دیر بعد نماز کے لئے جب میاں صاحب علیہ الرحمۃ وہاں سے گزریں گے تو تم فوراً سامنے آ کے بات کر لینا۔ اس پر وہ رضامند ہو گئی، اس نے ایسا ہی کیا۔

جب میاں صاحب علیہ الرحمۃ مسجد جانے کے لئے گھر سے نکلے تو وہ عورت آپ کے راستے میں آ کر کھڑی ہو گئی، دہائی دینے لگ گئی۔ میاں صاحب علیہ الرحمۃ نے اپنے خادموں سے کہا اس سے کہو کہ ایک طرف ہو جائے اور اپنی پریشانی کا سبب بتائے کہ وہ زارو قطار رونے میں مصروف ہو گئی اور فریاد کرنے لگی: میرا ایک بیٹا ہے جو کہ بے گناہ ہے اور فیصلے کی گھڑی سر پر آن پہنچی ہے۔ آپ مجھے اس کی رہائی کا تعویذ عنایت کریں، میں یہ تعویذ لئے بغیر ہرگز گھر واپس نہیں جاؤں گی۔ قبلہ میاں صاحب علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ بی بی گھر واپس چلی جا، تمہارا بیٹا رہا ہو جائے گا۔ لیکن وہ عورت نہ مانی، اپنی ضد پر بدستور اڑی رہی کہ وہ تو صرف تعویذ لے کر ہی جائے گی۔ ہر چند آپ کے خادموں اور عقیدت مندوں نے اسے سمجھایا کہ بی بی تم اطمینان رکھو۔ خدا نے چاہا تو جیسا میاں صاحب علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے ویسا ہی ہو گا۔ میاں صاحب تعویذ نہیں لکھا کرتے۔ وہ عورت مزید سسکیاں بھرنے لگ گئی، تعویذ کے لئے آپ کی منتیں کرنے لگ گئی۔ میاں صاحب بھانپ گئے کہ یہ ایسے نہیں مانے گی۔ لہٰذا انہوں نے کاغذ کا ایک ٹکڑا طلب کیا، اس پر کچھ لکھ کر اسے دے دیا۔ اس پر وہ کافی مطمئن ہو گئی اور میاں صاحب کو دعائیں دیتی ہوئی واپس روانہ ہو گئی۔

آخر فیصلے کی وہ گھڑی بھی آ پہنچی۔ جج انگریز تھا، عدالت کی تمام کاروائی انگریزی میں ہی ہوئی، اس نے اپنا تمام فیصلہ انگریزی میں سنایا لیکن کٹہرے میں کھڑے اس نوجوان سے وہ مخاطب ہو کر بولا: ''جاؤ ہم تم کو بری کرتا ہے'' جبکہ تمام عدالتی کاروائی ملزم کے خلاف ہو رہی تھی، سب لوگ حیران تھے کہ اس کے حق میں یہ رہائی کا فیصلہ کیسے ہو گیا؟ لیکن اس پر اس لڑکے کی ماں کو ذرا بھی تعجب نہ ہو رہا تھا کیونکہ اسے یہ یقین تھا کہ تعویذ ملنے سے اس کا بیٹا یقینی طور پر باعزت بری ہو جائے گا۔ وہ یہ سب کچھ میاں صاحب کے تعویذ اور ان کی دعاؤں کا ہی کرشمہ گردانتی تھی۔ لیکن بعض تجسس رکھنے والے لوگوں کو یہ بے چینی ہوئی کہ

میاں صاحب علیہ الرحمۃ نے ایسا کون سا عمل تعویذ پر لکھا ہے کہ نوجوان با عزت بری کر دیا گیا ہے۔ انہوں نے سوچا کہ اب جبکہ نوجوان رہا کر اپنے گھر پہنچ چکا ہے تو تعویذ کھول کر دیکھنے میں کیا حرج ہو سکتا ہے؟ لہٰذا جب انہوں نے وہ تعویذ کھول کر دیکھا تو وہ سخت حیرت زدہ ہو گئے، کہ اس کاغذ کے ٹکڑے پر لکھا تھا "جاؤ ہم تم کو بری کرتا ہے"۔ اور وہی کچھ ہوا جو کہ میاں صاحب علیہ الرحمۃ نے فرمایا۔

میاں صاحب اللہ کے مقرب بندے تھے اور انہی مقرب بندوں کے متعلق ہی اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے کہ میں ان کی آنکھ بن جاتا ہوں، میں ان کی سماعت کے ذریعہ بنتا ہوں، میں ان کے ہاتھ بن جاتا ہوں اور ان کی زبان سے بولتا ہوں۔ بقول شاعر

جو اللہ والے کہہ چھڈن اوہ پورا ہو کے رہندا اے
جو ذکرا وہدے وچ پے گئیاں جیبھاں تلواراں ہو گیاں

(پیر فضل گجراتی)

زنا سے بچانا:

بیان کیا جاتا ہے کہ غلام موسیٰ نامی ایک شخص جو کہ شرقپور شریف کا ہی شہری تھا اور خواجہ برادری سے اس کا تعلق تھا، انجن کی ڈرائیوری کرتا تھا۔ اس کی اپنی زندگی کا بیشتر حصہ شرقپور سے باہر ہی گزرا۔ اس میں پانچوں شرعی عیب بھی موجود تھے لیکن شراب نوشی و عیاشی میں وہ بہت آگے نکل چکا تھا۔ کہتے ہیں کہ ڈرائیوری کے دوران بھی وہ اپنے پاس شراب کی بوتل اور گلاس رکھا کرتا تھا۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ وہ شرقپور شریف میں آیا، قبلہ میاں صاحب علیہ الرحمۃ نے طلب فرمایا، اسے اس کی برائیوں پر خوب ڈانٹا اور اس کی سرزنش فرمائی۔ اس نے قبلہ میاں صاحب کے روبرو ہر برائی سے توبہ کر لی یہ اقرار بھی کیا کہ آئندہ وہ کبھی گناہ پر آمادہ نہ ہوگا۔

بعد ازاں وہ اپنی ڈیوٹی سرانجام دینے کے لئے اپنے گھر سے روانہ ہو گیا جب لاہور پہنچا تو پھر ان برائیوں کی جانب اس کی طبیعت راغب ہو گئی۔ اس نے قبلہ میاں

صاحب سے کیا ہوا کبھی برائی نہ کرنے کا وعدہ فراموش کر ڈالا اور ایک طوائف کے گھر جا پہنچا۔ جب وہ کوٹھے پر پہنچنے کے لئے سیڑھیوں کے آخری زینے پر پہنچا تو کیا دیکھتا ہے کہ وہاں پر قبلہ میاں صاحب کھڑے ہیں، وہ یہ دیکھ کر سخت حیرانگی میں واپس آ گیا۔ کچھ دیر کے لئے نیچے رک گیا اور پھر سیڑھیاں چڑھنے لگا اور سوچنے لگا کہ اب تو میاں صاحب چلے جا چکے ہوں گے۔ لیکن اس وقت وہ ورطۂ حیرت میں ڈوب گیا جب اس نے دیکھا کہ قبلہ ابھی بھی اپنی اسی جگہ پر کھڑے ہیں۔ وہ سخت تعجب اور پریشانی کی حالت میں واپس آ گیا۔ اس وقت رات کے بارہ بجے تھے۔ اس کو خیال آیا کہ اب تو قبلہ یقینی طور پر واپس تشریف لے جا چکے ہوں گے۔ اور مجھے اب جانا چاہیے۔ لیکن جب میں اس طوائف کے گھر پہنچا تو اس نے دیکھا کہ قبلہ حضرت میاں صاحب اسی جگہ کھڑے ہیں تو وہ شرمندگی اور ندامت کی حالت میں واپس چلا آیا۔

کچھ عرصہ گزرنے کے بعد جب غلام موسیٰ اپنی ڈیوٹی سے شرقپور شریف واپس لوٹا تو وہ آستانہ عالیہ شیر ربانی پر حاضری کے لئے آیا۔ قبلہ حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ اسے دیکھ کر مسکرا دیئے اور فرمانے لگے کہ: بھئی ہر وقت راکھی بڑا مشکل کام ہے اگر تو نے توبہ کرنی ہے تو سچے دل سے کرو۔ ہر وقت پہرا کون دے سکتا ہے؟ اور بھی تو کام کرنے ہوتے ہیں۔ قبلہ حضرت میاں صاحب کے یہ الفاظ سنتے ہی اس نے سچے دِل سے توبہ کر لی اور پھر اس کی زندگی ایک انقلاب سے دوچار ہو گئی وہ صوم وصلوٰۃ کا پابند ہو گیا۔ بس میاں صاحب قبلہ کی نظر کرم تھی جس پر پڑ گئی وہ دین ودنیا میں سرخرو ہو گیا۔

موج میں آگئے قطرے سے دریا کر دیا

حضرت پیر مہر علی شاہؒ سے ملاقات:

روایت ہے کہ ایک دفعہ حضرت قبلہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ پشاور گئے تھے، واپس آتے ہوئے حضرت پیر مہر علی شاہ رحمہ اللہ سے ملاقات کرنے گولڑہ شریف گئے۔

پیر صاحب اس وقت چار پائی پر بیٹھے حاضرین کے سامنے لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ ۔کی تقریر فرما رہے تھے اور ارادت مند انسانی درجات ونکات سے لطف اندوز ہو رہے تھے کہ حضرت میاں صاحب نے سُن کر فرمایا: حضرت! اس سے آگے ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سَافِلِیْن پر بھی غور فرمائیے۔قبلہ پیر صاحب نے یہ سنا تو حاضرین سے مخاطب ہو کر پنجابی زبان میں فرمایا:

دیکھو بھئی! جتھے ایہہ جناں جا اپڑیا اے اوتھے مانہہ نہ اپڑ سکیا۔

یعنی جہاں پر یہ مرد خدا پہنچ گیا ہے وہاں پر میں نہ پہنچ سکا۔

بعد ازاں قبلہ پیر صاحب علیہ الرحمۃ نے جناب میاں صاحب علیہ الرحمۃ سے اسرار ورموز کی کچھ باتیں کیں اور پیر صاحب خاموش ہو گئے ۔اور حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ نے تھوڑی دیر بعد پیر صاحب سے اجازت لی اور شرقپور شریف چلے آئے۔اپنے آستانہ عالیہ پر پہنچ کر آپ نے فرمایا: ''علم تو یوں تھا جیسے سمندر ٹھاٹھیں مار رہا ہو لیکن میری بات کا جواب دیر سے دیا تھا۔''

اس کے بعد پیر مہر علی شاہ صاحب علیہ الرحمۃ نے اپنے ارادت مندوں کو شرقپور بھیجنے کے سلسلے کا آغاز فرما دیا تھا۔اور آپ کے اکثر مرید آستانہ عالیہ شرقپور شریف حاضری دیا کرتے تھے۔پیر صاحب کے ایک مرید خاص نے یہ بتایا کہ پیر صاحب نے یہ فرمایا تھا کہ

''میں حیران ہوں کہ میاں صاحب علیہ الرحمۃ نے اتنا عروج کیسے پایا، میں جب بھی مولائے کل فخر رسل سرکارِ مدینہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی کچہری میں حاضر ہوتا ہوں تو میاں صاحب شرقپوری علیہ الرحمۃ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی داھنی طرف بیٹھے ہوتے ہیں۔''

نور مجسم ﷺ کی زیارت:

شرقپور شریف کے مولانا شیخ محمد علی صاحب اسلامیات کے مدرّس تھے اور انجمن اسلامیہ شرقپور شریف کے زیر اہتمام چلنے والے پرائمری سکول میں پڑھایا کرتے تھے۔

مولانا کو حضور پرنور ﷺ کی زیارت کا بہت شوق تھا اور اسی شوق کی تکمیل کے لئے انہوں نے بہت ورد و وظائف بھی کیے اور مزارات اور آستانوں پر بھی حاضری دی لیکن پھر بھی وہ یہ گوہر مقصود حاصل کرنے میں ناکام رہے۔

مولانا چونکہ قبلہ حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ کے حلقۂ ارادت میں شامل تھے چنانچہ ایک دفعہ قبلہ حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ کی خدمت میں حاضر ہوئے تو اس وقت قبلہ میاں صاحب علیہ الرحمۃ نے مولانا کو دیکھا تو اسے اپنے ہاتھ سے چائے کی پیالی دی اور فرمایا او محمد علی! ''چاء پی لا'' مولانا نے پیالی پکڑی، جب چائے میں دیکھا تو بس دیکھتے ہی رہ گئے۔ جب تمام ارادت مند چائے نوشی سے فارغ ہو گئے تو حضرت میاں صاحب نے محمد علی سے فرمایا: اگر نہیں پیتے تو لاؤ کسی اور کو دے دیتے ہیں، پیالی ہاتھ سے پکڑی ہی تھی کہ مولانا دھڑام سے زمین پر گر گئے اور انہیں کوئی ہوش نہ رہا۔ قبلہ میاں صاحب کسی کام سے اوپر منزل پر چلے گئے۔ اور آپ کے ارادت مندوں نے مولانا کو اٹھایا اور ہوش لانے کی کوشش شروع ہوئی۔ جب مولانا بالکل ہوش میں آ گئے تو ارادت مندوں نے ان سے پوچھا کہ اصل صورتحال کیا تھی؟ مولانا نے بتایا کہ جب حضرت قبلہ نے فرمایا کہ او محمد علی! چاہ پی لا، پیالی مجھے پکڑائی تو میں کیا دیکھتا ہوں کہ چائے میں نورِ مجسم ﷺ کی نورانی شکل نظر آ رہی ہے۔

کہتے ہیں بعد ازیں مولانا کہیں بھی گئے زندگی بھر پیالیاں اٹھا اٹھا کر دیکھا کرتے تھے تاکہ وہ پھر حضور نبی کریم ﷺ کی زیارت کا شرف حاصل کر سکیں لیکن بار بار یہ نظارے کہاں نصیب ہوتے ہیں اور یہ سعادت ہر کسی کو کب نصیب ہوتی ہے۔

این سعادت بزور بازو نیست
تا نہ بخشد خدائے بخشندہ

کتے کا تابعداری کرنا:

قطب ربانی شیر یزدانی حضرت میاں شیر محمد شرقپوری علیہ الرحمۃ نے اپنی للّٰہیت

اور روحانیت کی حکومت صرف انسانوں پر ہی نہیں کی بلکہ حیوانوں، چوپاؤں اور کتوں پر بھی آپ کی حکمرانی رہی۔ آپ کا روزانہ کا یہ معمول تھا کہ آپ اپنے مہمانوں کو کھانا کھلانے کے بعد روٹی کے ٹکڑے اکٹھے کر کے اپنے کتوں وغیرہ کو ڈال دیا کرتے تھے جو کہ آپ کے آنے کا انتظار بھی کیا کرتے تھے۔

ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ نے کتوں کو ٹکڑے ڈالے تو ایک کمزور اور لاغر کتیا کے آگے سے طاقت ور موٹا تازہ کتا ٹکڑا اٹھا کر لے گیا۔ جب یہ منظر آپ نے دیکھا تو اس کتے کو مخاطب کرتے ہوئے فرمایا: نہ بھئی اس طرح نہیں کرنا چاہیے، آپ کا یہ فرمانا تھا کہ اس طاقت ور اور موٹے تازے کتے نے وہ ٹکڑا اس کمزور اور لاغر کتیا کے آگے رکھ دیا۔ اور خود اس کی حفاظت کے لئے اس کے اردگرد گھومنے پھرنے لگ گیا۔ جب تک وہ کتیا ٹکڑا کھاتی رہی وہ کتا مسلسل اس کی نگرانی کرتا رہا۔ جب یہ منظر اسلامیہ کالج لاہور کے پروفیسر مولانا اصغر علی روحی نے دیکھا تو وہ حضرت قبلہ میاں صاحب علیہ الرحمۃ کے قدموں پر آ گرے اور بلند آواز سے پکار اٹھے: ''مرشد ہو تو ایسا ہو مجھے ایسا مرشد ہی چاہیے تھا۔''

ایک چڑیا کی شکایت:

قطب ربّانی شیر یزدانی حضرت میاں شیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نہ صرف جملہ انسانوں بلکہ جانوروں اور حیوانوں کی زبان سے بھی آگاہ تھے۔ ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ آپ جمعۃ المبارک کا خطبہ فرمار ہے تھے کہ ایک دم آپ خاموش ہو گئے۔ مسجد میں نمازیوں نے جب دیکھا تو وہ یہ دیکھ کر ورطۂ حیرت میں ڈوب گئے کہ ایک خوبصورت سی چڑیا آپ کے کندھے مبارک پر آ کر بیٹھی ہوئی ہے اور آپ بڑی توجہ سے ہمہ تن گوش ہو کر اس کی جانب دیکھ رہے ہیں۔

کچھ دیر کے بعد وہ چڑیا اڑی اور چلی گئی، آپ نے دوبارہ خطبہ دینا شروع کر دیا۔ جب جمعے کی نماز ختم ہوئی تو آپ کے ارادت مندوں اور خادموں نے آپ سے پوچھا کہ یا حضرت! یہ کیا ماجرا تھا؟ کچھ ہمیں بھی بتایئے، بالآخر ان کے پرزور اصرار پر آپ

نے بتایا کہ یہ چڑیا ہمارے پاس شکایت لے کر آئی تھی کہ قریب ہی ایک باغ میں باغ کا مالک درختوں کو کاٹنا چاہ رہا ہے اور اس نے ان درختوں کو کاٹنے کے لئے آدمیوں کا بھی انتظام وانصرام کرلیا ہے۔

لیکن ان درختوں میں سے کچھ پر ہم چڑیاؤں نے اپنے گھونسلے بنا رکھے ہیں ان میں ہمارے چھوٹے چھوٹے بچے بھی ہیں۔اور دیگر کچھ پرندوں کو بھی یہی شکایت ہے، ان کے بھی گھونسلے بنے ہوئے ہیں۔اگر یہ سب درخت کٹ گئے تو تمام پرندے، بے گھر اور بے آسرا ہو جائیں گے۔یہ تھی اس چڑیا کی شکایت جس کا میں نے ازالہ کر دیا ہے اور میں وہ درخت ہرگز نہ کٹنے دوں گا۔اس کا بندوبست کرلیا گیا ہے۔

وصال میاں صاحب علیہ الرحمۃ

یہ قانونِ قدرت ہے کہ ہر جاندار نے موت کا ذائقہ چکھنا ہے۔اور اسی قانون کی پاسداری کرتے ہوئے تمام انبیاء کرام پر بھی موت وارد ہوئی۔ یہاں تک کہ جملہ انبیاء کے سردار اور امام حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ نے بھی اسے بڑی فراخدلی اور خوشی سے قبول فرمایا۔ جب ہمارے آقائے نامدار اور جملہ جہانوں کے سردار نے بھی اس موت سے کنارہ کشی نہ فرمائی تو پھر اس کے متوالوں اور جیالوں کو کیسے زیب دیتا ہے کہ وہ حضور پرنور ﷺ کی اس سنّت سے گریز کریں۔شریعت وطریقت میں اس کا تصوّر بھی کفر کے مترادف ہے۔

قطب ربّانی شیر یزدانی حضرت میاں شیر محمد شرقپوری علیہ الرحمۃ نے اپنی پوری زندگی اسوۂ حسنہ یعنی سنّت نبوی ﷺ کے عین مطابق بسر کی۔ پھر یہ کیسے ہوسکتا تھا کہ وہ آپ ﷺ کی سنّت (موت) کو کیسے قبول نہ کرتے؟ موت! حضور ﷺ کی سنّت ہے اور قرآن وسنت کے پروانے اس فروزاں شمع پر ہنس ہنس کے اپنی جان چھڑکتے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ جب مومنین کو موت آتی ہے تو وہ مسکرا کر خوشی سے اسے گلے لگاتے ہیں بقول اقبال:

نشان مردِ مومن با تو گویم!
چوں مرگ آید تبسّم بر لب اوست

یہ دنیاوی زندگی فانی اور اک عارضی زندگی ہے۔ یہ چند گھڑیوں کے لئے دی گئی

ہے۔ ابدی اور سرمدی زندگی کا آغاز اسی زندگی کے خاتمے کے بعد ہوتا ہے۔ یہ زندگی دنیاوی زندگی سے کہیں بڑھ کر اعلیٰ، نہایت طاقت ور اور کہیں مؤثر ہے۔ اللہ تعالیٰ کے مقرب بندے، اولیاء اور مشائخ جب دوسری زندگی کا آغاز کرتے ہیں تو پھر وہ اپنی پہلی دنیاوی زندگی سے کہیں زیادہ مضبوط و قوی زندگی کے حامل ہو جاتے ہیں۔ اور وہ اپنے عقیدت مندوں اور متوسلین کی اللہ تعالیٰ کی دی ہوئی قدرت کے ساتھ پہلے سے بھی زیادہ موثر مدد فرماتے ہیں۔ یہ وہ زندگی ہے جس کا تصور بھی اس دنیاوی (فانی) زندگی میں ناممکن بات ہے۔ اس زندگی کا نظارہ وہی لوگ کر سکتے ہیں جو کہ مُوْتُوْا اَنْتَ قَبْلَ مُوْتُوْا پر عمل پیرا ہو کر ابدی اور سرمدی زندگی کے حصول کے لئے اس عارضی اور دنیاوی زندگی کو بھینٹ پر چڑھا دیتے ہیں۔

ابدی، ازلی اور سرمدی زندگی رکھنے والا حقیقی وجود (ذات باری تعالیٰ) سمندر کی مانند ہے اور ہم جملہ انسان اس کے قطروں کی طرح ہیں، وہ کل ہے اور انسان جز ہے۔ انسان (یعنی ہر ذی نفس) جو کہ اپنے کل کا جز ہے مر کر اپنے کل سے واصل ہو جاتا ہے۔ یہ واصل ہونے کا اضطراب، جدائی اور بے چینی ہی دنیاوی زندگی ہے۔ اس کے بعد کی زندگی یعنی قطرے (جز) کا اپنے اصل (سمندر) سے وصل دائمی اور سرمدی زندگی کا موجب ہے۔
اسی لئے تو کسی شاعر نے خوب کہا ہے کہ:

کون کہتا ہے کہ موت آئی تو مر جاؤں گا
میں تو دریا ہوں سمندر میں اتر جاؤں گا

(احمد ندیم قاسمی)

قطب ربانی شیر یزدانی حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ بھی آخر انسان تھے اور انسان کا مختلف اوقات میں مختلف عوارض سے سابقہ پڑھتا رہتا ہے، یہی انسانی فطرت بھی ہے۔ تبخیر معدہ کا مرض آپ کو شروع ہی سے لاحق تھا۔ مگر آپ نے ہمیشہ ہی اسے اپنے لئے کوئی مسئلہ نہ سمجھا، نہ ہی اس پر کوئی توجہ دی۔ آپ بڑے بڑے سنگین قسم کے

عوارض میں مبتلا لوگوں کو اک دعا یا صرف اک بول سے اچھا کر دیتے تھے، اگر آپ چاہتے تو خود اپنے لئے بھی یہ تیر بہدف نسخہ استعمال میں لا سکتے تھے۔ مگر اللہ والے ایسا نہیں کرتے کیونکہ ان کا کوئی عمل، کوئی فعل محض اپنی ذات کے لئے نہیں ہوا کرتا۔ وہ تو دوسروں کو فیض پہنچانے کے لئے ہی اس دنیا میں آتے ہیں لوگوں کو فیض یاب کر کے واپس چلے جاتے ہیں۔

لیکن اس کا یہ مطلب بھی نہیں ہے کہ کوئی بھی اپنے مرض کا علاج معالجہ نہ کرائے۔ یہ بات سنّت نبوی ﷺ کے سراسر خلاف ہے اور اللہ کے حکم کے بھی منافی ہے۔ سو آپ کا علاج بڑے بڑے حکماء سے کرایا گیا لیکن کچھ کامیابی نہ ہو سکی بالآخر آپ کے ایک خاص ارادت مند نے بضد ہو کر آپ کو میو ہسپتال کے ایک ماہر ڈاکٹر کو دکھایا اس میں ناکامی ہی ہوئی۔ اور تقریباً تین سال تک آپ اسی مرض میں مبتلا رہے۔ اور آخری سال میں اس مرض نے اس قدر شدّت اختیار کر لی کہ آپ کے لئے مسجد میں نماز پڑھنا، پڑھانا ناممکن ہو گیا۔ آپ ان دنوں سخت قلق کا شکار رہتے کہ نمازیں مسجد میں کیوں ادا نہیں کر سکتے۔ تاہم اس دوران آپ اپنے عقیدت مندوں اور خادموں کو وعظ و نصیحت کرنے کا برابر درس دیتے رہتے تھے۔

آپ کے اس مرض کی بڑی وجہ شروع سے بڑھاپے تک دن رات مسلسل عبادت و ریاضت اور مجاہدہ تھی۔ آپ اپنے وجود میں تیزی سے کمزوری محسوس کرنے لگے تھے اور یہی کمزوری وقت گزرنے کے ساتھ ساتھ اس مرض کی شکل اختیار کر گئی۔ آپ اپنی زندگی کے آخری دنوں میں اس قدر کمزور و ناتواں ہو گئے تھے کہ مسجد میں جانا بالکل چھوٹ چکا تھا اور گھر پر ہی نمازیں ادا کرتے رہے۔ اور چھ جمعے تک آپ نے مسجد میں جا کر کوئی خطبہ نہ دیا۔ آپ کے اسی مرض کو پیش نظر رکھتے ہوئے حکماء اور ڈاکٹروں نے آپ کو کشمیر لے جانے کا بھی مشورہ دیا تھا۔ کہ شاید وہاں کی آب و ہوا کی تاثیر سے ہی ان کی طبیعت و جبلّت میں کچھ فرق آ جائے۔ سو سیّد نور الحسن شاہ صاحب کیلیانوالہ، مولوی دین محمد فیض پوری، مولوی خدا بخش صاحب، مولوی سراج دین اور مستری کرم دین آپ کو سرزمین کشمیر

میں لے گئے، وہاں پر ایک نومسلم انگریز شیخ محمد حسین المعروف ہری صاحب کے ہوٹل میں چار روز ٹھہرایا گیا لیکن آپ کو صحت وتندرستی کی بجائے سخت بخار ہو گیا پھر آپ کو واپس شرق پور شریف لایا گیا۔

سفرِ کشمیر کے بعد آپ کے علاج معالجہ کے لئے حکیم نیر واسطی صاحب حکیم ظفریاب صاحب، حکیم احمد علی قصوری، حکیم محمد یوسف صاحب لاہوری، ڈاکٹر محمد یوسف سول سرجن اور ڈاکٹر دین صاحب کے مشورہ سے آپ کو علاج کے لئے لاہور ٹھہرایا گیا اور یہاں پر بھی آپ کے مرض میں افاقے کی بجائے زیادتی پیدا ہوئی اور ان احباب کے مشورے کے مطابق پھر آپ کو شرقپور شریف میں لایا گیا۔ اب آپ پر غشی کے دورے بھی پڑنے لگ گئے تھے۔ آپ کے ارادت مند خاصے مایوس ہوتے جا رہے تھے۔ آپ نے انہی دنوں اپنے بھائی حضرت میاں غلام اللہ ثانی لاثانی صاحب علیہ الرحمۃ کو اپنے پاس بلایا اور سیّد نور الحسن شاہ صاحب کیلیانوالے اور بابا عبداللہ فیروز پوری کے سامنے یہ وصیّت فرمائی: گھبرانا نہیں! مہمانوں کی اچھی طرح خدمت کرنا، جمعۃ المبارک کی نماز خود پڑھانا، باقی نمازیں اور مسجد کا انتظام وانصرام میاں محمد ابراہیم صاحب اور حاجی عبدالرحمٰن صاحب کے سپرد کر دینا، جمعۃ المبارک کے علاوہ وقتاً فوقتاً مسجد میں جا کر دیگر نمازیں بھی پڑھانا اور اس کے ساتھ ہی اسے تلقین وارشاد کی اجازت بھی بخش دی۔

آپ نے اپنے وصال کی پیشگی اطلاع بھی دے دی تھی۔ جب ۳۰ اگست ۱۹۲۸ء پیر کے روز سورج طلوع ہو رہا تھا تو یہ آفتابِ ولایت غروب ہو رہا تھا۔ آپ نے بتا دیا تھا کہ آج ہم اپنے خالقِ حقیقی سے جا ملیں گے، سو ایسا ہی ہوا۔

وصال کے روز آپ پر بار بار غشی کے دورے پڑ رہے تھے کہ اچانک ہچکی شروع ہو گئی۔ اسی اثناء میں آپ نے سورۂ اخلاص کی تلاوت کا آغاز کر دیا اسی طرح ذکر واذکار کرتے ہوئے ۳۰ اگست ۱۹۲۸ء بروز پیر رات تقریباً ساڑھے گیارہ بجے آپ وصال فرما گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۔

جونہی آپ نے وصال فرمایا، کچھ لمحات کے بعد آپ کی تجہیز و تکفین کے کام کا آغاز کر دیا گیا، چنانچہ حاجی عبدالرحمٰن صاحب، میاں محمد ابراہیم صاحب، حافظ وقاری خدا بخش صاحب لائل پوری، حضرت قبلہ میاں غلام اللہ صاحب شرقپوری، مولانا دین محمد صاحب، مستری کرم دین صاحب، میاں فضل احمد صاحب، حکیم محمد یوسف صاحب، ملک کریم الدین صاحب آف پھریانوالہ اور حضرت صوفی محمد ابراہیم صاحب قصوری نے حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ کے غسل اور تکفین کا کام رات اڑھائی بجے تک مکمل کر لیا تھا۔

قبلہ حضرت میاں صاحب کے وصال کی خبر جنگل کے پھول کی معطر خوشبو کی طرح بڑی تیزی سے ملک کے دور دراز کے حصوں میں بھی پھیل گئی تھی اور دور دراز سے آپ کے عقیدت مند، ارادت منداور مریدین جوق در جوق آپ کی نمازِ جنازہ میں شریک ہونے کے لئے آ رہے تھے۔ جبکہ اس دور میں ذرائع آمد و رفت کی نہایت قلّت تھی۔ آپ کی نمازِ جنازہ، آپؒ کے خلیفہ صاحبزادہ سیّد محمد مظہر قیوم صاحبؒ نے پڑھائی اور نماز جنازہ میں شرکت کرنے والوں کی تعداد سات ہزار کے قریب تھی۔

نماز جنازہ کے بعد حضرت قبلہ وکعبہ کے جسد مبارک کو لوگوں کی عام زیارت کے لئے رکھ دیا گیا، مسلم و غیر مسلم ہر طرح کے لوگ آپ کی زیارت سے شرف یاب ہوتے رہے۔ اور نمازِ عصر کے بعد آپ کو ہزاروں سوگواروں کی موجودگی میں آپ کے منتخب کردہ مقام مشہور قبرستان ڈوہرانوالہ شرقپور شریف میں باغِ جنت کے سپرد کر دیا گیا۔ یہ وہی جگہ ہے جہاں پر آج آپ کا روضۂ اقدس مرجعِ خلائق اور ستائشِ صد لائق ہے۔ مندرجہ ذیل رباعی سے آپ کا سن وفات نکالا گیا ہے۔

چہ مولانا قبلہ شرقپوری
ز دنیا شد رواں با کام و آرام
وصالِ شیرِ حق شیرِ محمد
شدہ مالِ وصالش اے نیکو تام

(۱۳۴۷ھ)

اولادِ میاں صاحب علیہ الرحمۃ:

قطب ربانی، شیر یزدانی حضرت میاں شیر محمد شرقپوری علیہ الرحمۃ کے ہاں دو صاحبزادے اور تین صاحبزادیاں پیدا ہوئیں۔ دو صاحبزادیاں اور صاحبزادے بچپن ہی میں داغِ مفارقت دے گئے، بڑی صاحبزادی مسماۃ فاطمہ رحمہا اللہ تعالیٰ بقید حیات رہیں۔ صاحبزادی صاحبہ بچپن ہی سے تقویٰ وطہارت اور صوم وصلوٰۃ کی بڑی پابند تھیں۔ علومِ شرعی سے مکمل طور پر آشنا تھیں، آستانہ عالیہ میاں صاحبؒ پر جو خواتین بھی حاضری کے لئے آتیں آپ انہیں شریعت وطریقت کے مسائل سے بڑی نرمی اور محبت کے ساتھ آگاہ کرتیں اور ان کو تربیت دیتیں۔

قطب ربانی شیر یزدانی حضرت میاں شیر محمد صاحب علیہ الرحمۃ اپنی پیاری بیٹی فاطمہ سے از حد محبت کرتے تھے۔ انہیں بھی آپ سے والہانہ لگاؤ تھا۔ حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ نے اپنی صاحبزادی کی شریعت کے مطابق شادی بھی کروا دی تھی۔ جب ۱۳۴۰ھ میں قبلہ میاں صاحب علیہ الرحمۃ کی والدہ ماجدہ انتقال کر گئیں تو آپ نے لنگر خانے کا سارا انتظام وانصرام اپنی صاحبزادی صاحبہ کے حوالے کر دیا تھا۔ انہوں نے اپنے فرائض نہایت ہی خلوص سے سرانجام دیئے تھے اور ۱۳۴۳ھ میں آپ انتقال فرما گئیں۔

صاحبزادی صاحبہ کے انتقال سے میاں صاحب علیہ الرحمۃ کو سخت صدمہ پہنچا تھا۔ لیکن آپ اس صدمہ کو اللہ تعالیٰ کی طرف سے امتحان متصوّر فرماتے ہوئے کسی سے بھی کچھ بات نہ کرتے تھے۔ جب قبلہ حضرت میاں صاحب نے وصال فرمایا تو انہوں نے اس وقت اپنی دو بہنیں اور ایک بھائی حضرت میاں غلام اللہ المعروف ثانی لاثانی علیہ الرحمۃ یادگار چھوڑے تھے۔

حضرت میاں غلام اللہ

المعروف ثانی لاثانی شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ

قطب ربّانی شیر یزدانی حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ سے چھوٹے اور حقیقی بھائی، آپ میاں صاحب کے خلیفۂ اوّل حضرت میاں غلام اللہ المعروف ثانی لاثانی شرقپوری علیہ الرحمۃ ۱۸۹۱ء کو شرقپور شریف ضلع شیخوپورہ میں میاں عزیز الدین کے ہاں پیدا ہوئے۔ آپ کا نام میاں غلام اللہ تھا لیکن ثانی لاثانی کے لقب سے زیادہ معروف ومشہور ہوئے۔ کہا جاتا ہے کہ آپ کو یہ لقب قطب ربّانی شیر یزدانی حضرت میاں شیر محمد شرقپوری علیہ الرحمۃ کے مرید خاص جناب حاجی عبدالرحمٰن قصوری علیہ الرحمۃ نے عطا کیا تھا۔ اور آج بھی میاں غلام اللہ صاحب علیہ الرحمۃ کے متوسلین اور مریدین میں حضرت میاں ثانی لاثانی کے لقب سے جانے پہچانے جاتے ہیں۔

آباؤ اجداد:

حضرت ثانی لاثانی کے آباؤ اجداد بقول حضرت قبلہ میاں شیر محمد شرقپوری علیہ الرحمۃ کابل کے رہائشی تھے اور علمی فضیلت کی وجہ سے وہ اپنے علاقے میں مخدوم کے نام سے پکارے جاتے تھے۔ انہیں شاہی خاندان کے اساتذہ ہونے کا بھی شرف حاصل تھا۔

"حدیث دلبراں" میں لکھا ہے کہ:

"جب مشہد میں اسلامی فتوحات کا آغاز ہوا تو پٹھان اپنے اساتذہ یعنی حضرت میاں صاحب قبلہ کے اجداد وعظام کو بھی اپنے ساتھ لیتے آئے ۔ ان دنوں قصور شہر علم کا گہوارہ تھا۔ اور سرکار کے مورثان اعلیٰ جو علمی شغف رکھتے تھے پٹھانوں کے ہمراہ قصور شہر میں آ کر مقیم ہوئے۔ان کی تیسری پشت میں سے ایک بزرگ حضرت صالح محمد تھے۔ جو نہایت متقی اور پرہیز گار تھے۔آپ قرآن پاک کی کتابت سے گزر اوقات کیا کرتے تھے۔

قدرت نے آپ کو لڑکے سے نوازا، جس کا نام کمالِ محبت کی وجہ سے غلام رسول رکھا گیا۔حضرت صالح محمد صاحب کے ہونہار اور نیک بخت فرزند جب پروان چڑھے تو قدرت نے نوازشوں کے دریچے کھول دیئے۔ مولانا غلام رسول صاحب علوم ظاہری کے ساتھ ساتھ علوم باطنی سے بھی بہرہ ور تھے۔آپ قصور شہر میں مفتی تھے۔ مولانا غلام دستگیر بابا صاحب کے ہم عصروں میں سے تھے۔ جب مہاراجہ رنجیت سنگھ نے قصور پر یورش کی اور شہر کو تاخت وتاراج کیا تو اس کی لوٹ مار سے علاقہ میں قحط رونما ہوا اور باشندے باہر جانے لگے تو بابا صاحب بھی اپنے شاگردوں کے ہمراہ نکل کھڑے ہوئے چلتے چلتے بابا صاحب حجرہ شاہ مقیم تشریف لے گئے لیکن وہاں بھی زمانہ کی بیدادگری سے محفوظ نہ رہ سکے اور سکھوں نے حجرہ شاہ مقیم پر بھی حملہ کر دیا۔"

حضرت صاحبزادہ میاں جمیل احمد شرقپوری "منبعِ انوار" میں میاں غلام رسول کے حالات کے سلسلے میں لکھتے ہوئے شیر ربانی کے والد ماجد میاں عزیز الدین کے متعلق رقم طراز ہیں کہ:

"تا ایں کہ انہوں نے شرقپور آ کے پناہ لی۔ شرقپور نے خانماں برباودں کے لئے اپنے دروازے کھول رکھے تھے۔ مولوی غلام رسول نے وہیں اپنا مسکن بنایا اور ایک مسجد اور ایک مدرسے کی بنیاد رکھی۔ ہر عزم کو ایک یقین لازم ہے۔ یقین کے آگے کوئی دیوار نہیں ٹھہرتی۔ اس پکی پچی درس گاہ نے دیکھتے ہی دیکھتے ایک بڑی علمی خانقاہ کی شکل اختیار کر لی۔ مولوی غلام رسول کے ایک بھتیجے تھے۔ حافظ محمد حسین ان سے میاں صاحب نے اپنی اکلوتی بیٹی آمنہ کی شادی کر دی تھی، انہی کے بطن سے میاں عزیز الدین تولّد ہوئے۔

تقویٰ کسی کو ورثے میں نہیں ملتا، البتہ عبادت و ریاضت کا ماحول میاں عزیز الدین کو ورثے میں ملا تھا۔ انہوں نے بہ تمامِ کمال اپنے اجداد کی پیروی کی تھی۔ وہ ایک شب بیدار بزرگ تھے۔ ظاہری علوم کے علاوہ باطنی علوم سے بھی پیراستہ، دنیوی امور میں گھرے رہنے کے باوجود دنیا سے بچے بچے رہتے تھے۔ ضلع حصار کے محکمہ ویکسی نیشن سے وہ ایک مدت تک وابستہ رہے۔ تعطیلات میں وہ اپنے گھر شرقپور میں آتے تھے۔ نوکروں کو ساتھ بٹھا کر کھانا کھلانا ان کا معمول تھا۔ اپنے کپڑے وہ خود دھوتے تھے بلکہ بسا اوقات اپنے نوکروں کے کپڑے دھو دیتے تھے۔ ان کے محکمہ میں رشوت ستانی عام تھی لیکن انہوں نے ساری عمر سوکھی تنخواہ پر گزر بسر کی۔ جو خوشبو شرقپور کی ایک گلی میں آ کر بابا امیر الدین (کوٹلہ شریف) سونگھتے تھے وہ میاں عزیز الدین کے ہاں ایک فرزند کی صورت میں مجسّم ہوئی۔ ولادت کی تاریخ کہیں درج نہیں لیکن ۱۸۶۳ء سے کسی محقق کو اختلاف نہیں ہے۔ والدہ آمنہ نے اپنی خاندانی روایات کے مطابق

''نومولود کی تربیت کا بیڑا اٹھایا اور ساتویں روز لڑکے کا نام شیر محمد رکھا۔''

آگے چل کر حضرت صاحبزادہ حضرت ثانی لا ثانی صاحب کے ابتدائی حالات پر روشنی ڈالتے ہوئے رقم فرماتے ہیں کہ:

''حضرت میاں شیر محمد شرقپوری کی ولادت کے کچھ روز بعد آپ کی والدہ ماجدہ رحلت فرما گئیں تو آپ کے والد بزرگوار میاں عزیز الدین نے دوسری شادی کر لی۔ اللہ تبارک وتعالیٰ نے دوسری بیوی سے بھی ایک فرزند ارجمند عطا فرمایا۔ نومولود کا نام ''غلام اللہ'' رکھا گیا۔ حضرت میاں غلام اللہ ابھی بچے ہی تھے کہ والد ماجد کا سایۂ عاطفت سر سے اٹھ گیا، آپ کے بڑے بھائی حضرت میاں شیر محمد شرقپوری علیہ الرحمۃ نے آپ کی کفالت کی ذمہ داری سنبھالی اور ہر طرح سے تربیت کا خیال رکھا۔''

''حضرت میاں غلام اللہ صاحب نے دینی تعلیم کے ساتھ ساتھ دنیاوی تعلیم کو بھی جاری رکھا، آپ نے میٹرک کا امتحان پاس کرنے کے بعد طبیّہ کالج لاہور میں داخلہ لے لیا اور حکمت کی تعلیم وتربیت میں مہارت حاصل کی۔ حکیم حاذق کا امتحان پاس کرنے کے بعد یہی پیشہ اختیار کیا۔ اور مخلوقِ خدا کی خدمت کرتے رہے لیکن زیادہ دیر تک اس کام میں طبیعت نہ لگ سکی۔ تو آپ نے دنیائے حکمت کو خیر باد کہہ کر میونسپل کمیٹی شرقپور شریف میں بطورِ سیکرٹری ملازمت اختیار کر لی مگر طبیعت یہاں بھی نہ لگ سکی۔

آگے چل کے صاحبزادہ صاحب حضرت ثانی لا ثانی ؒ کو روحانیت کی دنیا میں لائے جانے کا واقعہ بیان فرماتے ہوئے لکھتے ہیں کہ: حضرت ثانی لا ثانی صاحب ؒ کو روحانیت کی دنیا میں لانے والے حضرت شیر ربانی ؒ تھے، وہ ان کی ساری کیفیتِ حالت پر بڑی گہری نظر رکھے ہوئے تھے، وہ یہ چاہتے تھے کہ جلد از جلد اپنا سارا علم وعرفان اپنے بھائی کے سینے میں منتقل فرما دیں۔ جمعۃ المبارک کا روز تھا، نمازِ جمعہ کے وقت سے کچھ دیر پہلے ہی

میاں غلام اللہ صاحب مسجد میں داخل ہوئے، وضو فرمایا، دونوں بھائیوں کا مسجد میں آمنا سامنا ہو گیا۔ حضرت میاں صاحب نے آج پہلی مرتبہ اپنے بھائی کو توجہ کی نظر سے دیکھا۔ توجہ کا فرمانا ہی تھا کہ میاں غلام اللہ صاحب کا عجب حال ہو گیا۔ کھڑے کھڑے گر پڑے اور فرش پر لوٹنے لگے۔ چشمہ دور جا کر گرا۔ گھڑی ٹوٹ گئی، گریبان چاک کر لیا اور دیوانوں کی طرح بھائی جان کے قدم پکڑنے لگے۔ حضرت میاں صاحب کے حکم کی تعمیل میں لوگ چھوٹے میاں صاحب کو مسجد کی چھت پر لے گئے۔ حضرت میاں صاحب نمازِ جمعہ سے فراغت حاصل کرنے کے بعد مسجد کی چھت پر تشریف لے گئے اور اپنے بھائی کو اسی حالت میں پایا۔ آپ نے انہیں اٹھا کر اپنے سینے سے لگا لیا تو یکدم طبیعت کو قرار آ گیا۔ انہیں یوں محسوس ہوا جیسے حضرت شیر ربّانی میاں شیر محمد شرقپوریؒ نے ان کا ہاتھ حضرت سیّدنا ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ کے دستِ مبارک میں دے دیا ہو۔ بس سینے سے لگانا ہی تھا کہ آپ کی کایا پلٹ گئی۔ آپ ہر لحاظ سے کامل ہو گئے۔ ان کی طبیعت میں ایسا انقلاب برپا ہوا کہ علائق دنیوی ہیچ نظر آنے لگے اور راہِ سلوک میں ایسے طاق ہو گئے کہ آئندہ آنے والی نسلیں حضرت میاں شیر محمد شرقپوری کی اس مجسم کرامت سے تا ابد اپنے دامن کو بھرتی رہیں گی اور اس چشمۂ عرفان سے لوگ اپنی پیاس بجھاتے رہیں گے۔ (ثانی لاثانی نمبر ص: ۲۸، ۲۹)

ثانی لاثانی نمبر میں ہی حضرت صاحبزادہ محمد عمر بریلوی نے حضرت ثانی لاثانی صاحبؒ کی سجادہ نشینی اور نسبت کے متعلق بڑی عمدہ اور اعلیٰ بات لکھی ہے۔ وہ فرماتے ہیں کہ:

> ''مرض الموت میں جب آں قبلہ ارباب عشق و ذوق کے آخری ایام وصال آ گئے تو آپ نے میاں غلام اللہ صاحبؒ کو طلب کر کے ارشاد فرمایا کہ جمعہ پڑھانا، مسجد کا انتظام رکھنا اور کوئی آ جائے تو اس کا اہتمام لازم رکھنا غرض اس قسم کے الفاظ فرمائے۔ جس سے خانقاہِ معلّٰی کی تولیت مقصود تھی۔ گو بعض احباب اس وقت حیران تھے لیکن مشہور ہے کہ فِعْلُ الْحَکِیْمِ لَا یَخْلُوْا عَنِ الْحِکْمَةِ (عارف

کا کوئی لفظ ضائع نہیں جاتا) جب ایک طرف آپ نے انتقال فرمایا
تو دوسری طرف میاں صاحب نے خانقاہِ معلّٰی کا انتظام اپنے ہاتھ
میں لے لیا تو یہ خیال کسی کے دل میں بھی نہیں تھا کہ آپ اس قدر
بھاری ذمہ داری کے اہل ہیں یا کسی وقت اسے سنبھال لیں گے لیکن
آج کوئی جا کر دیکھے کہ کس طرح آپ نے اپنی ذمہ داری اٹھائی اور
کس طرح نسبت کا ظہور ہو رہا ہے۔"

حضرت صاحبزادہ صاحب بریلوی نسبت کے ظہور کی عملی صورت سے متعلق وضاحت فرماتے ہوئے لکھتے ہیں کہ:

وصال کے وقت نہ تو میں موجود تھا اور نہ کسی سے سنا۔ ہاں بعد میں
معلوم ہوا کہ حضرت نے اپنے بھائی صاحب کو بلا کر فرمایا میاں جمعہ
پڑھایا کرنا اور مسجد کو آباد رکھنا، کوئی آ جائے تو اس کو کچھ بتلا دینا، لیکن
جب میں جہلم پر حاضر ہوا تو میاں غلام اللہ نہ تھے بلکہ حضرت قبلہ
غلام اللہ تھے۔ آپ نے بہت بڑا خطاب کیا اور مخلصین حیران رہ
گئے۔ لیکن پھر بھی کسی کو امید نہ تھی کہ یہ خلا جو حضرت قبلہ کے وصال
سے پیدا ہو گیا ہے کسی دن پُر ہو جائے گا۔ شرقپور شریف میں عقیدت
دن دوگنی رات چوگنی روشن تر ہوتی جائے گی۔

اللہ اکبر! کیا ہوا۔ وہی کچھ اس شہر میں مئے توحید کے رنگ
روپ میں تھا۔ وہی آخر سجادہ نشین صاحب پر بھی رنگ آنا شروع
آ گیا یہاں تک کہ حضرت میاں غلام اللہ صاحب ثانی لاثانی کے
لقب سے مشہور ہو کر اس دنیائے فانی سے رخصت ہو گئے۔ اِنَّا لِلّٰہِ
وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ ۔ اور وہ کچھ کر گئے جو وہم وگمان میں نہ تھا اور
یک طرفہ نہیں چو طرفہ دین کی خدمت گزاری کرتے ہوئے

واصل بحق ہوئے اور وصال کے بعد وہ درجہ حاصل ہوا جو اپنے قبلہ حضرت میاں صاحب کے ساتھ خاص تھا۔ روضۂ انور کے اندر اپنے بھائی اور پیرومرشد کے پہلو میں جگہ نصیب ہوئی۔"

قطب ربّانی علیہ الرحمۃ سے لگاؤ:

قطب ربّانی شیر یزدانی حضرت میاں شیر محمد شرقپوری علیہ الرحمۃ کو حضرت غلام اللہ ثانی لا ثانی رحمۃ اللہ علیہ سے حد درجہ کا لگاؤ تھا اور آپ اُن سے دلی محبت کرتے تھے۔ جس زمانے میں حضرت ثانی لا ثانی لاہور میں تعلیم حاصل کر رہے تھے۔ انہی دنوں جب میاں غلام اللہ صاحبؒ کی محبت میاں صاحبؒ کے دل میں جوش زن ہوتی تو آپ والدہ سے اجازت لے کر لاہور تشریف لے جاتے اور ادھر حضرت ثانی لا ثانی عازم شرقپور شریف ہو جایا کرتے تھے، اس طرح سفر کے دوران دونوں بھائیوں میں ملاقات ہو جایا کرتی تھی۔

حضرت ثانی لا ثانیؒ کی مسند نشینی:

حضرت ثانی لا ثانی رحمۃ اللہ علیہ چونکہ شیر ربّانی حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ کے دستِ مبارک پر بیعت کر چکے تھے اور قبلہ میاں صاحب علیہ الرحمۃ نے بڑے خلوص سے انہیں راہِ سلوک کی منازل طے کرانا شروع کر دی تھیں اور کمالِ مہربانی سے انہیں شرفِ خلافت بھی عطا کر دیا تھا۔ بالخصوص قبلہ میاں صاحب علیہ الرحمۃ نے اپنی زندگی کے آخری ایام میں ان پر ایک نگاہِ ولایت ڈال کر سالوں کا سفر گھنٹوں میں طے کر دیا تھا۔ جب قبلہ حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ کا وصال ہوا تو آستانہ شیر ربّانی کے تمام متوسلین اور مریدین آپ کو دل و جان سے چاہنے لگ گئے تھے، دِل سے ان کا احترام و ادب کرتے تھے۔ آپ خود بھی ان پر ہمیشہ نظرِ عاطفت رکھنے لگے تھے۔ یہ ان کی زندگی کے اس نئے سفر کا آغاز تھا، انہوں نے اللہ کے فضل اور حضور نبی کریم ﷺ کی مہر سے بڑی سرعت سے طے کیا، اس طرح چشمۂ شیر ربّانی جاری و ساری ہو گیا جو کہ قیامت تک یونہی بہتا رہے گا اور

پیاسے اپنی تشنگی بجھاتے رہیں گے۔

مساجد کی تعمیر:

مسلمانوں کے لئے مساجد روحانی مراکز اور دینی اداروں کی حیثیت رکھتی ہیں۔ مسلمانوں کے روحانی اور دینی تعلق کو مضبوط کرنے کے لئے حضرت میاں شیر محمد شرقپوری علیہ الرحمۃ نے شرقپور شریف، لاہور، کوٹلہ شریف اور مکان شریف میں بڑی خوبصورت مساجد تعمیر کرائیں۔ جن میں کچھ کچی بھی تھیں۔ حضرت ثانی لاثانی علیہ الرحمۃ نے بھی اپنے پیرومرشدؒ اور برادرِ اکبر کی اس شاندار ملّی روایات کو مدّ نظر رکھتے ہوئے ان کچی مسجدوں کو پکا کیا اور انہیں دن رات آباد کرنے کی سعی بھی فرمائی۔ یہ ان کے مرشد کامل کے جذب کا ہی نتیجہ تھا کہ ان میں انجذاب پیدا ہوا، حضرت میاں صاحب کی نگاہ کیمیا اثر کا فیضان ہی تھا کہ بڑے بھولے اور مغرب زدہ لوگ راہِ راست پر آ گئے۔ حضور ثانی صاحب علیہ الرحمۃ پر مرشدِ کامل کا ایسا رنگ چڑھا کہ ان کا نام پوری آب و تاب سے چمکا۔ مرشدِ کامل سے کامل وابستگی سے ہی ان کی کایا پلٹی کہ ہر لحاظ سے آپ کامل ہو گئے۔ اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ حضور ثانی صاحب علیہ الرحمۃ کی پاکیزہ زندگی میں ان کے مرشدِ کامل حضرت شیر ربّانی علیہ الرحمۃ کی زندگی کا پورا عکس اپنی پوری تابانیوں سمیت جھلکتا ہوا نظر آتا ہے۔ یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ آپ واقعی شیر ربّانی کے نقشِ ثانی لاثانیؒ ہیں۔

"جامعہ حضرت میاں صاحبؒ":

حضرت میاں غلام اللہ ثانی لاثانی صاحب علیہ الرحمۃ نے اپنے پیرومرشد اور برادرِ اکبر حضرت میاں شیر محمد شرقپوری علیہ الرحمۃ کی شاندار دینی و روحانی روایت کو مساجد کی تعمیر سے نہ صرف آگے بڑھایا بلکہ انہوں نے سرزمین شرقپور شریف میں ایک ایسے علمی و روحانی اور دینی ادارے کی بھی بنیاد رکھی جس کی ضرورت یہاں کے مسلمانوں کو بہت پہلے سے تھی۔

شرقپور شریف میں چونکہ شیعہ اور دیگر مذاہب باطلہ کے لوگ سادہ لوح سنیوں کو دن رات گمراہ کرنے میں کوشاں رہتے تھے۔ جس لئے آپ نے یہ شدّت سے محسوس کیا کہ اہل سنّت کا کوئی اپنا ادارہ بھی ہونا چاہیے۔ چنانچہ ۱۹۴۴ء میں مین بازار شرقپور شریف میں ''جامعہ حضرت میاں صاحب'' کے نام سے ایک ادارہ بنایا گیا، اس ادارے کا اصل نام ''ریاض المسلمین'' تھا۔ ''حزب الرسول'' شرقپور کی ایک مشہور تنظیم تھی، اس کے سرپرستِ اعلیٰ حضرت ثانی لاثانی علیہ الرحمۃ تھے۔ یہی وہ تنظیم تھی کہ جو اس ادارے کو چلانے کا اہتمام و انصرام کرتی رہی۔

جب ''جامعہ میاں صاحب'' کا قیام عمل میں آیا تو اس میں عوام وخواص ہر طرح کے لوگوں نے دل کھول کر اپنے بچوں کو داخل کروایا۔ لہٰذا تھوڑے ہی عرصے میں یہاں پر زیورِ تعلیم سے آراستہ و پیراستہ ہونے کے لئے دور دراز کے علاقوں سے بچے آنے لگے اور دیکھتے ہی دیکھتے یہ ایک چھوٹا سا مکتب سرزمین شرقپور شریف میں اسلامی علوم وفنون کا ایک اہم مرکز بن گیا۔

شروع میں کچھ عرصہ تو یہ ادارہ مسجد میں رہا، بعدازیں جب طالب علموں کی تعداد قابل رشک صورتحال اختیار کرتی چلی گئی تو پھر وقتی اور عارضی طور پر حافظ نور علی صاحب کا مکان کرایہ پر لے کر اس میں منتقل کر دیا گیا، تین سال تک یہاں پر اسلامی علوم وفنون کی تدریس ہوتی رہی۔ اس کے بعد جب طلباء کی تعداد مزید بڑھ گئی تو اس کے لئے مستقل اراضی کی ضرورت محسوس ہوئی۔ زمین خریدی گئی اور اس میں ''جامعہ حضرت میاں صاحب'' کی شاندار عمارت کی تعمیر وجود میں آئی۔ اساتذہ کے لئے علیحدہ کمرے تعمیر کیے گئے اور طلباء کے لئے الگ۔ یہ عمارت تاحال موجود ہے، اس میں آج بھی حفاظ اور علوم وفنون کے سینکڑوں طلباء خود کو زیورِ تعلیم سے آراستہ کر رہے ہیں۔

''مٹھی آٹا سکیم''

جب اس جامعہ کی بنیاد رکھی گئی تو اس وقت مالی وسائل نہ ہونے کے برابر تھے۔

چنانچہ اس مالی کمی کو دور کرنے کے لئے پورے شرقپور شریف میں ''مٹھی آٹا سکیم'' (یعنی پورے شرقپور شریف میں ہر گھر ایک برتن (مٹی کا کوزہ) رکھا گیا۔ جب گھروں میں خواتین آٹا گوندھتیں تو ایک مٹھی آٹا اس میں ڈال دیتیں۔ جب وہ بھر جاتا تو ادارے میں بھیج دیا جاتا) کے تحت جامعہ کا انتظام وانصرام چلایا گیا۔ یہ سلسلہ کچھ دیر بڑے ذوق وشوق سے چلتا رہا لیکن پھر مریدین اور متوسلین نے جب دل کھول کر مالی معاونت کا بیڑا اٹھالیا تو اس سکیم کو ختم کر دیا گیا۔

چونکہ یہ ادارہ خالصتاً خلوص اور دینی اشاعت کے لئے معرض وجود میں لایا گیا تھا۔ جس لئے اس ادارے نے چند سالوں کے اندر اندر زبردست عروج حاصل کر لیا اور اس وقت کی نظیر دور دور تک نہ ملتی تھی۔ اس ادارے سے ہزاروں کی تعداد میں حفّاظ، علماء اور محققین فارغ التحصیل ہو کر نکلے اور اس ادارے کا فیضان دنیا بھر میں ایک معطّر خوشبو کی طرح پھیلتا چلا گیا۔

حضرت میاں غلام اللہ ثانی لاثانی علیہ الرحمۃ نے اس ادارے کو مزید ارتقائی منازل سے ہمکنار کرنے کے لئے اس میں ایک گراں قدر اور نایاب کتب پر مشتمل لائبریری قائم کی۔ جس میں تفسیر، حدیث، اصولِ تفسیر، فقہ، اصولِ فقہ، لغت، صرف و نحو، منطق، فلسفہ، ادب، تاریخ، فارسی، عربی اور اردو کی کتابیں رکھی گئیں۔ ان کتابوں سے طلباء، علماء، مدرّسین، محققین اور عوام الناس تک بھی مطالعہ واستفادہ کرتے رہے۔ نیز اسی لائبریری کو مزید معیاری بنانے کے حضرت ثانی لاثانی رحمۃ اللہ علیہ نے کئی کتابیں بیرون ممالک سے بھی منگوائیں۔ اس طرح حضرت ثانی لاثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ادارہ ''جامعہ حضرت میاں صاحب نہ صرف اپنے علاقے اور پاکستان بلکہ پوری دنیا خصوصاً عالم اسلام میں خالصتاً علمی ودینی نقوش قائم کرنے کا سبب بنا۔

حضرت ثانی لاثانی کا لگایا ہوا یہ ننھا سا پودا جو کہ آج ایک کثیر الشاخ تن آور درخت بن چکا ہے۔ بارآور ثابت ہوا ہے اور ثابت ہوتا رہے گا۔ یہاں پر اب بھی سینکڑوں

طالب علم قرآن و حدیث، تفسیر، فقہ اور دیگر متداول علوم وفنون کی تعلیم حاصل کرنے میں مشغول ہیں اور اپنے قلوب و اذہان کو علم و عرفان کی تابناک روشنی سے رخشاں و درخشاں کرنے میں مصروف ہیں۔

حضرت ثانی لاثانی علیہ الرحمۃ کے قائم کردہ اس ادارے (جامعہ حضرت میاں صاحب) میں بڑے تجربہ کار اور وسیع علم رکھنے والے اساتذہ کو طلباء کی تدریس کے لئے تعینات کیا گیا ہے۔ان تمام فاضل اساتذہ کے نام کے لئے تو ایک طویل فہرست چاہیے مگر اس وقت کے مشہور اور معروف اساتذہ کے نام کچھ اس طرح ہیں۔

(۱) حضرت علامہ مولانا اللہ بخش صاحب علیہ الرحمۃ

(۲) حضرت علامہ مولانا غلام رسول صاحب رضوی شیخ الحدیث فیصل آباد

(۳) حضرت علامہ مولانا حافظ محمد علی صاحب علیہ الرحمۃ

(۴) حضرت علامہ مولانا قاضی عبدالسبحان صاحب علیہ الرحمۃ

(۵) حضرت علامہ مولانا عنایت اللہ صاحب علیہ الرحمۃ، سانگلہ ہل

(۶) حضرت علامہ مولانا عاشق حسین صاحب، میاں چنوں

(۷) حضرت علامہ مولانا قاری محمد حسن صاحب، ہوشیار پوری، جلال آباد

(۸) حضرت علامہ مولانا مختار احمد صاحب

(۹) حضرت علامہ مولانا مفتی محمد عبدالغفور صاحب
پرنسپل جامعہ فاروقیہ رضویہ باغبانپورہ لاہور

(۱۰) حضرت علامہ مولانا نور حسین صاحب شرقپوری دامت برکاتہم العالیہ

(۱۱) حضرت علامہ مولانا غلام مرتضیٰ شاہ صاحب آف بھکھی شریف

(۱۲) حضرت علامہ مولانا محمد اشرف صاحب
پرنسپل جامعہ صدیقیہ رضویہ، داروغہ والا، لاہور

اب تک اس ''جامعہ حضرت میاں صاحب'' سے ہزاروں کی تعداد میں طلباء علوم

وفنون میں مہارت تامہ حاصل کر چکے ہیں۔ جو اپنی علمی وفکری روشنی سے پوری دنیا کو اجالا بخش رہے ہیں اور بخشتے رہیں گے۔ اسی ادارہ میں جو سب سے پہلے طالب علم داخل ہوئے وہ حضرت علامہ نصرت نوشاہی شرقپوری تھے۔ اس جامعہ سے فارغ التحصیل ہونے والے علماء کرام کے ناموں کو احاطۂ تحریر میں لانا ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ چند کے نام پیش کئے جاتے ہیں۔

(۱) حضرت علامہ مولانا حافظ سیّد عباس علی شاہ صاحب

(۲) حضرت علامہ مولانا نور محمد صاحب نصرت نوشاہی شرقپور شریف

(۳) حضرت علامہ مولانا شبیر احمد صاحب، ساہیوال

(۴) حضرت مولانا محمد فاضل صاحب، فیصل آباد

(۵) حضرت مولانا محمد امین صاحب پرنسپل جامعہ امینیہ فیصل آباد

(۶) حضرت مولانا مفتی فضل الدین صاحب آزاد کشمیر

(۷) حضرت مولانا احسان الحق صاحب رضوی

(۸) حضرت مولانا ابوالجمیل محمد اسمٰعیل صاحب کوٹ رادھا کشن

(۹) حضرت مولانا محمد رفیق صاحب چک ۴۸۲ ساہیوال

(۱۰) حضرت مولانا معین الدین، فیصل آباد

(۱۱) حضرت مولانا پروفیسر عبد الرحمٰن صاحب، خانپور

(۱۲) حضرت علامہ مولانا محمد عبد الغفور صاحب پرنسپل جامعہ فاروقیہ رضویہ، لاہور

(۱۳) حضرت علامہ مولانا عبد الغفور صاحب الوری، مہتمم جامعہ فیاض العلوم، رائیونڈ

(۱۴) حضرت علامہ مفتی مزمّل حسین شاہ صاحب مہتمم جامعہ حسینیہ ملتان روڈ لاہور

(۱۵) حضرت علامہ مولانا محمد اسحاق صاحب صدیقی مہتمم جامعہ احیاء العلوم بھائی پھیرو

(۱۶) حضرت علامہ مولانا محمد اشرف صاحب نقشبندی
پرنسپل جامعہ صدیقہ رضویہ داروغہ والا لاہور

(۱۷) حضرت علامہ مولانا طالب حسین شاہ گردیزی
پرنسپل جامعہ برکات العلوم، مغل پورہ

(۱۸) حضرت علامہ مولانا محمد امین صاحب نقشبندی اشرفی آف بھالہ
خطیب اعظم راؤ خان والا ضلع قصور

یہ تھی وہ عظیم درسگاہ اور عظیم دینی لائبریری جہاں سے بے شمار حضرات نے علمی و دینی استفادہ حاصل کیا اور نہ جانے کتنے پاکیزہ نفوس کے دلوں کو تازگی اور طراوت ملی۔ بقول جامی علیہ الرحمۃ

خوشا مسجد و مدرسہ و خانقاہے
کہ دروے بود قیل و قالِ محمد ﷺ

حضرت میاں غلام اللہ ثانی لا ثانی علیہ الرحمۃ نہ صرف خود شریعت مطہرہ کے عالم باعمل تھے بلکہ انہوں نے اوروں کو بھی اسلامی علوم وفنون سے آراستہ و پیراستہ کرنے میں کوئی کسر نہ چھوڑی۔ ان پر باطنی علوم کے فیضان نے ان میں وہ تابانیاں پیدا کیں کہ وہ نور و عرفان کا ایک خوبصورت مرقع بن گئے۔ وہ نہ صرف خود مطالعہ کے شیدائی تھے بلکہ اہل علم مریدین ومتوسلین کو بھی مطالعہ کی تلقین وتاکید کیا کرتے تھے۔ اسلام ایک دین فطرت تو ہے ہی نیز یہ علم و عمل کا ایک حسین امتزاج بھی ہے۔

حضرت آدم علیہ السلام کا فرشتوں پر فضیلت لے جانا اور فرشتوں کو سجدۂ تعظیمی بجالانا، پھر قرآن کا خزینۃ العلوم ہونا اور قرآن کے مطابق حضور سرورِ کائنات ﷺ کا معلّمِ کتاب وحکمت ہونا اور آپ ﷺ کا یہ ارشاد کہ (اِنَّمَا بُعِثْتُ مُعَلِّمًا مجھے معلّم بنا کر مبعوث فرمایا گیا) اور پھر قرآن وحدیث میں علم کی فضیلت کا بیان۔ یہ سب وہ دلائل و براہین ہیں کہ جن سے علم کی عظمت اجاگر ہوتی ہے۔ تو آپ کے ارشاد گرامی اَلْعُلَمَاءُ اُمَّتِیْ کَاَنْبِیَاءِ بَنِیْ اِسْرَائِیْل کی حدیث مبارکہ سے علمائے کرام کے منصب جلیلہ کی غمازی ہوتی ہے۔

غرضیکہ حضرت ثانی لاثانی علیہ الرحمۃ علم وعمل کے ایک حسین پیکر تھے اور تمام عمر انہوں نے اسلامی علوم وفنون کی اشاعت اور فروغ میں نہ صرف خود دامے درمے اور قدمے بھرپور حصہ لیا۔ بلکہ انہوں نے علماء اور محققین کی ایک عظیم جماعت بھی تیار فرمائی۔ جنہوں نے نہ صرف لوگوں میں دینی شعور پیدا کیا بلکہ شریعت مطہرہ کی مکمل پیروی کے فلسفے کو بھی ابھارا اور اجاگر کیا۔ تاکہ علم مکمل طور پر نافع اور مفید ہو سکے۔ جس طرح کہ عارف رومی نے فرمایا ہے: ؎

علم را برتن زنے مارے بود
علم را بر دلِ زنے یارے بود

(یہاں یہ بات قابل غور ہے کہ حضرت ثانی لاثانی علیہ الرحمہ کی عظیم درس گاہ (جامعہ حضرت میاں صاحبؒ) سے فارغ التحصیل ہو کر علماء ملک کے کونے کونے میں پھیل گئے اور ۱۹۵۷ء میں حضور ثانی صاحب علیہ الرحمۃ کا جب وصال ہو گیا تو اکتوبر ۱۹۵۸ء میں ہی فوجی انقلاب آ گیا۔ تو منجملہ دینی مدارس، درس گاہوں اور خانقاہوں کو اوقاف کی تحویل میں دے دیا گیا اور جامعہ حضرت میاں صاحب بھی اوقاف کی تحویل میں چلا گیا۔ یہاں پر بھی سرکاری محکموں کی طرح بڑی سنگین قسم کی بے قاعدگیاں رونما ہوئیں۔ جس سے طلباء کی ریکارڈ کمی واقع ہوئی اور اساتذہ صرف تنخواہ لینے کے لئے باقی بچے۔ اب صرف وہی طالبعلم تھے جو کہ قرآن ناظرہ پڑھتے تھے۔ اس طرح جامعہ کی بربادی ہو گئی۔ یقیناً اگر ثانی لاثانی صاحب علیہ الرحمۃ اس دنیا میں ہوتے تو کبھی بھی اپنے اس جامعہ کی بربادی برداشت نہ کر سکتے۔ جب یہاں نواز شریف وزیراعلیٰ پنجاب بنے تو شرقپور شریف کا انہوں نے دورہ کیا تو صاحبزادہ حضرت علامہ میاں غلام احمد صاحب کی کوششوں سے یہ عظیم جامعہ واگزار کرایا گیا لیکن اس کی وہ رونقیں اور بہاریں پھر لوٹ کے نہ آ سکیں)

عرس شیر ربّانی علیہ الرحمۃ کا اہتمام:

شیر ربّانی قطب حقانی حضرت میاں شیر محمد شرقپوری علیہ الرحمۃ ۱۹۲۸ء میں وصال

فرما گئے اور حضرت میاں غلام اللہ ثانی لا ثانی علیہ الرحمۃ نے اپنے پیر و مرشد کا عرس بڑے اہتمام و انصرام سے منانے کا آغاز فرمایا۔ یکم ربیع الاوّل سے عرس شروع ہوتا اور ۲ کی رات سے ۳ ربیع الاوّل کی ظہر تک عرس کی تقریبات عروج پر پہنچ جاتیں۔ اس عرس کی خاص خوبی اور خاصیت اس کا پاکیزہ تقدس تھا جو کہ روزِ اوّل کی طرح آج بھی خانوادۂ میاں صاحب اور ان کے مریدوں اور متوسلین نے برقرار رکھا ہوا ہے۔ آج تک یہاں پر دکانوں کا سلسلہ شروع نہ ہو سکا۔ ورنہ تاجروں اور دکانداروں نے بے حد کوششیں کیں کہ اس عرس کو میلہ بنا دیا جائے مگر وہ اپنے ان ارادوں میں ناکام رہے۔ اس عرس کی خالص دینی اور مذہبی و روحانی خصوصیت یہ ہے کہ یہاں پر آنے والے مریدوں، متوسلین کی اخلاقی تربیت کے ساتھ ساتھ روحانی تربیت بھی کی جاتی ہے اور آج تک اصلاحِ نفس کا یہ سلسلہ جاری و ساری ہے اور قیامت تک یہ سلسلہ یونہی جاری و ساری رہے گا۔ ان شاء اللہ۔ اس عرس میں نہ صرف مقامی بلکہ دور دراز کے شہروں (پورے پاکستان) بلکہ بیرون ممالک سے بھی لوگ جوق در جوق شرکت کرتے ہیں اور سنت نبوی ﷺ کی تعلیمات لے کر ہزاروں لوگ اپنی گم کردہ منزل کے حصول کو ممکن بناتے ہیں۔ عرس شریف کے سلسلے کا آغاز حضرت قبلہ ثانی صاحب علیہ الرحمۃ نے فرمایا تھا اور جس تقدس اور پاکیزگی کے ساتھ یہ سلسلہ شروع کیا گیا تا ہنوز وہ تقدس اور پاکیزگی دیکھنی ہو تو اس میں شرکت کر کے آپ بھی دیکھ سکتے ہیں۔

بسوں کے اڈے سے لے کر آپ سرکار میاں صاحب علیہ الرحمۃ کے دربار تک اس قدر لوگوں، مریدوں اور متوسلین کا ہجوم آتا ہے کہ زمین پر کہیں تل دھرنے کی گنجائش نہیں ملتی۔ اور ہر طرف مکمل سکوت ہوتا ہے۔ مجال ہے کہ کہیں سے شور و غل کی کوئی آواز کانوں میں پڑے۔ نہ کہیں ڈھول کی آواز اور نہ کہیں قوالی کا راگ، ہر سو قرآن و سنّت کی پاکیزہ فضا اور اللہ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا ذکر و فکر کی ادا۔

جب حضرت ثانی لا ثانی علیہ الرحمۃ نے اپنے پیر و مرشد اور برادرِ اکبر حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ کا پہلا عرس منعقد فرمایا تو انہوں نے عرس کے تقدس کی پاکیزگی کو

قائم رکھنے کی از حد کوشش وتلقین فرمائی۔ جب تک آپ دنیا میں حیات رہے، اس پر پیروی ہوتی رہی اوران کے بعد بڑی ذمہ داری سے فخر المشائخ صاحبزادہ میاں جمیل احمد صاحب دام برکاتہٗ نے عمل پیرا ہونے کا ثبوت فراہم کیا اور آج تک حضرت ثانی لا ثانی علیہ الرحمۃ کے اس سنہری اصول کی پیروی کرر ہے ہیں۔

ہر سال ہزاروں مریدین اور متوسلین اس عرس میں شرکت کرتے ہیں، عرس کے اختتام پر بڑی خاموشی اور بڑے پرسکون ماحول میں حضور سجادہ نشین کی خدمت میں حاضر ہو کر مزار پرانوار کی زیارت کرتے ہیں، پھر اپنے اپنے علاقوں (گھروں) کو لے جانے کے لئے تبرک کا حصول کرتے ہیں۔ (جو شیرینی پر مشتمل ہوتا ہے) پھر پرسکون ماحول میں بڑی پرسکون کیفیت کے ساتھ ہنسی خوشی کے ساتھ روانہ ہو جاتے۔

حضرت ثانی صاحبؒ ایک صاحب علم وفضل مبلّغ

حضرت میاں غلام اللہ المعروف ثانی لاثانی صاحب علیہ الرحمۃ اسلامی علوم کے ایک متبحر عالم اور جیّد مبلّغ بھی تھے۔ آپ جہاں بھی جس بھی تقریب ومجلس میں شامل ہوتے۔ وہیں پر ہی قرآن وسنّت پرمبنی روشن دلائل وبراہین سے مزیّن گفتگو کرتے تھے اور ''جامعہ حضرت میاں صاحب'' میں اکثرعلمی اور روحانی تقریبات کا انعقاد ہوتا رہتا تھا۔ جن میں جیّد علماءکرام اپنے بصیرت افروز مقالات پیش کرتے، بزرگوں اورسلف صالحین کے حالات وواقعات اوران کی دین متین پر استقامت اوران کے عقائد وکردار پر اظہار خیال فرماتے تھے۔

چونکہ حضرت ثانی لاثانی صاحب اسلامی علوم وفنون میں جامعیت کے حامل تھے اور تبلیغ دین کوانہوں نے اپنا مشن بنا رکھا تھا۔ اس مشن کی تکمیل کی خاطر انہوں نے دن رات ایک کئے رکھا۔ آپ نے وعظ ونصیحت اور اصلاحِ نفس کو نہ صرف اپنی زندگی کا مقصد بنائے رکھا بلکہ اپنے مریدین اور متوسلین کوبھی ہر پل اسی کی تلقین کی۔

جب حضرت ثانی صاحب علیہ الرحمۃ جمعۃ المبارک کے روز مسجد میں ایک بہت بڑے اجتماع سے خطاب فرماتے تو اس میں قرآن وسنّت کے ایسے اسرار ورموز اس انداز سے بیان کرتے کہ تمام حاضرین عش عش کر اٹھتے اوران پر رقّت کا سماں طاری ہو

جاتا۔ آپ نہ صرف اپنے خطاب میں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کے موضوعات کو چھیڑتے بلکہ حقوق اللہ سے لے کر حقوق العباد تک کے موضوعات بھی بیان فرماتے، ہر موضوع کا اختتام فضائل مصطفوی ﷺ اور کمالاتِ اولیاء اور فضائلِ علم و علماء جیسے موضوعات پر کرتے۔

عبادت وریاضت:

حضرت قبلہ میاں غلام اللہ المعروف ثانی لا ثانی صاحب شرقپوری علیہ الرحمۃ نے چونکہ ایک علمی وروحانی گھرانے میں آنکھ کھولی تھی، پھر انہیں جو خالص دینی وعلمی وروحانی ماحول ملا وہ قابل رشک تھا۔ ایک تو دینی ماحول میں آنکھ کھولنا، دوسرا شیر ربانی علیہ الرحمۃ کی نظر کیمیا اثر کی بھی تاثیر جس سے آپ کے من کی دنیا کی تقدیر ہی بدل گئی۔ ماحول انسانی فطرت کو سنوارنے اور بگاڑنے میں بڑا اہم رول ادا کرتا ہے۔ جس طرح شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے فرمایا ہے۔

صحبت صالح ترا صالح کند
صحبتِ طالح ترا طالح کند

یہ ایک حقیقت ہے کہ جیسے ہر اچھا انسانی ماحول انسان کے اندر محاسن پیدا کرنے کا سبب بنتا ہے ویسے ہی برا اور بداطوار انسانی ماحول انسان کی فطرت مسخ کر ڈالتا ہے۔ جس سے انسان بگڑ کر تباہ ہو جاتا ہے۔

انسان کی تخلیق اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل عمیم سے احسن تقویم اور فطرتِ سلیم پر کی ہے اور فطرت ہمیشہ اچھے اور برے ماحول کی پروردہ ہوا کرتی ہے۔ حضرت شیخ سعدی علیہ الرحمۃ نے گلستان میں یہی بات تمثیلی انداز میں ان الفاظ کے ساتھ بیان کی ہے۔

گلی خوشبوئے در حمام روزے
رسید از دست محبوبے بدستم

بدو گفتم کہ مشکی یا عبیرے
کہ از بوئے دلآویز تو مستم

بگفتا من گلے ناچیز بودم
و لیکن مدتے با گل نشستم

جمالِ ہم نشیں در من اثر کرد
وگرنہ من ہماں خاکم کہ ہستم

(گویا یہ خوشبودار مٹی (حضرت ثانی لاثانیؒ) جو ایک محبوب (حضرت میاں صاحبؒ) کے ہاتھوں سے ہمیں ملی ہم اس کی دل آویز خوشبو سے مست و بے خود ہو گئے اور ہم نے اس سے سوال کیا کہ تو مشک ہے یا کہ عنبر ہے؟ تو اس نے (حضرت ثانی لاثانیؒ) نے (انتہائی عجز کا اظہار کرتے ہوئے کہا) کہ میں تو وہی ناچیز مٹی ہوں لیکن ایک مدت تک میری نشست و برخاست چمن ولایت کے گلِ سرسبد (حضرت میاں صاحبؒ) کے ساتھ رہی ہے۔ میرے ہم نشین (ولی کامل پیر و مرشدؒ) کا کمال مجھ پر اثر انداز ہو گیا ہے۔ ورنہ میں تو وہی مٹی ہوں جو کہ پہلے تھی۔)

گویا یہ حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ کی صحبت و تربیت کا کمال اثر تھا کہ حضرت ثانی لاثانی بچپن ہی سے صوم وصلوٰۃ کے پابند تھے اور شرعی امور کو پسند کرتے تھے۔ جوں جوں آپ کی بلوغت تک رسائی ہوتی گئی، عبادت و ریاضت میں بھی آپ آگے بڑھتے چلے گئے۔ حضرت ثانی لاثانی علیہ الرحمۃ نمازِ تہجد کے علاوہ نمازِ پنجگانہ باقاعدگی سے مسجد میں ادا کرتے اور دیگر وظائف میں سارا سارا دن اور رات کے اکثریتی حصے میں مشغول رہتے۔ اپنے مریدوں اور متوسّلین کو بھی یہی تلقین فرماتے۔ یہی وجہ ہے کہ آج بھی ان کے عقیدت مندوں اور مریدوں میں یہی کیفیت دیکھے جانے کے قابل ہے۔

حضرت ثانی لاثانی علیہ الرحمۃ نے اپنی زندگی میں تین دفعہ حج بیت اللہ شریف کا

فریضہ ادا کیا۔ ایک حج آپ نے اپنی والدہ محترمہ کی طرف سے، ایک اپنی طرف سے اور ایک اپنے پیرومرشد برادرِ اکبر حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ کی طرف سے۔ حج بیت اللہ شریف کے موقع پر آپ نے روضۂ حضور پرنور ﷺ پر بھی حاضری دی اور اشکوں بھرے درود و سلام کا نذرانہ پیش کیا۔

حضرت ثانی لاثانی علیہ الرحمۃ ہمیشہ اپنے مریدین و متوسلین کو پہلا وظیفہ نماز کا بتایا کرتے تھے اور فرمایا کرتے تھے کہ نماز ہمیشہ باجماعت ادا کرو۔ پابندیٔ وقت کو ہمیشہ ملحوظ خاطر رکھو۔ آپ نے ہمیشہ نماز کو (امّ العبادات) تمام عبادتوں کی ماں کا درجہ دیا۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ نماز کی باجماعت ادائیگی ہزاروں اوراد و وظائف سے کہیں بڑھ کر ہے۔ انسان کو سکونِ قلب کی تلاش نے پاگل کر کے رکھ دیا ہے۔ جوں جوں یہ سکونِ قلب کی خاطر محنت و کاوش کرتا چلا جاتا ہے۔ اسی قدر بے سکونی اسے گھیرتی چلی جاتی ہے۔ اقبال نے کتنا سچ کہا تھا کہ

سکون محال ہے قدرت کے کارخانے میں
ثبات ایک تغیر کو ہے زمانے میں

آج کے انسان کا یہ ایک زبردست المیہ ہے کہ اسے سکون قلب نہیں ملتا۔ انسان حصولِ دولت کو یہ گوہر حاصل کرنے کا ذریعہ بناتا ہے۔ اور کبھی جاہ و منصب کو اس کے حصول کا زینہ گردانتا ہے۔ نجانے اسے یہ کیوں پتہ نہیں چل رہا کہ بقول حفیظ جالندھری مرحوم:

نہ دنیا سے نہ دولت سے نہ گھر آباد کرنے سے
تسلی دل کو ہوتی ہے خدا کو یاد کرنے سے

آپ کے ارشاد کے مطابق یہی وہ حقیقی طریقہ ہے کہ جسے اپنا کر سکونِ قلب کا حصول عین ممکن ہے۔ آپ اکثر نماز میں یکسوئی کو بڑی اہمیت دیا کرتے تھے، فرمایا کرتے تھے کہ سکون قلب کے لئے نماز میں یکسوئی بہت ضروری ہے اور اللہ اور اس کے رسول ﷺ کا ذکر ہی قلب کا سکون حاصل کرنے کا ذریعہ ہے۔ آپ فرمایا کرتے تھے کہ

چونکہ ہم دنیادار انسان ہیں، نماز میں خیالات وتصورات کا آنا لازمی ہے۔ لیکن ان کو بہانہ بنا کر نماز سے کوتاہی یا غفلت کسی طور بھی روا نہیں ہے۔ ہاں البتہ نماز میں انہماک ومحویّت سے اس سلسلے کو ختم کیا جا سکتا ہے۔ انسان کا کام ہے کہ وہ نماز پڑھے قبول کرنا اللہ تعالیٰ کا کام ہے یہ اسی پر چھوڑ دیا جائے۔

امورِ شرعیہ کی پابندی:

آج کل یہ بات دیکھنے میں عام ہے کہ بڑے بڑے صوفیہ کرام اور سجادہ نشیں امورِ شرعیہ کی پابندی بالکل نہیں کرتے۔ جب یہ حضرات اپنے مریدین یا عقیدت مندوں کے گھروں میں جاتے ہیں تو بے پردہ خواتین ان کے پاس بیٹھی نظر آتی ہیں۔ ان کو بیعت کرنے کے لئے ان کے ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے لیتے ہیں۔ لیکن حضرت ثانی علیہ الرحمۃ اس طرح کے قبیحہ امور سے کوسوں دور بھاگتے تھے۔ ہمیشہ خواتین کو حجاب کی تلقین کرتے تھے۔ آپ نے کبھی بھی کسی بلا حجاب خاتون سے کبھی بات چیت نہ کی، نہ ملاقات (حاضری) کا شرف بخشا۔ اگر کوئی خاتون آپ کے آستانہ پر حاضری کے لئے آتی تو آپ ہمیشہ پردے میں اس سے گفتگو کرتے، وظیفہ اور وِرد بتا دیتے اور مزید حجاب کی تلقین کرتے۔

عموماً اولیاء اللہ کے عرسوں پر خواتین اور حضرات کا اختلاط دیکھنے میں نظر آتا ہے، جس کی شرعی طور پر بڑی سخت ممانعت ہے۔ اسی لئے حضرت ثانی لاثانی علیہ الرحمۃ نے اپنے پیرومرشد اور برادرِ اکبرؒ کا عرس منانے کا اعلان فرمایا تو اس موقع پر سختی سے خواتین کو عرس میں شرکت کی ممانعت فرمائی اور ہر سال بار بار یہ اعلان سنا گیا کہ خواتین اس عرس میں شرکت کے لئے ہرگز نہ آیا کریں۔ شیر ربانی قطب حقّانی حضرت میاں شیر محمد شرقپوری علیہ الرحمۃ کے طریقہ کے مطابق آپ ہر سال عرس کے موقع پر باجماعت نماز ادا کرنے کے لئے پہلی صف میں باریش اور متشرع لوگوں کو کھڑا کرتے اور ان کو دائیں طرف کھڑا ہونے کی ہدایات دیتے۔

توکل وقناعت اور تواضع:

حضرت میاں غلام اللہ المعروف ثانی لا ثانی علیہ الرحمۃ توکل، قناعت اور تواضع کا مرقع تھے۔ اور خصوصاً آپ اللہ تعالیٰ کی ذات پر مکمل توکل کرتے تھے۔ کہتے ہیں کہ حضرت ثانی لا ثانی علیہ الرحمۃ کا ایک بہت بڑا باغ تھا، دریائے راوی میں زبردست سیلاب آ جانے کی وجہ سے سارے کا سارا پانی میں ڈوب گیا، عظیم الشان پھل دار باغ دیکھتے ہی دیکھتے مکمل تباہی کا منظر پیش کرنے لگا اور چند دن بعد یہ مکمل طور پر ختم ہو کر رہ گیا۔

حضرت ثانی صاحب علیہ الرحمۃ نے اس باغ میں جس خادم کو اس کی دیکھ بھال کی ذمہ داری سونپی تھی وہ آپ کے ہاں حاضر ہو کر زار و قطار رونے لگا کہ یا حضرت! باغ تو سارے کا سارا تباہ و برباد ہو چکا ہے۔ اس قدر نقصان ہوا ہے کہ برداشت سے باہر ہے۔ اب ہم کیا کریں گے؟ آپ نے اس کی یہ باتیں بڑے تحمل اور صبر سے سنیں اور فرمایا! دیکھ باغ تو ہمارا تھا، رونا بھی ہمیں ہی چاہیے مگر تو کیوں روئے جا رہا ہے؟ بھلا میں بھی کیوں روؤں کہ باغ کا مالک تو اللہ تعالیٰ ہے، اسی نے ہمیں یہ باغ دیا تھا، اسی نے پھر واپس لے لیا ہے۔ اب ہم پریشان کس لئے ہوں؟

ایک مرتبہ شیر ربانی علیہ الرحمۃ کے عرس کے موقع پر خادموں نے لنگر میں کچھ کمی محسوس کی، حضرت ثانی لا ثانی علیہ الرحمۃ سے عرض کیا کہ مریدین اور متوسلین کی تعداد بہت زیادہ ہے، ان کے لئے لنگر بہت ہی کم دکھائی دے رہا ہے۔ لہٰذا ہم پریشان ہیں کہ اب کیا کیا جائے؟

تو آپ نے فرمایا کہ ہمیں پریشان نہیں ہونا چاہیے۔ جس ہستی کا یہ عرس پاک ہے وہ خود انتظام و انصرام کریں گے۔ پھر آپ کی خدمت میں یہ عرض کرنے کی ہی دیر تھی کہ ایک ٹرک راشن سے بھرا ہوا آ گیا، اس سے سامانِ خورد و نوش اتار لیا گیا اور لنگر کی کمی دور ہو گئی۔

توکل میں یہی فلسفہ اور حکمت ہے کہ انسان ہر قسم کے خطرے اور خدشے میں تفکرات کو کہیں جگہ نہ دے اور خود کو نفسیاتی طور پر محفوظ رکھے۔

توکل کے متعلق جناب جسٹس پیر کرم شاہ الازہری علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ:

''جب ہر چیز اس کے قبضہ قدرت میں ہے، ہر کام اس کی مرضی سے طے پاتا ہے وہی معبودِ برحق ہے اس کے سوا کوئی معبود نہیں اس لئے اسے اپنا کارساز بنالو۔ اپنے سارے کام، سارے اَحوال، اپنی ساری ضرورتیں اسی کے سپرد کردو اور یقین رکھو کہ وہ کارسازی فرمائے گا اور دین ودنیا میں سچی کامیابیاں تمہیں نصیب ہوں گی۔''

توکل اور قناعت کی جو عمدہ تصویر، عظیم فارسی شاعر مرزا عبدالقادر بیدل نے کھینچی ہے وہ کہیں کم ہی نظر آئے گی۔ فرماتے ہیں کہ:

دنیا اگر دہند نہ جُنبم ز جائے خویش
مَن بستہ اَم حنائے قناعت بپائے خویش

(یعنی تو اگر ہمیں یہ پوری دنیا بھی دے دے تو ہم پھر بھی اپنی جگہ سے نہ ہلیں گے۔ کیونکہ ہم نے اپنے پاؤں میں توکل وقناعت کی مہندی لگائی ہوئی ہے۔)

حضرت ثانی لاثانی علیہ الرحمۃ بھی اس شعر کی عملی تصویر تھے۔ اور یہ سارا کمال اور سارا اثر ان کی اسی تربیت کا تھا کہ جو حضرت شیر ربانی علیہ الرحمۃ نے کی تھی۔ انہی کا یہ سارا فیضان تھا اور انہی کی کیمیا اثر نظر کی تاثیر تھی۔ عظیم فارسی شاعر عبدالقادر بیدل علیہ الرحمۃ نے اس قدر بکثرت لکھا کہ فارسی ادب میں امیر خسرو کے علاوہ کوئی ایسا شاعر نہیں جو مقدار اور معیار میں ان کا مقابلہ کر سکے۔

اورنگ زیب عالمگیر کے عہد کا یہ عظیم نابغہ عصر ساری زندگی توکل اور قناعت کی مجسم تصویر بنا رہا۔ ساری زندگی اس درویش وصوفی شاعر نے کوئی قصیدہ تو کجا ایک شعر بھی کبھی کسی کی تعریف میں نہ کہا۔ اورنگ زیب عالمگیر کی فتح دکن کے متعلق اسی عظیم شاعر نے شہنشاہ عالمگیر کو مبارک باد بھیجی اور اس کاغذ کی دوسری جانب یہی مندرجہ بالا شعر تحریر کر کے

بھیجا۔ کہ شہنشاہ! تم یہ نہ سمجھنا کہ میں نے یہ چند اشعار کسی انعامی لالچ کے تحت تحریر کر دیئے ہیں۔ میں نے جو لکھا ہے مجبور ہو کر لکھا ہے کہ تم نے اہل کفار کو خوب تاخت و تاراج کیا ہے اور اسلامی نقطۂ نظر سے تم مبارکباد کے مستحق ہو۔ اورنگ زیب نے جب یہ پڑھا تو اس کے رونگھٹے کھڑے ہو گئے اور داد و تحسین کے ڈونگرے برسانے لگا۔

حضرت ثانی لاثانی علیہ الرحمۃ بھی گویا مرزا صائب علیہ الرحمۃ کے مندرجہ ذیل مصرعے کا مجسمہ تھے:۔

ہر گدا در خانۂ خود شہنشاہ است

اور فقیر درویشی میں شہنشاہی کرتے رہے۔ آپ کی ذات میں یہ وصف اس قدر تابناک تھا کہ آپ کے مریدین اور متوسلین اسے آپ کی کرامت پر محمول کرتے تھے۔ آپ کی تواضع اور انکساری کو دیکھتے ہوئے ہر کوئی آپ کے حلقہ بگوش ہونے کا خواہاں ہو جاتا تھا۔ کیونکہ تواضع اور انکساری ایسا وصف ہے کہ اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ پسند ہے۔ اور پھر اس کی مخلوق بھی اسی کو دوست رکھتی ہے جسے اللہ تعالیٰ چاہتے ہیں بقول شیخ سعدی علیہ الرحمۃ:

دِلا گر تواضع کنی اختیار

شود دین و دنیا تراد دوستدار

ہونا بھی گویا ایسا ہی چاہیے کہ انسان جو دولت و ثروت، جاہ و منصب، علم و فن اور حکومت و اقتدار حاصل کر کے فخر و تکبر پر اتر آتا ہے اور اترانا اس کا معمول بن جاتا ہے۔ اس کے طور و اطوار، اس کی بول چال اور اس کے ہر رویّے میں ایک طرح کی رعونت آجاتی ہے۔ لیکن جو لوگ عقلِ سلیم اور قلبِ حلیم رکھتے ہیں وہ ایسا ہرگز نہیں سوچتے۔ کیونکہ یہ تمام شیطانی وسوسے ہیں اور ان وسوسوں کو اللہ کے بندے اپنے ہاں بھٹکنے بھی نہیں دیتے۔

حضرت ثانی لاثانی علیہ الرحمۃ کی ہستی وہ ہستی تھی کہ جنہوں نے اگر کسی سے کبھی بیعت بھی لی تو وہاں پر بھی آپ نے انکساری و تواضع کا دامن ہاتھ سے نہ چھوڑا اور ساری عمر خود کو حضرت شیر ربانی کا ایک ادنیٰ مرید و خادم ہی گردانا۔ آپ اکثر فرمایا کرتے تھے کہ میں

تو ان کا (شیر ربانی کا) ایک ادنیٰ سا خادم ہوں۔ان کا لنگر چلا رہا ہوں۔ کیونکہ آپ خود میری یہ ڈیوٹی لگا گئے ہیں، جب ان کے مریدین اور متوسلین ان کی یہ بات سنتے تو ان کی نگاہوں میں حضرت ثانی لا ثانی علیہ الرحمۃ کا مقام اور بلند ہو جاتا۔ان کی عزت وتکریم اور بڑھ جاتی اور لوگ آپ کو ایک ولی کامل متصوّر کرتے۔

تحریک پاکستان اور حضرت ثانی لا ثانی علیہ الرحمۃ:

تحریک پاکستان ایک ایسی تحریک ہے کہ جس میں ہر مسلمان مرد، عورت، بوڑھا، بچہ ہر ایک نے بھر پور حصہ لیا۔اس تحریک کو کامیابی سے ہمکنار کرنے میں جو کردار ہمارے صوفیاء کرام، مشائخِ عظّام اور علمائے کرام نے ادا کیا، اسے تاریخ میں سنہری لفظوں سے لکھا گیا ہے۔ پاکستان ہم لوگوں نے نہیں بنایا یہ تو اولیاء اللہ کا ہی سارا فیضان ہے کہ جنہوں نے اس ناممکن کو ممکن بنا کے دکھا دیا اور دنیا کے گلوب پر ایک نیا نقشہ ابھرا جو قلعہٗ اسلام کے نام نامی سے موسوم ہوا۔

علمائے اہل سنت نے حصولِ آزادی کے لئے ان تھک اور تابڑ توڑ کوششیں کیں اوران گنت قربانیاں بھی دیں۔ آپ تحریک پاکستان کی تاریخ اٹھا کر دیکھ لیں۔اس میں آپ کو کوئی اور دوسرے مذہب و مسلک کا کوئی لیڈر، کوئی ورکر نہیں ملے گا۔اگر ملے گا تو اہلسنت اور سنّی عالم وصوفی ہی ملے گا۔ پاکستان کے خطہ کو دنیا میں صوفیاء کی دھرتی کہا جاتا ہے۔ کیونکہ یہاں کے علماء وصوفیاء اور مشائخ نے بے پناہ کوششیں کیں اور بے لوث قربانیاں دیں۔تب جا کے یہ تحریک کامیابی وکامرانی سے ہمکنار ہوئی اور پھر کہیں اقبال کا خواب شرمندۂ تعبیر ہوا۔

تحریکِ پاکستان میں حصہ لینے والے ہزاروں علماء و مشائخ میں سے ایک نام حضرت ثانی لا ثانی علیہ الرحمۃ کا بھی ہے۔ کہا جاتا ہے کہ تحریک پاکستان کے سلسلہ میں شرقپور شریف میں ہونے والا پہلا جلسہ حضرت ثانی لا ثانی علیہ الرحمۃ کی صدارت میں ہوا۔ اور اس کے جملہ اخراجات بھی حضرت ثانی لا ثانی علیہ الرحمۃ نے اپنی گرہ سے ادا

فرمائے۔ اس سلسلے میں قبلہ فخر المشائخ حضرت صاحبزادہ میاں جمیل احمد شرقپوری دام برکاتہٗ فرماتے ہیں کہ:

"شرقپور شریف میں سب سے پہلا جلسہ حضرت میاں غلام اللہ صاحب علیہ الرحمۃ کے ہی زیرِ صدارت ہوا تھا۔ اور اس جلسہ کے تمام اخراجات آپ نے برداشت کیے تھے۔ یہ وہ دور تھا کہ جب تمام پنجاب میں یونی نیسٹ پارٹی کے خوف سے مسلم لیگ کا نام لینا جان جوکھوں کا کام تھا۔ مگر آپ کی ہمت و جرأت نے مسلم لیگ کو اس علاقے میں عوام کے دلوں کی دھڑکن بنا دیا۔ اور اس کے بعد بھی آپ اکثر مسلم لیگ کی مالی امداد فرماتے رہے۔"

حضرت ثانی لاثانی علیہ الرحمۃ دیگر مشائخ کے ساتھ اس وقت تک تحریک پاکستان میں شانہ بشانہ چلتے رہے کہ جب تک یہ تحریک اپنی کامیابیوں اور کامرانیوں سے ہمکنار نہ ہو گئی۔ اور آپ کی ذات ان چند مشائخوں میں سے (جنہوں نے اس تحریک میں مرکزی کردار ادا کیا) ایک ہے جن کی کامیاب کوششوں سے ۱۴ اگست ۱۹۴۷ء کو پاکستان دنیا کے نقشہ پر ابھرا۔ ہمارا پیارا ملک پاکستان دنیا میں ایک واحد ملک ہے جس کی بنیاد صرف اور صرف نظریۂ اسلام پر رکھی گئی ہے۔ اور دنیا میں اسے نظریاتی ملک کا نام دیا گیا ہے۔ یعنی یہ ملک نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ کے لئے معرضِ وجود میں لایا گیا تھا۔ لیکن تاہنوز اس پاک مقصد کی تکمیل نہیں ہو سکی۔

پاکستان کی سرزمین میں صرف اور صرف جمعیت علمائے پاکستان ہی ایک ایسی جماعت ہے جو کہ اپنے قائد امامِ انقلاب شاہ احمد نورانی علیہ الرحمۃ کے پاک مشن کو آگے بڑھاتے ہوئے (یعنی اسلامی نظام کے نفاذ) کو یہاں پر ممکن بنا سکتی ہے اور نظامِ مصطفیٰ کے نفاذ کو عملی جدوجہد عطا کر سکتی ہے۔

آپ کی سیاسی خدمات کے سلسلہ میں حضرت صاحبزادہ میاں جلیل احمد صاحب

شرقپوری دام برکاتہ لکھتے ہیں کہ:

''حضرت ثانی لاثانی علیہ الرحمۃ نے حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کے ''نظریہ ملّت ما جداگانہ است'' کے پیش نظر اقبال کے دو قومی نظریہ کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے سیاست میں قابلِ قدر اور قابلِ فخر کردار ادا کیا۔ تحریک پاکستان میں آپ نے قائد اعظم مرحوم کا بھرپور ساتھ دیا۔ اپنے خلفاء اور عقیدت مندوں کو مسلم لیگ سے تعاون کرنے کے لئے پیغامات بھیجے۔ ۱۶ فروری ۱۹۴۵ء کو شرقپور شریف میں آپ کی زیر صدارت ایک عظیم الشان جلسہ عام منعقد ہوا۔ جس میں شوکت حیات، نواب افتخار حسین ممدوٹ، میاں ممتاز محمد خان دولتانہ، راجہ غضنفر علی، مولانا محمد بخش مسلم اور دیگر اکابرین نے شرکت کی۔ اس جلسہ میں آپ نے عقیدت مندوں اور دیگر عوام الناس سے اپیل کی کہ وہ مسلم لیگ سے بھرپور تعاون کریں۔ کیونکہ اسی میں مسلمانوں کی فلاح ہے۔ حکومت کی سخت پابندیوں کے باوجود آپ کی قیادت میں مسلم لیگ کا ایک پُروقار جلوس نکالا گیا اور برطانوی حکومت پر یہ ثابت کر دیا کہ برطانوی آئین مسلمانوں کے لئے ہرگز قابل قبول نہیں ہے۔ تحریک پاکستان میں آپ نے کئی اور مقامات پر بھی جلسے کیے اور لوگوں کو اس تحریک کا ہم سفر بنایا۔''

اسی سلسلہ میں ماسٹر محمد انور قمر شرقپوری صاحب رقم طراز ہیں کہ:

''حضرت ثانی لاثانی علیہ الرحمۃ نے تحریک پاکستان میں بھرپور کام کیا۔ مسلم لیگ کا شرقپور شریف میں پہلا اجلاس آپ کی کوشش سے اور آپ کی صدارت میں ہوا اور اس کے اخراجات بھی حضرت ثانی

صاحبؒ نے برداشت کئے۔ یہ آپ ہی کی ہمت و جرأت تھی کہ اس وقت جب کہ مسلم لیگ کا نام لینا بھی جان جوکھوں کا کام متصور کیا جاتا تھا، مسلم لیگ کو اس علاقے میں عوام کے دلوں کی دھڑکن بنا دیا۔"

یہ دھڑکن شرقپور شریف کے ماحول میں گویا آج بھی موجود ہے اور تقسیم ہند کے بعد اتنے الیکشن ہوئے ہیں۔ قومی، صوبائی اور بلدیاتی۔ حکومت خواہ کسی پارٹی کی بنے شرقپور شریف سے ہمیشہ مسلم لیگ کا ہی نمائندہ کامیاب ہوا ہے۔ چنانچہ آپ علیہ الرحمۃ کے پوتے حضرت صاحبزادہ میاں سعید احمد صاحب شرقپوری مسلم لیگ کے ٹکٹ پر دو دفعہ لگاتار ایم۔ پی۔ اے کی حیثیت سے کامیاب ہو چکے ہیں۔"

کراماتِ حضرت ثانی لاثانی رحمۃ اللہ علیہ

قطب ربانی شیر یزدانی حضرت میاں شیر محمد شرقپوری علیہ الرحمۃ کے ہاں ایک شخص آیا، اس نے ایک محیر العقول واقعہ سناتے ہوئے میاں صاحب سے کہا کہ ریلوے پھاٹک کے قریب ایک ایسا مست دیکھا گیا ہے جو اپنی روحانی قوت سے چلتی ہوئی گاڑی روک لیتا ہے۔ اس شخص سے آپ نے کہا کہ جاؤ تم اس مجذوب سے کہہ دو کہ روحانی قوت سے چلتی ہوئی گاڑی روک دینا کوئی مردانگی نہیں ہے۔ مردانگی تو یہ ہے کہ روحانی قوت سے کسی شخص کی روحانی تربیت کی جائے تاکہ وہ صراطِ مستقیم پر رواں دواں ہونے لگے۔ چنانچہ وہ شخص اس مجذوب کے پاس گیا اور اس نے آپ کا ارشادِ گرامی سنایا تو وہ چیخ مارتا اور کپڑے پھاڑتا ہوا وہاں سے کہیں دور بھاگ گیا پھر اسے کسی نے بھی وہاں نہ دیکھا۔

مشہور ہے کہ کسی نے حضور علی ہجویری المعروف حضرت داتا گنج بخش علیہ الرحمۃ سے اپنی کوئی کرامت دکھانے کی استدعا کی تو سیّد علی ہجویری علیہ الرحمۃ نے اس شخص کو فرمایا کہ تو کب سے میرے ہاں مقیم ہے؟ اس نے کہا کہ حضور تین سالوں سے میں آپ کے ہاں مقیم ہوں۔ آپ نے اس شخص سے پھر فرمایا کہ کیا تو نے ان تین سالوں میں مجھ سے کوئی کام سنّت نبوی ﷺ کے خلاف سرزد ہوتا ہوا دیکھا ہے؟ تو اس شخص نے کہا کہ حضور بالکل نہیں دیکھا۔ تو آپ نے فرمایا پھر تو اور کیسی کرامت دیکھنے کا خواہاں ہے؟ کیا یہ

کرامت نہیں ہے؟ سب سے بڑی کرامت تو یہی ہے کہ مسلمان کوئی کام اتباعِ شریعت کے خلاف نہ کرے۔ وہ شخص سر تسلیم خم کر کے آپ کے ارادت مندوں میں شامل ہو گیا۔

حضرت ثانی لاثانی علیہ الرحمۃ کا ذاتی اور اہم کمال یہ ہے کہ آپ ہمیشہ جلال کی بجائے جمال سے کام لیتے تھے اور دن رات لوگوں کی روحانی تربیت کرتے تھے۔ آپ اکثر کہا کرتے تھے کہ: تنور میں گرم تاؤ میں پکنے والی روٹی سے ذرا مٹھے تاؤ میں پکنے والی روٹی بہتر رہتی ہے۔

یوں تو اولیائے کرام کی زندگی کا ہر لمحہ ہی کرامت ہوتا ہے۔ لیکن وہ دین متین پر ارشاد نبوی ﷺ کے مطابق استقامت کا دامن اپنے ہاتھوں سے نہیں چھوٹنے دیتے اور ان سے اکثر کرامات بے ساختہ فَضْلٌ مِّنَ اللّٰہِ خود بخود صادر ہوتی رہتی ہیں اور یہ سب کچھ اللہ کے فضل سے ہی ہوا کرتا ہے۔ اس طرح کے محیر العقول واقعات اکثر ان بزرگوں سے سرزد ہوتے رہتے ہیں جو ان کی روحانی قوت کی رونمائی کی غمازی کرتے ہیں اور عام لوگ ان واقعات کو کرامات کے نام سے تعبیر کرتے ہیں۔ ایسے ہی چند محیر العقول واقعات جو کہ ثانی صاحب سے رونما ہوئے بیان کرتے ہیں۔

نام لے کر جنت کی بشارت دینا:

حضرت مولانا محمد زبیر صاحب مرحوم خطیب جامع مسجد غلہ منڈی شیخوپورہ راوی ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت ثانی لاثانی علیہ الرحمۃ عرسِ مجدد کے سلسلے کے تحت حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی علیہ الرحمۃ کے آستانہ پر حاضر ہوئے۔ اور آپ کو وہاں روضہ والی بالائی منزل پر قیام کرنے کو کہا گیا۔ اور آپ نے اوپر والی منزل پر قیام کرنے سے گریز فرمایا اور نیچے والی منزل کو ہی ترجیح دی۔ خدام بولے کہ حضور نیچے والی منزل کی چابی گم ہو گئی ہے اور مل نہیں رہی۔ آپ نے فرمایا کہ چابی تو مل جائے گی اور تھوڑی دیر کے وہ گم شدہ چابی مل گئی۔ آپ نے نیچے والے حصے میں ہی قیام فرمایا۔ اس وقت آپ نے تین آدمیوں کے نام لے

کر انہیں جنت کی بشارت دی۔ آپ نے فرمایا:

نور محمد جنتی ہیں، عبد الحق جنتی ہیں اور شیخوپورہ سے ایک شخص کا نام لے کر فرمایا کہ اگر چہ وہ یہاں پر موجود نہیں تاہم وہ بھی جنتی ہیں۔ پھر فرمایا کہ میرے اور حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کے مابین آج (اس وقت) کوئی پردہ حائل نہیں رہا۔ آج اگر کچھ اور بھی پوچھنا چاہتے ہو تو پوچھ لو۔ پھر آپ نے کوئی اور بات نہ کی اور خاموش ہو گئے۔ بالکل اس شعر کے مِصداق:

منہ پر لاؤں تو یہ کم ظرف بہک جائیں گے
بات جو پیرِ خرابات نے سمجھائی ہے

بیٹے کی پیدائش:

روایت ہے کہ چک نمبر ۱۰ا تحصیل ہارون آباد کے رہائشی محمد علی نامی ایک شخص نے بتایا کہ میرے ہاں سات بیٹیاں پیدا ہوئیں، میں اور میرے گھر والے زبردست پریشان ہو گئے۔ مدّت سے دل میں آرزو رہی کہ اب ان شاءاللہ بیٹا ہی ہوگا مگر اس طرح کرتے کرتے میں سات بیٹیوں کا باپ بن گیا، بالآخر میں قبلہ حضرت ثانی لا ثانی علیہ الرحمۃ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کیا کہ حضور! میں اللہ کے فضل سے صاحبِ اولاد تو ہوں لیکن وہ سب بیٹیاں ہیں، ان میں بیٹا کوئی نہیں ہے۔ آپ نے دعا فرمائیں کہ اللہ تعالیٰ مجھے اولادِ نرینہ عطا فرمائے۔ اب تو دونوں (میاں بیوی) کی عمریں بھی ساٹھ تک پہنچ گئی ہیں تو آپ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ اپنا فضل کرتے ہیں تو وہ کسی کی عمر تھوڑی دیکھتے ہیں۔ جاؤ اللہ تعالیٰ تمہیں دو بیٹوں سے نوازیں گے۔ ایک کا نام غلام احمد رکھنا اور دوسرے کا نام جمیل احمد رکھنا۔ سو اللہ نے میرے ہاں دو بیٹے ہی دیئے۔ حسب حکم ایک کا نام غلام احمد رکھا اور دوسرے کا نام جمیل احمد رکھا۔

کھانے کا بابرکت ہونا:

تحصیل ہارون آباد چک نمبر ۱۰ا کے رہائشی محمد علی کا بیان ہے کہ ایک دفعہ قبلہ میاں ثانی لاثانی صاحب علیہ الرحمۃ ہمارے گاؤں تشریف لائے۔ آپ جب بھی ہمارے گاؤں میں آتے تو قیام ہمارے گھر ہی فرماتے تھے۔ ایک دفعہ آپ ہمارے ہاں قیام پذیر ہوتے تو سوتے وقت آپ نے ارشاد فرمایا کہ علی الصبح تم نے کھانا تیار کر دینا ہے کیونکہ ہماری روانگی صبح صادق کے وقت ہونی ہے۔ لہٰذا حسبِ ارشادِ مرشد میں نے تین چار آدمیوں کا کھانا تیار کروا دیا اور صبح کی نماز اور اوراد و وظائف کی مشغولیت کے بعد حضور سرکار ہمارے ہاں کھانا تناول کرنے کے لئے تشریف لے آئے تو آپ کے ساتھ تقریباً پچاس آدمی تھے۔ (جو ادھر اُدھر سے شامل ہو گئے تھے) حضور نے آتے ہی مجھے کھانا لانے کو کہا اور میں پریشان ہو گیا کہ اب کیا ہوگا؟ حضور نے پھر ارشاد فرمایا کہ محمد علی! کھانا لاؤ تو میں اسی پریشانی کے عالم میں جتنا کھانا تیار تھا وہ سب آپ کے سامنے لا کر رکھ دیا اور عرض کی کہ حضور! کھانا اتنا ہی ہے (یعنی کہ چار آدمیوں کا) آپ نے فرمایا گھبرانے کی کوئی بات نہیں۔ اور اپنے رومال سے وہ کھانا ڈھانپ دیا اور اپنے ہاتھوں سے لوگوں میں تقسیم کرنا شروع کر دیا۔ سب لوگوں نے خوب پیٹ بھر کر کھایا، میں نے بھی کھایا، پھر بعد میں آپ نے بھی تناول فرمایا۔ لیکن کھانے پر سے رومال اٹھایا گیا تو دیکھا کہ کھانا تو اتنے کا اتنا ہی ہے اور روٹیاں بھی بالکل اتنی ہی تھیں جتنی کہ پکائی گئی تھیں۔

کُتیا کی فرمانبرداری:

محمد انور قمر شرقپوری کہتے ہیں کہ میرے بچپن کی بات ہے کہ جب میں جامع مسجد حضرت میاں شیر محمد علیہ الرحمۃ میں پڑھتا تھا تو اس مسجد کے خطیب اور میرے استاد سید الف شاہ نے مجھے قبلہ حضرت میاں شیر ربانی علیہ الرحمۃ کے گھر سے لسّی لانے کے لئے بھیجا۔ میں ابھی راستے میں ہی تھا کہ ایک کتیا مجھے کاٹنے کو دوڑی، وہ میرے پیچھے پیچھے ہو گئی۔ میں

جدھر کو جاتا وہ بھی ادھر ہی کو جاتی۔ میں نے بالآخر دوڑنا شروع کر دیا، وہ کتیا بھی میرے پیچھے دوڑنا شروع ہو گئی۔ اس کیفیت میں جب حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ کی گلی میں پہنچا تو سامنے سے حضرت میاں ثانی لاثانی علیہ الرحمۃ تشریف لاتے دکھائی دیئے، انہوں نے مجھے پوچھا کہ تم کیوں بھاگ رہے ہو؟ اور اس کے ساتھ ہی مجھے اپنے گلے سے لگا لیا اور پھر فرمایا کہ کیا بات ہے؟ میں نے انہیں بتایا کہ حضور! یہ کتیا مجھے کاٹنے کے لئے میرے پیچھے پیچھے دوڑ رہی ہے۔ آپ نے فرمایا کہ اب یہ کتیا تمہیں نہیں کاٹے گی۔ وہ دن گیا اور آج تک مجھے پھر کبھی اس کتیا نے نہ کاٹا بلکہ میں کئی دفعہ اس کتیا کے پاس سے بھی گزرا لیکن وہ پھر کبھی نہ تو مجھے دیکھ کر بھونکی اور نہ ہی اس نے کاٹا۔

دل کی بات بوجھنا:

چک نمبر ۸۶۔۶R ضلع ساہیوال کے جناب صوفی محمد ابراہیم (جو کہ قبلہ ثانی لاثانی علیہ الرحمۃ کے مرید بھی ہیں) بتاتے ہیں کہ میں نے ایک بار قبلہ حضور ثانی لاثانی علیہ الرحمۃ کے ہاں حاضری کا ارادہ کیا تو میری پھوپھی صاحبہ (جو کہ سرکار علیہ الرحمۃ سے بڑی عقیدت رکھتی تھی) نے مجھ سے کہا کہ میرا بھی انہیں سلام کہو۔

جب میں اپنے پیرومرشد قبلہ حضرت میاں ثانی لاثانی علیہ الرحمۃ کے آستانے پر حاضر ہوا تو آپ نے مجھے شرفِ ملاقات بخشا تو میں نے شرم کے مارے اپنی پھوپھی صاحبہ کے سلام کے متعلق کچھ نہ بتایا۔ اس پر حضور ثانی لاثانی علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ اس مائی کا کیا حال ہے؟ جس نے تمہارے ہاتھ مجھے سلام پہنچایا ہے؟ میں نے حیرانگی میں عرض کیا کہ حضور! بالکل ٹھیک ٹھاک ہیں۔ آپ نے پھر فرمایا کہ دیکھو! اگر کوئی سلام کہے تو اسے پہنچا دینا چاہیے۔

دِل کا راز بتانا:

ساہیوال کے جناب صوفی محمد ابراہیم کا بیان ہے کہ میں ۱۹۵۵ء میں سائیکلوں کا

کام کرتا تھا۔ اور ایک دفعہ میں نیلا گنبد لاہور سے مال خریدنے گیا، میرے ساتھ دیوبندی مکتبۂ فکر کے ماسٹر محمد رمضان صاحب بھی تھے۔ ہم نے نیلا گنبد سے مال خریدا تو اسی اثناء میں مجھے اپنے پیر خانہ شرقپور شریف جانے کا خیال پیدا ہو گیا اور یہ بات میں نے اپنے ہمراہی ماسٹر محمد رمضان کو بھی بتا دی، ماسٹر صاحب نے یہ سنتے ہی کہا کہ چلو میں بھی ان بزرگوں کی زیارت کا خواہاں ہوں۔ دونوں چلتے ہیں، چنانچہ ہم دونوں نے ٹرک پر اپنا مال بک کروا دیا اور دونوں نے شرقپور شریف کی راہ لی۔

ابھی ہم راستے میں ہی تھے کہ میرے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ میرے ساتھ ماسٹر صاحب ہیں، یہ دوسرے فرقے سے تعلق رکھتے ہیں، اگر حضرت صاحب نے اس کے ساتھ اچھا برتاؤ نہ کیا تو کہیں اس کا میرے ساتھ آنا بے عزتی کا سبب نہ بن جائے۔ کئی بار میرے دل میں یہ خیال آیا یہاں تک کہ ہم شرقپور شریف پہنچ گئے۔

آپ کی خدمت اقدس میں ہم نے حاضری دی تو آپ نے پوچھا کہ تمہارے ساتھ کون آیا ہے؟ تو میں نے عرض کیا کہ حضور یہ سکول کے ماسٹر ہیں، حضور بڑے خوش ہوئے اور بڑے حسنِ سلوک سے پیش آئے۔ اس نے پہلے کبھی میرے پیر و مرشد کو نہ دیکھا تھا، آپ نے اس کے لئے بڑا عمدہ بستر بچھوایا، بڑا اچھا کھانا بھی کھلوایا۔ دوسرے روز پھر ہمیں بڑا عمدہ کھانا دیا، جب ہم کھانا کھانے سے فارغ ہوئے تو آپ نے فرمایا کہ تم لوگ جلدی سے اب اپنے گھر چلے جاؤ اور اپنے سامان وغیرہ کی دیکھ بھال کرو۔ جبکہ ہم نے اپنا سارا ساز و سامان ٹرک پر بک کروا دیا تھا۔ اور اسکا ذکر آپ سے بالکل نہ کیا تھا۔ حضرت میاں ثانی لاثانی علیہ الرحمۃ کا یہ حسن برتاؤ اور حسن اخلاق دیکھ کر میرا ساتھی ماسٹر محمد رمضان آج تک میرے مرشدِ کامل کے گن گاتا پھرتا ہے اور تعریفیں کرتا رہتا ہے۔

ملفوظاتِ حضرت ثانی لا ثانی علیہ الرحمۃ

۱۹۲۱ء میں کسی مرید با صفا نے عرض کی کہ یا حضرت شیر ربانی علیہ الرحمۃ جس طرح کہ ہم دیکھ رہے ہیں قبلہ حضرت غلام اللہ صاحب علیہ الرحمۃ کا رجحان درویشی اور فقیری کی طرف بالکل نظر نہیں آتا۔ انہیں تو گویا شہزادگی پسند ہے اور ہمیں یہ فکر کھائے جا رہی ہے کہ آپ کے بعد آپ کی اس مسند کا کیا بنے گا؟ اس کا اہل ہمیں کوئی اور دکھائی نہیں دیتا۔

میاں صاحب علیہ الرحمۃ نے فرمایا کہ جب کوئی تھانے دار یا تحصیل دار بدل جاتا ہے تو اس کی جگہ پر نیا آ جاتا ہے۔ مرید با صفا نے پھر عرض کی کہ کوئی تھانے دار یا تحصیل دار ہی آتا ہے نا۔ آپؒ نے پھر فرمایا کہ تم اس بات پر قیاس کر لو کہ اس مسند کو سنبھالنے والا اہل مسند ہی ہوگا۔

کہنے کا مطلب یہ ہے کہ کوئی اس وقت یہ تصور بھی نہ کر سکتا تھا کہ میاں غلام اللہ صاحب غلام اللہ سے ثانی لا ثانی بن جائیں گے۔ قبلہ حضرت میاں شیر ربانی علیہ الرحمۃ نے ان کی اس طرح سے تربیت کی اور فقر کی راہ میں انہیں اس طرح تیار کرایا کہ آپ اتباعِ سُنّت میں حضور ﷺ کی جیتی جاگتی تصویر بن گئے۔ قبلہ میاں صاحب علیہ الرحمۃ نے اپنی جملہ صفات سے انہیں اس طرح مزین کر دیا کہ یہ مردِ مومن کبھی شریعت سے ادھر اُدھر ہونے کا تصور تک بھی نہ کر سکے۔

حضرت ثانی لا ثانی صاحب علیہ الرحمۃ بڑا پر تاثیر وعظ فرمایا کرتے تھے اور آپ نے خداداد قابلیت اور با کمال ہمت و ذہانت اور للّٰہیت سے بہت سے لوگوں کو اپنا گرویدہ بنایا۔ آپ وعظ نہایت عالمانہ اور بڑے موثر انداز میں فرماتے تھے۔ آپ کا وعظ سن کر کون سخت دل ہوگا جو زار و قطار تو نہ روئے مگر اس کی آنکھ نم ہوئے بغیر کبھی نہ رہے۔ یوں تو حضرت قبلہ ثانی لا ثانی علیہ الرحمۃ کے ارشادات و ملفوظات بے شمار ہیں لیکن تبرک کے طور پر

ان کے چند ارشاداتِ عالیہ رقم کیے جاتے ہیں:

☆ دنیوی معاملات میں سادگی ہونی چاہیے اور دیانت داری کا کبھی دامن نہ چھوڑا جائے۔

☆ تمام افعال واقوال شریعتِ محمدی ﷺ کے مطابق ہونے چاہئیں۔

☆ مسلمانوں کو اب تجارت کی طرف خاص دھیان دینا چاہیے۔انگریز تجارت کے ذریعے ہی ہندوستان کے حکمران بنے اور مالک بن بیٹھے۔

☆ نماز کی پابندی دل و جان سے کرنی چاہیے۔نماز پڑھنی بھی کسی اللہ کے بندے سے سیکھنی چاہیے،نماز میں خصوصی خشوع وخضوع بدرجہ اتم ہونا چاہیے۔

☆ اسلام کی تبلیغ واشاعت کی کوشش کرنی چاہیے۔

☆ ظاہر کا وضو تو ہر کوئی کرتا ہے باطن کا وضو کرنے والا ہی مرد ہے اور یہ مردانگی کسی اللہ والے سے سیکھنی پڑھتی ہے۔

☆ قربانی سے مراد یہ ہے کہ اللہ کی راہ میں ہر شے قربان کرنے سے دریغ نہ کرنا۔

☆ ہمہ انبیاء در پناہِ تو اند
مقیم دربار گاہِ تو اند

تو ماہِ منیر ہمہ اختر اند
تو سلطان ملکی ہمہ چاکرانہ

☆ جب مسلمانوں میں اخوت اور محبت کا جذبہ تھا تو اس وقت انہوں نے روم،سپین، ترکی،مصر اور دیگر بڑی بڑی سلطنتیں فتح کر لی تھیں،تاریخ اس بات کی گواہ ہے۔

☆ اسلام ہی ایک ایسی طاقت ہے کہ جس کے سامنے باقی سب طاقتیں نابود ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم اسلام میں پوری طرح سے داخل ہو جاؤ گے تو تم کو بادشاہی عطا کر دی جائے گا۔یہی وجہ تھی کہ جب مسلمان اس پر عمل پیرا تھے تو وہ فاتح کہلائے۔بڑے سے بڑی طاقت ان کے سامنے نہ ٹھہر سکی۔

☆ عزت اور ذلّت اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں ہے۔ جو نیک عمل کرے گا اور اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرے گا اور جو اللہ کے رسول ﷺ کو راضی رکھے گا اسے عزّت و توقیر بخشی جائے گی۔ بصورتِ دیگر اس کے لئے ذِلّت ہے۔

وصالِ حضرت ثانی لا ثانی علیہ الرحمۃ:

شیر ربّانی قطب حقّانی حضرت میاں شیر محمد شرقپوری علیہ الرحمۃ کے خلیفہ اور برادرِ اصغر اور مریدِ صادق ؒ اپنی پوری زندگی میں دین کی اشاعت اور تبلیغ رشد و ہدایت سرانجام دیتے رہے۔ زہے قسمت کہ انہیں شیر ربانی جیسا پیر اور مرشد نصیب ہوا کہ جس نے ان کی تربیت کر کے انہیں سراپا حسن و عمل بنا ڈالا۔ آپ خود بھی تمام عمر شریعتِ مطہرہ کی پیروی کرتے رہے اور وہ دوسروں کو بھی اتباعِ سنّت کا سبق دینے میں ایک لحہ تأمل نہ کیا۔

اسی طرح اُن کے دن ذکر خدا کرتے اور راتیں سنّت مصطفیٰ ﷺ ادا کرتے گزریں، یہاں تک کہ ان کی زندگی کا آخری وقت بھی سر پر آن پہنچا۔ لیکن آپ موت کو اپنے سرہانے کھڑی دیکھ کر گھبرائے بالکل نہیں اور نہ ہی ذرا پریشان ہوئے بلکہ مریدین اور متوسّلین کو یہاں تک کہتے تھے کہ موت کا فرشتہ ان کے سامنے آیا تو اس کا خوش دلی سے استقبال کریں گے۔

اور بالآخر شیر ربانی کا خلیفہ لاجواب اور روحانیت کا یہ آفتاب ۷ ربیع الاوّل شریف ۱۳۷۷ھ بمطابق ۱۲ اکتوبر ۱۹۵۷ء کو ہزاروں لاکھوں عقیدت مندوں، مریدوں اور متوسلین کی ایک کثیر جماعت کو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے داغ مفارقت دے گیا۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ.

آپ کے وصال کی خبر پورے ملک میں آناً فاناً پھیلتی چلی گئی اور بیرون ممالک میں بھی جا پہنچی۔ ملک کے کونے کونے سے ہزاروں کی تعداد میں لوگ جوق در جوق آپ کے جنازے میں شرکت کے لئے جمع ہو گئے۔ تجہیز و تکفین کے بعد شرقپور شریف کے مشہور

قبرستان ڈاہرانوالہ کے پاس جنازگاہ میں آپ کا جنازہ سید محفوظ حسین شاہ سجادہ نشین آستانہ عالیہ مکان شریف نے پڑھایا۔ اور حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ کے پہلو میں دفن کیے گئے۔

بے شک اولیاء اللہ کو دائمی زندگی عطا کرنے کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے چند لمحوں کے لئے ان پر موت طاری کی جاتی ہے اور پھر انہیں ان کی پہلی زندگی سے قوی تر زندگی عطا کر دی جاتی ہے۔ بالکل اس شعر کے مصداق:

کُشتگانِ خنجرِ تسلیم را
ہر زماں از غیب جانے دیگر است

حضرتِ واصف نے آپ کی تاریخ وصال نکالی:

رفت چوں سوئے خُلد آں درویش
بر لبش او بہ رواں کلام اللہ
واصفی گفت سالِ رحلتِ او
زاہدِ بے ریا غلام اللہ

قبلہ حضرت میاں غلام اللہ المعروف ثانی لا ثانی علیہ الرحمۃ کے مزارِ پر انوار پر یہ عبارت کندہ کرائی گئی ہے۔

اے شہید الفت محبوبِ ربّ العالمین
اے طریقت را امام اے شریعت را امین
زین وزیبِ مسندِ شیر محمد مصطفیٰ ﷺ
چشمِ الطاف و کرم بر ناقصاں بہر خدا

اولادِ حضرت ثانی لاثانی علیہ الرحمۃ:

شیر ربانی قطب حقانی حضرت میاں شیر محمد شرقپوری علیہ الرحمۃ کے خلیفۂ اوّل و سجادہ نشین حضرت میاں غلام اللہ المعروف ثانی لاثانی علیہ الرحمۃ کو اللہ تعالیٰ نے چار صاجزادیوں اور تین صاجزادوں سے نوازا۔ صاجزادگان کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

۱) حضرت صاجزادہ میاں سعید احمد صاحب مرحوم ومغفور

۲) شمس المشائخ حضرت صاجزادہ میاں غلام احمد شرقپوری نقشبندی سجادہ نشین آستانہ عالیہ شیر ربانی وثانی لاثانی شرقپور شریف

۳) فخر المشائخ حضرت صاجزادہ میاں جمیل احمد صاحب شرقپوری نقشبندی سجادہ نشین آستانہ عالیہ شیر ربانی وثانی لاثانی شرقپور شریف

دونوں صاجزادے شریعتِ مطہرہ اور سنّت نبوی ﷺ پر دن رات عمل پیرا ہیں اور اللہ تعالیٰ کے فضل وکرم اور نبی کریم ﷺ کے کرم کے صدقے تمام عقیدت مندان کی درازیٔ عمر کے خواہاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ یہ دعا میری جانب سے اور تمام امتِ مسلمہ کی طرف سے قبول فرمائے۔ (آمین) اور قیامت تک ان کا سایہ ہم پر قائم رکھے۔

قبلہ حضرت ثانی لاثانی علیہ الرحمۃ کے یہ صاجزادے ان کے مشن کو دن رات جاری وساری رکھے ہوئے ہیں اور وہ کبھی بھی کوئی دقیقہ فروگذاشت نہیں کرتے اور خصوصاً فخر المشائخ حضرت صاجزادہ میاں جمیل احمد شرقپوری دامت برکاتہٗ نے تو آپ علیہ الرحمۃ کے پاکیزہ مشن کو ملک سے باہر بھی اطراف واکناف عالم میں بھی خوب پھیلایا ہے۔ اور ہر وقت آپ اشاعتِ دینِ کے لئے پرعزم اور سرگرم عمل ہی رہتے ہیں۔

حضرت ثانی لاثانی علیہ الرحمۃ کا عرس مبارک آپ کے ہی زیر اہتمام وانصرام ۱۷، ۱۸ اکتوبر کو ہر سال منعقد کیا جاتا ہے۔

فخر المشائخ حضرت صاحبزادہ

میاں جمیل احمد صاحب شرقپوری دام برکاتہٗ

سجادہ نشین شیر ربانی" و ثانی لاثانی علیہ الرحمۃ شرقپور شریف

پیدائش:

حضرت صاحبزادہ فخر المشائخ میاں جمیل احمد صاحب شرقپوری علیہ الرحمۃ ۳ فروری ۱۹۳۳ء بمطابق ۲۷ شوال ۱۳۵۱ھ جمعرات کے روز بوقت صبح حضرت قبلہ میاں ثانی لاثانی علیہ الرحمۃ کے ہاں شرقپور شریف میں پیدا ہوئے۔ جب آپ کی پیدائش ہوئی تو قبلہ حضرت ثانی لاثانی علیہ الرحمۃ مسجد میں فجر کی نماز ادا کرنے میں مشغول تھے۔ نماز کی ادائیگی کے بعد جب آپ اپنے گھر تشریف لائے تو دائی مائی گاماں (غلام فاطمہ زوجہ رحیم بخش) نے آپ کے تولد ہونے کی خوشخبری سنائی۔ اس نوید کو سنتے ہی آپ کا چہرۂ مبارک مسرت و انبساط سے کھل اٹھا۔ اور جب آپ اندر تشریف لائے تو مائی گاماں نے یہ بچہ پیش کرتے ہوئے کہا کہ حضور! یہ میرا پیر شہزادہ ہے ناں؟ آپ اس کے کان میں اذان بھی پڑھیں اور گھٹی بھی دیں۔

حضرت قبلہ میاں ثانی لاثانی علیہ الرحمۃ نے مائی گاماں کو اس خوشی کے موقعہ پر دوسرے کئی تحائف کے علاوہ ساٹھ روپے کی نقدی بھی دی اور آپ کی پیدائش کے دوسرے

روز آپ نے رحیم بخش ماچھی کو پچیس روپے کی نقدی بھی عنایت کی۔

نام ونسب:

''چشمۂ فیض ربانی'' کے مصنف رقم طراز ہیں کہ جب آپ فخر المشائخ کی پیدائش ہوئی تو کسی عورت (مائی گاماں) نے کہا کہ یہ بچہ تو جمیل (خوبصورت) ہے تو آپ نے فرمایا۔ جمیل تو صرف احمد ﷺ کی ذات ہے تو ہم اس طرح کرتے ہیں کہ جمیل اور احمد کو ملا کر اسی شہزادے کا نام جمیل احمد رکھ دیتے ہیں۔ سو حضرت صاحبزادہ صاحب میاں جمیل احمد واقعی اسم با مسمّٰی (مظہر جمال احمد ﷺ) ہیں۔ آپ کے والد مکرم میاں غلام اللہ المعروف ثانی لاثانی صاحبؒ ہیں اور میاں عزیز الدین صاحب آپ کے دادا جان ہیں۔
گویا آپ کا پورا نام اس طرح بنا کہ جمیل احمد بن غلام اللہ بن عزیز الدین

عقیقہ وختنہ:

حضرتِ فخرِ المشائخ صاحبزادہ میاں جمیل احمد شرقپوری کی ولادت باسعادت کے ساتویں روز (سنّت نبوی ﷺ کے مطابق) عقیقہ اور ختنہ کیا گیا۔ ختنہ لالہ غلام محمد حجام نے کیا۔ لالہ غلام محمد حجام کو قبلہ شیر ربانیؒ اور قبلہ ثانی لاثانی صاحب علیہ الرحمۃ کی حجامت بنانے کا شرف حاصل ہے۔

تعلیم:

حضرت صاحبزادہ میاں جمیل احمد صاحب مدظلہ نے اپنی تعلیم کی شروعات قرآن پاک سے کی اور آپ نے تھوڑے ہی وقت میں سات سال کی عمر میں مولانا محمد علی صاحب سے قرآن مجید ناظرہ کی تعلیم کی تکمیل کر لی۔ بعدازیں آپ نے علومِ اسلامیہ کی تعلیم کا آغاز اپنے والد محترم قبلہ میاں ثانی لاثانی علیہ الرحمۃ سے حضرت شیخ سعدی شیرازی کی مشہور و معروف کتاب ''گلستان'' اور ''بوستان'' پڑھیں۔ اور اسلامی

علوم کی تحصیل سے فراغت کے بعد آپ نے مذہبی کتب (فارسی، عربی، اردو) کا سیر حاصل مطالعہ کا شغل اپنایا۔ اسی مطالعہ کے ذوق وشوق کے نتیجے میں ہی آپ تصانیف کے میدان میں داخل ہوئے۔ اور آپ نے متعدد کتب تصانیف کیں۔ قرآن کریم سے ناظرہ کی تکمیل کے بعد آپ نے اپنے والد مکرم حضرت میاں ثانی لا ثانی علیہ الرحمۃ سے علوم اسلامیہ کی تعلیم کا آغاز کیا اور ساتھ ہی پرائمری سکول شرقپور میں ۱۹۴۰ء میں سات سال کی عمر میں داخلہ لے لیا۔

اس دور میں سکولوں میں ہندو اور مسلمان مشترکہ طور پر پڑھتے تھے۔ مگر اسلامی پرائمری سکول کی یہ خصوصیت سمجھ لیں کہ یہاں پر صرف اور صرف مسلمان اساتذہ کی ہی تقرری کی جاتی تھی۔ گویا حضرت صاحبزادہ میاں جمیل احمد صاحب اس بات پر فخر کر سکتے ہیں کہ انہیں جملہ اساتذہ مسلمان ملے۔ ان کے سکول کے ہیڈ ماسٹر محمد احمد خان تھے جو کہ بارلیش اور باشرع قسم کے آدمی تھے اور ہمیشہ صوم وصلوٰۃ کی پابندی کرتے تھے۔

حضرت صاحبزادہ میاں جمیل احمد صاحب دامت برکاتہم شروع ہی سے عام بچوں سے یکسر مختلف تھے اور ان کو کبھی کسی ہم عمر کے ساتھ کوئی کھیل کھیلتے نہ دیکھا گیا۔ اور نہ آپ کبھی دوسرے بچوں کی طرح گلی کوچوں میں ادھر اُدھر پھرا یا گھوما کرتے تھے۔ جب سکول سے چھٹی ہوتی تو آپ سیدھے گھر تشریف لے آتے اور اپنی تعلیم کی تکمیل میں مشغول ہو جاتے۔ آپ نے پرائمری سکول کا امتحان ۱۹۴۴ء میں گورنمنٹ ہائی سکول شرقپور شریف سے پاس کیا اور بعد ازیں آپ گورنمنٹ ہائی سکول شرقپور شریف میں داخل ہو گئے۔

حضرت صاحبزادہ میاں جمیل احمد شرقپوری گویا ازل سے ہی منفرد طبیعت لے کر آئے تھے اور دوسرے لڑکوں کی طرح آپ نہ تو کبھی بچوں سے لڑتے جھگڑتے اور نہ ہی ان سے شرارتیں کرتے غرضیکہ ہر غلط عادت سے انہیں نفرت تھی۔ جس لئے آپ ہمیشہ اسی قسم کے اقوال اور افعال سے کوسوں دور رہے۔

آپ اپنے اساتذہ کو نہایت احترام کی نگاہ سے دیکھتے تھے۔ اور ان کی

فرمانبرداری کو اپنا نصب العین بنا رکھا تھا۔ جب تک آپ نے تعلیم حاصل کی۔ استاد کو بھی آپ نے کسی قسم کی شکایت کا موقعہ نہ دیا۔

میٹرک کر لینے کے بعد آپ نے طب کی کتابیں آغا دوست محمد تکمیلی سے پڑھیں اور علم طبّ میں اچھی خاصی مہارت حاصل کی۔ بعد میں آپ نے اپنی خاندانی روایات برقرار رکھنے کے لئے طبیہ کالج لاہور میں داخلہ لے لیا۔ اور علم طب میں آپ نے ڈگری حاصل کی۔ گویا آپ طبّ میں بھی مہارتِ تامہ رکھتے ہیں۔

حضرت میاں صاحبزادہ صاحب نے یوں تو بہت سے اساتذہ سے علوم وفنون میں اپنی مہارت کی تکمیل فرمائی لیکن آپ کے کچھ اہم اساتذہ یہ ہیں۔

(۱) حضرت قبلہ ثانی لا ثانی میاں غلام اللہ صاحب علیہ الرحمۃ
(۲) شیخ محمد عثمان صاحب قصوری
(۳) سید اقبال احمد شاہ
(۴) مولوی محمد حسن اور
(۵) محمد احمد خان

یہ تمام اساتذہ نابغۂ روزگار تھے اور علوم وفنون میں ثانی لا ثانی تھے۔

بیعت وشفقتِ پدری:

کوئی انسان دنیا بھر کے علوم وفنون میں مہارت تامہ حاصل کر لے لیکن پیر ومرشد کے بغیر اس کی روحانیت کی تکمیل نہیں ہوسکتی۔ بیعت مرشد ہی وہ زینہ ہے کہ جس سے روحانیت اور حقانیت کی بلندی حاصل ہوتی ہے، اس کے بغیر کوئی بھی عالم فاضل للّٰہیت سے ہمکنار نہیں ہوسکتا۔ آستانہ عالیہ شیر ربّانی ایک ایسا آستانہ ہے کہ جہاں سے لاکھوں لوگ فیضان وعرفان حاصل کر چکے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ دنیا بھر کے لوگ اس آستانہ سے محبت وعقیدت رکھتے ہیں۔ یہ آستانہ ان کے دلوں کی دھڑکن بنا ہوا ہے۔

حضرت صاحبزادہ مدظلہ نے شیر ربّانی قطب حقانی حضرت میاں شیر محمد شرقپوریؒ کے برادر

اصغر اور اپنے والدِ مکرم حضرت میاں غلام اللہ المعروف ثانی لا ثانی علیہ الرحمۃ کے دستِ اقدس پر بیعت سے مشرف ہوئے۔

حضرت قبلہ میاں غلام اللہ المعروف ثانی لا ثانی صاحب علیہ الرحمۃ کوئی مرید ہو یا کہ عقیدت مند عام ہو کہ کوئی خاص ہر ایک کے ساتھ نہایت حسن اخلاق سے پیش آتے تھے اور ہر ایک سے شفقت کا اظہار فرماتے تھے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کا ہر مرید اور ہر عقیدت مند یہی سمجھتا تھا کہ قبلہ مجھ سے زیادہ محبت و الفت رکھتے ہیں اور ان کے دل میں میرے لئے سب سے زیادہ شفقت ہے۔

اس سلسلے میں حضرت فخر المشائخ میاں جمیل احمد صاحب مدظلہ جتنا فخر کریں۔ اتنا ہی کم ہے کیونکہ آپ سے جو محبت و شفقت قبلہ ثانی لا ثانی؁ صاحب کو تھی، اسے بیان کرنے کے لئے الفاظ نہیں مل سکتے۔ تمام صاحبزادگان میں جناب صاحبزادہ میاں جمیل احمد صاحب دامت برکاتہم اپنی اس سعادت مندی اور خوش بختی پر واقعی ناز کر سکتے ہیں۔ المختصر یہ کہ جو شفقتِ پدری بالخصوص حضرت میاں صاحبزادہ کے ورثے میں آئی کسی اور صاحبزادہ صاحب کو نصیب نہ ہو سکی۔

تصانیف:

حضرت فخر المشائخ صاحبزادہ میاں جمیل احمد صاحب مدظلہ نہ صرف تصنیف و تالیف سے بڑا شغف رکھتے ہیں بلکہ تصنیف و تالیف کی اہمیت سے بھی بخوبی واقف ہیں اور یہی وجہ ہے کہ آپ صاحبزادہ صاحب علماء اور فضلاء سے بڑے ادب اور احترام سے ملتے ہیں۔ آپ ہمیشہ عوام و خواص کو اسلامی تعلیمات سے روشناس کرانے کے لئے کوشاں نظر آتے ہیں۔ اس سلسلے میں آپ نے نہ صرف متعدد کتابیں تصنیف و تالیف فرمائیں بلکہ بہت سی دینی و مذہبی کتابیں چھاپ کر لوگوں میں مفت تقسیم بھی فرمائیں۔ ذیل میں آپ کی مشہور تصانیف سے نام لکھے جاتے ہیں:

(۱) مسائل نماز

(۲) تذکرہ حضرت امام اعظم ابوحنیفہ علیہ الرحمۃ

(۳) ارشاداتِ مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ

(۴) عربی گرائمر

(۵) تذکرۂ مشائخ نقشبند (دوجلد)

(۶) تذکرہ شیر ربّانی علیہ الرحمۃ

(۷) مجدّد الف ثانی (تین جلد)

اور ابھی تک یہ سلسلہ جاری وساری ہے۔

علماء ومشائخ سے محبت وعقیدت:

حضرت صاحبزادہ قبلہ میاں جمیل احمد صاحب مدظلہ چونکہ خود صاحبِ علم ہیں۔ جس لئے آپ علم اور علماء کو انتہائی قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔ اور ان کے مقاماتِ علمی سے بھی بخوبی آشنا ہیں۔ آپ کے علماء کرام سے گہرے تعلقات اس بات کی بھرپور غمازی کرتے ہیں کہ آپ علم اور علماء سے والہانہ محبت وعقیدت رکھتے ہیں۔

اسی سلسلے میں حضرت علامہ محمد بخش مُسلم (لاہور)، محقق اہل سُنّت حکیم محمد موسیٰ امرتسری (لاہور)، مولانا محمد اکرم مجدّدی (سیالکوٹ)، حضرت مولانا غلام محمد ترنّم (لاہور)، مولانا محمد عمر اچھروی (لاہور)، سید فیض الحسن شاہ صاحب (آلومہار شریف، سیالکوٹ) شیخ القرآن علامہ عبدالغفور ہزاروی اور قبلہ علاّمہ سید ریاض حسین شاہ، حضرت مولانا محمد سردار احمد (فیصل آباد) حضرت علامہ سیّد احمد سعید کاظمی مدظلہ (ملتان)، شیخ التفسیر سیّد ابو البرکات مولانا غلام معین الدین نعیمی،

حضرت مولانا عبدالحامد بدایونی، مفتی اعظم پاکستان مولانا علامہ محمد عبدالقیوم ہزارویؒ والدگرامی صاحبزادہ قبلہ محمد عبدالمصطفیٰ ہزاروی ناظمِ اعلیٰ جامعہ نظامیہ رضویہ لاہور رشیخوپورہ، مولانا فضل سبحان (کراچی)، سیّد محمد عارف شاہ صاحب قادری (راولپنڈی)، مولانا غلام دین (انجن شیڈ، لاہور)، علامہ غلام رسول رضوی (فیصل آباد)، پیر طریقت شیخ گل صاحب (لنڈی کوتل پشاور)، حضرت صاحبزادہ غلام نقشبند علیہ الرحمۃ سجادہ نشین آستانہ عالیہ چورہ شریف، بدر المشائخ حضرت صاحبزادہ پیر سید حیدر حسین شاہ سجادہ نشین علی پور شریف، پیر طریقت حضرت صاحبزادہ غلام محی الدین عرف باؤجی سرکار سجادہ نشین گولڑہ شریف، حضرت والا شان خواجہ خان محمد صاحب سجادہ نشین تونسہ شریف، حضرت صاحبزادہ خواجہ نظام الدین صاحب سجادہ نشین تونسہ شریف، صاحبزادہ پیر علاؤالدین صدیقی سجادہ نشین نیریاں شریف آزاد کشمیر، پیر طریقت حضرت پیر محمد زاہد خان صاحب سجادہ نشین آستانہ عالیہ موہڑہ شریف، پیر طریقت حضرت صاحبزادہ پیر ہارون رشید صاحب سجادہ نشین آستانہ عالیہ موہڑہ شریف، حضرت خواجہ محمد نقشبند صاحب (پاکپتن شریف)، پیر طریقت حضرت علامہ حبیب الرحمٰن صاحب (ڈھانگری شریف آزاد کشمیر)، پیر طریقت حضرت محمد مطلوب الرسول (للہ شریف چکوال) سے نہ صرف آپ کے خوشگوار روابط تھے بلکہ آپ ان تمام علماء ومشائخ سے گہرا قلبی تعلق بھی رکھتے ہیں۔

حُسنِ اخلاق:

حضرت قبلہ صاحبزادہ صاحب علیہ الرحمۃ اللہ تعالیٰ کے فضل سے بے شمار خوبیوں اور اوصاف کے حامل ہیں۔ آپ کی طبیعت میں نرمی اور حلیمی گویا کوٹ کوٹ

کے بھری ہوئی ہے۔ اور طرہ اس پر یہ کہ آپ کا کوئی مہمان بھی سنّت نبوی ﷺ کے مطابق اپنی خاطر تواضع ہوئے بغیر آپ کے آستانہ عالیہ سے ہرگز خالی نہیں جا سکتا۔ آپ کی ذات انسانی آلائشوں مثلاً تکبر وغرور سے بالکل ماورا ہے اور ہر قسم کے تفاخر سے آپ سخت نفرت کرتے ہیں۔ عاجزی اور انکساری گویا آپ نے اپنا اوڑھنا بچھونا بنا رکھا ہے۔ آپ ہمیشہ اپنے حلقۂ ارادت میں حسنِ اخلاق کا ہی درس دیتے نظر آتے ہیں۔ ہر ایک سے نہایت شفقت سے پیش آتے ہیں۔ مفلسوں کی اعانت کرتے ہیں اور جنازے میں خود بہ نفس نفیس شرکت کرنا آپ کا معمول ہے۔ کوئی غلطی کرے اس پر مواخذہ بالکل نہیں کرتے۔ بیکسوں کا سہارا بننے پر فخر محسوس کرتے ہیں اور بیماروں کی عیادت کو بڑی سعادت گردانتے ہیں۔ اور تمام خوبیاں اور اوصاف آپ کی گھٹی میں شامل ہیں۔

عاجزی وانکساری:

حضرت صاحبزادہ فخر المشائخ میاں جمیل احمد مدّ ظلّہٗ عاجزی وانکساری کا ایک حسین مرقع ہیں۔ آپ کسی کے منہ سے اپنی تعریف سننا ہرگز گوارا نہیں کرتے اور اگر آپ کا کوئی مرید یا عقیدت مند ایسا کرنے کی کوشش کرے تو آپ اسے نہ صرف روک دیتے ہیں بلکہ اس پر سخت تنبیہ کرتے ہوئے ناراضگی کا بھی اظہار فرماتے ہیں۔

ایک روز آپ اپنے حلقہ مریدین میں تشریف فرما تھے کہ مرشد کامل کے سلسلے میں بات ہونے لگی۔ تو آپ اپنے مخصوص انداز میں فرمانے لگے۔ ''ہم کوئی مرشد کامل تھوڑے ہیں، بس ہمیں تو اپنے مرشد کی طرف سے جو ڈیوٹی ہمیں ملی ہے، ہم اسے ایک خادم کی حیثیت سے نبھا رہے ہیں اور آنے والے عقیدت مندوں کو دال چپاتی کھلا چھوڑتے ہیں۔ مرشد کامل تو وہی ہوتا ہے جو کوئی اس کے پاس حلقۂ ارادت میں شامل ہونے آئے اور وہ صرف اپنی ایک باطنی نظر سے اس کے سینے سے تمام کدورت، حسد اور

گناہ کرنے کی خواہش تک کو نکال باہر کر دے اور پھر اس کا ہاتھ اپنے ہاتھوں میں لے کر اللہ تعالیٰ تک رسائی بخش دے۔"

حضرت فخر المشائخ بطورِ مدرّس:

ایک استاد کو اسلامی معاشرے میں نمایاں مقام حاصل ہے کیونکہ وہ لوگوں میں رشد و ہدایت کی تعلیم کا درس دیتا ہے اور اس پر عمل پیرا ہونے کی تلقین کرتا ہے۔ استاد کی کوششوں سے ہی انسان، انسان اور حیوان میں امتیازیت سے آگاہی پاتا ہے اور یہی وہ خوبی ہے کہ جس کی بناء پر انسان فرشتوں تک پر فضیلت حاصل کر لیتا ہے۔

ہر نبی کو اپنے وقت میں ایک بہترین مدرّس یا استاد ہونے کا شرف حاصل رہا ہے۔ جملہ اولیائے کرام اور مشائخ عظام اپنے حلقۂ ارادت میں رشد و ہدایت، نیکی اور خیر کا درس دیتے رہے ہیں۔ اسی لئے اس پیشے کو ایک مقدس پیشے کا نام دیا گیا ہے۔

خوانِ جمیل:

ہر انسان کے ہاں اس کی بساط کے مطابق ہی دستر خوان بچھتا ہے۔ کسی کے دستر خوان سے کوئی ہفتہ میں ایک بار کھاتا ہے، کوئی مہینے میں ایک بار، کوئی سال میں ایک بار کھاتا ہے۔ لیکن فخر المشائخ حضرت صاحبزادہ میاں جمیل احمد شرقپوری مدّ ظلہٗ کا دستر خوان ایک ایسا دستر خوان ہے کہ جو زمان و مکان کی قید سے ماوراء ہے اور ہر وقت اور ہر ملک میں بچھا ہوا ہے۔ اور حقیقت میں یہ دستر خوان وہی دستر خوان ہے جو شیر ربانی قطب حقانی حضرت میاں شیر محمد شرقپوری علیہ الرحمۃ نے بچھایا تھا، اور یہ دستر خوان شرقپور شریف، اسلام آباد، کراچی، لاہور، مدینہ طیبہ، ترکی، عراق، لندن اور دوسرے کئی ممالک میں بھی بچھا ہوا دیکھا جا سکتا ہے۔ نجانے کتنی تعداد میں لوگ اس دستر خوان سے روزانہ (نہ صرف صبح و شام بلکہ ہر وقت) مستفید ہوتے ہیں اور ان شاء اللہ ہوتے رہیں گے۔ اگرچہ یہ دستر خوان انتہائی سادگی کا حامل ہے مگر ایک اس کا

امتیازی وصف یہ ہے کہ اس دسترخوان کی بدولت نجانے اب تک کتنے مریض شفایاب ہو چکے ہیں، نجانے کتنوں کی تقدیریں بدل چکی ہیں۔ جس شخص کو بھی اس دسترخوان پر بیٹھنا نصیب ہوا ہے۔ اس کے سینے میں یہ خواہش ضرور پیدا ہوئی ہے کہ اسے ایک بار پھر یہ سعادت حاصل ہو جائے۔ اے کاش مجھے بھی اس شیر ربّانی کے دسترخوان کا ایک لقمہ مل جائے۔

حضرت صاحبزادہ صاحب دامت برکاتہم کا حلیہ مبارک:

حضرت فخر المشائخ صاحبزادہ میاں جمیل احمد صاحب مدظلہ حسن و جمال میں اسمِ با مسمّٰی ہیں۔ اور آپ کا جمال ہر خاص و عام کو دعوتِ نظارگی دیتا ہوا دکھائی دیتا ہے۔ آپ درمیانی قد کے حامل ہیں، چہرہ مبارک پر رونق اور بڑی بڑی آنکھیں بلا کی سحر انگیزی رکھتی ہیں۔ آپ کی ان پرفسون آنکھوں کی جس پر بھی نگاہ پڑتی ہے وہ آپ کا والہ وشیدا ہوئے بغیر ہرگز نہیں رہ سکتا۔ پیشانی کشادہ ہے، بینی مبارک بارعب اور اونچی ہے۔ گفتگو کرنے میں بڑی نرمی استعمال کرتے ہیں۔ لیکن کبھی کبھی اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی رضا ورغبت کی خاطر جلالت سے بھی کام لے لیتے ہیں۔ تاہم اکثر آپ کی طبیعت پر جلال کی بجائے جمال ہی غالب رہتا ہے۔

لباس مبارک:

حضرت شیخ سعدی شیرازیؔ نے کہا تھا کہ ''ہر چہ خواہی پوش در عمل کوش'' (یعنی انسان کچھ بھی پہنے مگر اسے عمل میں کوشش کرنی چاہیے) لیکن اس سلسلے میں بھی جناب صاحبزادہ میاں صاحب مدظلہ اطاعتِ مصطفیٰ ﷺ کے بغیر کسی اقدام کا کوئی تصوّر تک نہیں کرتے۔

قرآن حکیم میں صاف لفظوں میں کہا گیا ہے کہ اطاعت رسول ﷺ میں اصل میں اطاعت اللہ ہے اور آپ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کے فرمان سے سرِ مُو بھی انحراف

کا سوچ بھی نہیں سکتے۔ آپ ہمہ وقت اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی شریعتِ مطہرہ کی پیروی کو اپنی زندگی کا اصول اور نصب العین بنائے ہوئے ہیں۔

فخر المشائخ حضرت میاں صاحبزادہ صاحب مدّ ظلّہٗ نہ صرف ایک سچے اور پکے عاشق رسول ﷺ ہیں بلکہ فنا فی الرّسول ہیں۔ آپ کا اٹھنا بیٹھنا، بولنا چالنا، سونا جاگنا، کھانا پینا اور لباس وغیرہ الغرض یہ کہ اوڑھنا بچھونا تک سنّتِ رسول ﷺ کے عین مطابق ہے۔ سر پر عمامہ اور ٹوپی، جُبّہ مبارک اور پاجامہ مختصراً ہر چیز ہی سنّت نبوی ﷺ کی غمازی کرتی ہوئی نظر آتی ہے۔

صاحبزادہ صاحب دامت برکاتہم کی مذہبی خدمات

فخر المشائخ حضرت صاحبزادہ میاں جمیل احمد شرقپوری مدظلہ کی مذہبی اور ملّی خدمات کو احاطۂ تحریر میں لانا ناممکن نہیں تو مشکل ضرور ہے۔ تاہم ذیل میں چند سطریں تبرک وتیمّن کے طور پر لکھی جاتی ہیں۔

حضرت قبلہ وکعبہ شیر ربّانی قطب حقّانی نے سب سے پہلے شرقپور شریف میں ''تحریک احیاءِ سنّت'' کے نام سے ایک مذہبی وملّی تنظیم کی بنیاد رکھی۔ اور آپ کے خلیفۂ اوّل برادرِ اصغر حضرت میاں غلام اللہ المعروف ثانی لاثانی شرقپوری علیہ الرحمۃ نے اس تحریک کو عملی طور پر فعّال بنانے کے لئے ۱۹۴۴ء میں ''جامعہ میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ'' کے نام سے ایک ادارہ بنایا۔ جس میں مستند اور تجربہ کار اساتذہ کو تدریس کے فرائض سونپے گئے۔ اس ادارہ میں قرآن و حدیث، تفسیر، فقہ، اصول حدیث، اصول فقہ، منطق، فلسفہ، صرف ونحو اور لغت وغیرہ کے علوم پر مبنی کتب پڑھائی جاتی ہیں۔ اب تک اس ادارہ سے ہزاروں کی تعداد میں حفّاظ اور علماء فارغ التحصیل ہو کر نکلے ہیں جو دنیا بھر میں علم وعرفان کی دولت بانٹ رہے ہیں اور حقّانیت اور روحانیت کی روشنی سے اذہان وقلوب کو درخشاں کرنے میں مشغول ہیں۔

دارالمبلغین حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ جو مستند اور جیّد علماء کرام درس وتدریس کا مقدّس کام سرانجام دینے میں مصروف ومشغول ہیں، ان میں سے چند معروف

مشہور اساتذہ کے اسمائے گرامی یہ ہیں۔

(۱) حضرت علامہ مفتی محمد عبدالغفور صاحب
پرنسپل جامعہ فاروقیہ رضویہ باغبانپورہ لاہور

(۲) استاذ العلماء مفتی مزمّل حسین شاہ صاحب
پرنسپل جامعہ حسینیہ سید پور، لاہور

(۳) حضرت مولانا عبدالغفور الوری صاحب
پرنسپل جامعہ فیاض العلوم، رائیونڈ

(۴) حضرت مولانا اکبر علی صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ
سابق سفیر دارالمبلّغین حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ

(۵) حضرت مولانا منصب علی صاحب شرقپوری

(۶) حضرت مولانا محمد شریف صاحب ملتانی

جامعہ حضرت شیر ربّانی علیہ الرحمۃ (برائے طالبات):

دارالمبلّغین حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ میں چونکہ لڑکوں کی تدریس کا کام سرانجام دیا جاتا تھا اور اس بات کی شدّت سے ضرورت محسوس کی جارہی تھی کہ سرزمین شرقپور شریف میں کسی ایسے ادارے کا قیام عمل میں لایا جائے۔ جس میں لڑکیوں کو زیورِ تعلیم سے آراستہ و پیراستہ کیا جا سکے۔ چنانچہ اسی ضرورت کے تحت ۱۹۳۳ء میں فخر المشائخ حضرت صاحبزادہ دامت برکاتہم نے ''جامعہ حضرت شیر ربانی برائے طالبات'' کی بنیاد رکھ کر اس ضرورت کی تکمیل کر دی۔ اس مقدّس ادارے نے حضور اکرم ﷺ کے طفیل زبردست ترقی کی منازل بڑی تیزی سے طے کیں۔ چونکہ اس ادارے کی بنیادوں میں خلوص اور للہیت شامل ہے جس لئے عوام و خواص میں اسے زبردست پذیرائی نصیب ہوئی۔ اس میں طالبات کو حفظِ قرآن، قرأت، عالمہ فاضلہ کے علاوہ دوسرے علوم و فنون بھی سکھائے جاتے ہیں۔

عرس شیر ربانیؒ وعرس ثانی صاحب علیہ الرحمۃ:

عرس اولیائے کرام یعنی قرآن خوانی ،فاتحہ خوانی ، نعت خوانی ، وعظ اور ایصال ثواب کا اہتمام قرآن وسنّت سے ثابت ہے۔اس پر قرآن وسنّت میں کثیر دلائل پائے جاتے ہیں۔مسلمانوں کو بحمدہٖ تعالیٰ اولیائے کرام سے نیازمندی اور مشائخ کے ساتھ ایک خاص عقیدت ہوتی ہے، اسی سلسلے میں خود کو منسلک کرنے میں ہی وہ فلاح دارین متصوّر کرتے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ زمانہ حال میں کچھ لوگوں نے گمراہ کرنے کے لئے جال پھیلا رکھا ہے جو پیری مریدی کی آڑ میں نہ صرف اپنے ہاتھ ایمان سے دھو بیٹھنے میں مصروف ہیں بلکہ لوگوں کے ایمان کا ستیاناس کر رہے ہیں۔مرید ہونے سے پہلے ضروری یہ ہے کہ اچھی طرح چھان پھٹک کر لی جائے کہ یہ پیر بدمذہب تو نہیں ہے۔یہ شیخ شریعت مطہرہ سے انحراف تو نہیں کرتا؟ کیونکہ ایسے پیروں کے لئے ہی عارفِ رومیؒ نے فرمایا ہے:

اے بسا ابلیس آدم روئے ہست
پس بہر دستے نباید داد دست

(یعنی بہت سے ابلیسوں نے انسان کی صورت بنا رکھی ہے اور ہر ایک کے ہاتھوں میں ہاتھ نہیں دینا چاہیے۔(ہر کس وناکس کے ہاتھ پر بیعت نہیں کرنی چاہیے))

حضرت قبلہ فخر المشائخ صاحبزادہ صاحب دامت برکاتہم شرقپور شریف میں تین عرسوں کا اہتمام وانصرام کرتے ہیں۔پہلا عرس حضرت شیر ربّانی علیہ الرحمۃ کا ہے۔چونکہ 1,2,3 ربیع الاوّل کو منعقد کیا جاتا ہے۔اس عرس میں ہزاروں لوگ شرکت کرتے ہیں۔اوران کے قیام وطعام کا معقول بندوبست ہوتا ہے۔عرس مبارک کے دوران حسن قرأت، نعت خوانی کی مجلسیں سجائی جاتی ہیں اور تقاریر کا سلسلہ بھی چلتا ہے۔دوسرا عرس مبارک حضرت شیر ربّانی علیہ الرحمۃ کے چھوٹے بھائی حضرت ثانی لاثانی علیہ الرحمۃ منعقد ہوتا ہے۔جس کی تقریبات ۱۷،۱۸ اکتوبر کو شرقپور شریف میں ہوتی ہے۔اور ملک کے طول وعرض سے

لوگ اس میں شرکت کی سعادت حاصل کر کے فیضان پاتے ہیں۔

تیسرا عرس یہاں پر حضرت مجدّد الف ثانی علیہ الرحمۃ کا منایا جاتا ہے۔ جس کا اہتمام وانصرام حضرت صاحبزادہ صاحب ہی کرتے ہیں۔

عرس شیر ربّانی رحؒ اسلام آباد میں:

حضرت فخر المشائخ صاحبزادہ صاحب مدّظلہ، عرس شیر ربانی ؒ کا اہتمام اور انصرام نہ صرف شرقپور شریف میں کرتے ہیں بلکہ اسلام آباد میں بھی ہر سال مئی کی پہلی جمعرات کو اس عرس کی تقریب منائی جاتی ہے۔ اس عرس مبارک کے موقع پر مشائخ و علماء کرام شیر ربانی قطب حقانی حضرت میاں شیر محمد شرقپوری علیہ الرحمۃ کی حیات وتعلیمات پرمبنی تقاریر کرتے ہیں اور قرأت، نعت کی مجلس بھی سجائی جاتی ہے۔

اس عرس مبارک میں بھی آپ نے مریدوں اور متوسلین کی تعداد دیدنی ہوتی ہے لوگ جوق در جوق بڑے شوق اور بڑی عقیدت سے شرکت کرتے ہیں۔

تحریکِ یومِ مجدّد کا آغاز:

حضرت قبلہ صاحبزادہ صاحب دامت برکاتہم اکثر فرمایا کرتے ہیں کہ اولیاء اللہ کے آستانے اور مزارات رحمتوں، برکتوں کا مرکز ہوتے ہیں۔ مقبول توبہ اور حاجت روائی کے لئے ان کے آستانوں پر حاضری دینا بہت بڑی سعادت کے مترادف ہے۔

امام تقی الدین سبکی کے احوال میں یہ بات مشہور ہے کہ امام نووی علیہ الرحمۃ کے انتقال کے بعد جب اس دارالحدیث میں امام سبکی آئے تو فرمایا "میں یہاں پر ہر جگہ پر سجدہ کروں گا تاکہ میری پیشانی اس جگہ پر لگ جائے جہاں امام نووی علیہ الرحمۃ کے قدم لگے ہوں۔"

ذرا غور کیجئے ! جب امام نووی علیہ الرحمۃ کے آثار ایسے بابرکت ہیں کہ حدیث شریف کے بہت بڑے امام ان کے پاؤں لگنے کی جگہ پر اپنی پیشانی رکھنا برکت و سعادت کا باعث سمجھتے ہیں تو فخر المشائخ حضرت صاحبزادہ صاحب کیوں نہ اس مرشد کامل

اور عالم حق گو باعلم و باعمل سے توسّل فرمانا باعث سعادت و عافیت کا باعث گردانیں بزرگانِ دین کے دن منانے میں بھی یہی فیضان پوشیدہ ہے۔ اور یہ فیضان ہر کسی کے بس کی بات نہیں ہے۔ فخر المشائخ ان باتوں کی تلقین دوسروں کو ہی نہیں کرتے بلکہ پہلے خود بھی ان پر عمل پیرا ہوتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ کہیں آپ یومِ شیر ربّانی کا انعقاد کر رہے ہیں تو کہیں ''یوم لاثانی'' کہیں پر یومِ صدیق اکبرؓ منایا جا رہا ہے تو کہیں یومِ نقشبند اور کہیں پر یومِ مجدد الف ثانیؒ کا انعقاد کیا جا رہا ہے۔

''یوم مجدّد الف ثانی علیہ الرحمۃ'' کا آغاز ۱۹۶۰ء میں فخر المشائخ حضرت صاحبزادہ صاحب دامت برکاتہم نے شیخوپورہ سے کیا۔ یہ اس لئے کہ شیخوپورہ کو یہ شرف حاصل ہے کہ یہ حضرت شیر ربّانی کے مسکن و مدفن کا ضلع ہے۔ اور پھر قبلہ شیر ربّانی علیہ الرحمۃ کے پیر و مرشد حضرت بابا امیر الدین کوٹلہ شریف والے کا مسکن و مدفن بھی اسی ضلع میں پایا جاتا ہے۔ اور فخر المشائخ حضرت صاحبزادہ میاں جمیل احمد صاحب دامت برکاتہم کا مولود و مسکن ہونے کا بھی اسی ضلع کو ہی شرف حاصل ہے۔

بزرگوں کے ان مبارک ایّام کے علاوہ حضرت صاحبزادہ صاحب دامت برکاتہم ''عید میلاد النبی ﷺ، یوم صدیق اکبر رضی اللہ عنہ، یوم عمر فاروق رضی اللہ عنہ، یوم عثمان غنی رضی اللہ عنہ، یوم علی المرتضیٰ رضی اللہ عنہ، یوم امام حسین رضی اللہ عنہ، یومِ امام اعظم رحمۃ اللہ علیہ، یومِ غوثِ اعظم رضی اللہ عنہ، یومِ معین الدین چشتی اجمیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ یومِ مجدّد الف ثانی رحمہ اللہ تعالیٰ اور یومِ شیر ربّانی رحمۃ اللہ علیہ کی تقریبات کا اہتمام و انصرام بڑی عقیدت اور بڑے احترام و ادب سے کرتے ہیں۔ لاریب آپ تحریک یوم مجدّد الف ثانیؒ کے بانی مبانی ہیں۔

یہ فخر المشائخ حضرت صاحبزادہ کی تحریک کا ہی اثر ہے کہ لاہور، گوجرانوالہ شیخوپورہ، سیالکوٹ، راولپنڈی، پشاور، جہلم، میاں چنوں، اوکاڑہ، ملتان، ڈیرہ غازیخان فاروق آباد، میرپور خاص، خانیوال، حافظ آباد، سکھر، بہاولپور، حیدرآباد، کراچی، فیصل آباد

آزاد کشمیر، جڑانوالہ، گجرات اور شرقپور میں تمام اہل سنّت ان ایام کا انعقاد کرتے ہیں اور اپنے بزرگوں کے یہ مقدس ایام بڑی عقیدت وارادت سے مناتے ہیں۔

"تحریک یومِ مجدّد الف ثانی علیہ الرحمۃ" کا آغاز حضرت قبلہ فخر المشائخ صاحبزادہ صاحب دامت برکاتہم نے بڑی محبت اور عقیدت سے کیا تھا اور سب سے پہلے یوم مجدد الف ثانی شیخوپورہ میں منایا گیا۔ حضرت فخر المشائخ کا یہ ایک بہت بڑا کارنامہ ہے کہ اب یہ تحریک نہ صرف پاکستان بلکہ اس نے پوری دنیا کو اپنی لپیٹ میں لے لیا ہے۔ آپ کے اس کارنامے کو تاریخ میں سنہری لفظوں سے لکھا جائے گا۔

یومِ صدّیق اکبر رضی اللہ عنہ کا انعقاد:

قافلۂ نقشبند کے بانی مبانی اور سالارِ اعظم حضرت سیّدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ کی سیرت طیبہ اور ان کے کارہائے نمایاں سے عوام الناس کو روشناس کروانے کے لئے بھی ہر سال حضرت فخر المشائخ صاحبزادہ صاحب مدّ ظلّہٗ یوم صدّیق اکبر رضی اللہ عنہ کا انعقاد کرتے ہیں۔ اور دوسرے بزرگانِ دین کے ایام کی طرح یوم صدیق اکبر رضی اللہ عنہ میں بھی لوگ بڑی دھوم دھام اور عقیدت واحترام سے شریک ہوتے ہیں اور روحانی سکون و طمانیت حاصل کرتے ہیں۔

حضرت صاحبزادہ صاحب علیہ الرحمۃ نے شروع میں صرف یومِ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ منانے کی ابتدا کی تھی مگر کچھ عرصہ بعد یومِ صدیق اکبر رضی اللہ عنہ نے ایک عالمگیر تحریک کی صورت اختیار کر لی۔ اس طرح اس مقدس تحریک کے بانی ومبانی ہونے کا شرف بھی آپ ہی کو حاصل ہے۔ جس طرح یوم شیر ربّانی علیہ الرحمۃ اور یوم مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کا آپ خاص طور پر منعقد کرنے کا اہتمام کرتے ہیں۔ اسی طرح یوم صدیق اکبر رضی اللہ عنہ اور دیگر بزرگانِ دین کے ایام نہ صرف خود مناتے ہیں بلکہ دوسرے لوگوں کو بھی اس کی تلقین کرتے ہیں۔ اور ان بزرگانِ دین کی محبت وعقیدت دلوں میں جاگزیں کرنے کی بھی ہدایات دیتے ہیں۔ کیونکہ

آپ جانتے ہیں بقول عارف رومی ؎

حُبِّ درویشاں کلیدِ جنّت است
دشمنِ ایشاں سزائے لعنت است

ماہنامہ نورِ اسلام:

فخر المشائخ حضرت صاحبزادہ صاحب دامت برکاتہم نے نہ صرف قلم و قرطاس کی افادیت و اہمیت سے آشنا ہیں۔ بلکہ آپ یہ بھی جانتے ہیں کہ اسی مادیت کے جمودی دور میں اک یہی موثر اور فعال ذریعہ ہے کہ جس کے طفیل لوگوں کو علم و عرفان کی آ گاہی دی جاسکتی ہے۔ معیاری تبلیغ کے لئے معیاری رسائل اور معیاری تصنیفات و تالیفات رقم کی جاسکتی ہے۔ اسی مقصد کے پیشِ نظر شرقپور شریف کی سرزمین میں آپ نے ۱۹۵۵ء میں ماہنامہ ''نور اسلام'' ایک مجلہ اسلامی جاری کیا۔ اور یہ رسالہ اپنے معیاری مضامین اور نقدی مقالات کی بناء پر زمانے کے بے شمار اتار چڑھاؤ دیکھنے کے باوجود زندہ و پائندہ ہے یعنی جاری و ساری ہے۔ اس رسالے میں درس قرآن، درس حدیث، فقہی مسائل، بزرگانِ دین کے حالات اور شیر ربانی'' کے افکار و ملفوظات کے علاوہ اخلاقی و تربیتی اور نصابی مضامین بھی شائع ہوتے ہیں۔

فخر المشائخ حضرت صاحبزادہ صاحب کی زیر ادارت اس رسالے کے کئی ضخیم نمبر بھی نکل چکے ہیں۔ جن میں چند معروف و مشہور یہ ہیں۔ (۱) شیر ربانی نمبر (۲) امام اعظم نمبر (۳) اولیائے نقشبند نمبر (دو جلد) (۴) مجدد الف ثانی نمبر (۳ جلدیں) حضرت صاحبزادہ صاحب مدّ ظلّہٗ نے اس رسالے کو اپنی آمدنی کا ذریعہ بالکل نہیں بنایا بلکہ آپ نے اسے دین کی اشاعت و تبلیغ کا ذریعہ گردانا ہے اور اس کارِ خیر میں آپ کو بڑی کامیابی و کامرانی نصیب ہوئی ہے۔

علاوہ ازیں آپ کی سرپرستی میں پندرہ روزہ ''آوازِ نقشبند'' اور ہفت روزہ ''اخبار مجدّد الف ثانی'' بھی شائع ہوتے ہیں۔ جن میں دین کے مسائل اور تصوّف کے نکات بڑے مفصّل اور موثر پیرائے میں بیان کئے جاتے۔

مکتبہ نورِ اسلام:

فخر المشائخ حضرت صاحبزادہ صاحب دامت برکاتہم نے اس دورِ نا ہنجار میں قلم وقرطاس کے مؤثر ذریعے کی افادیت واہمیّت کے پیشِ نظر ہی شرقپور شریف میں اشاعت وفروغ دین کے لئے تصنیفی اور تالیفی ضرورتوں کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے ایک اشاعتی ادارہ ''مکتبہ نورِ اسلام'' کے نام پر قائم کیا۔ اور اس ادارے کے تحت آپ نے کئی مفید اور پر تاثیر کتابیں چھاپ کر لوگوں میں مفت تقسیم کیں۔ ان کتابوں کے نام یہ ہیں:

(۱) تائیدِ اہلسنّت (۲) عربی گرائمر (۳) خزینۂ معرفت (۴) ارشاداتِ مجدد (۵) مسلکِ مجدّد (۶) تذکرۂ اولیائے نقشبند (۷) تذکرۂ شیر ربانی ؒ (۸) منبعِ انوار (۹) تذکرۂ مجدد الف ثانی نمبر تین جلدیں (۱۰) تذکرۂ حضرت میاں غلام اللہ صاحب ؒ

کاشانۂ شیر ربانی ؒ:

فخر المشائخ حضرت صاحبزادہ صاحب دامت برکاتہم نہ صرف ایک سچے عاشق رسول ﷺ ہیں بلکہ آپ فنافی الرسول ﷺ کے درجہ پر فائز ہیں۔ آپ کی ہر بات اور ہر بات کے ہر حرف سے رسول مکرم ﷺ کی والہانہ عقیدت اور محبت ٹپکتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ آپ ہر وقت اور ہر جگہ پر ذکر نبی کریم ﷺ رؤف رحیم اور ذکرِ اولیاء کے قصائد سننے کے متمنی نظر آتے ہیں۔ اس سلسلے کی تکمیل کے لئے آپ نے داتا کی نگری لاہور میں حضرت سیّدنا علی ہجویری المعروف حضرت داتا گنج بخش علیہ الرحمۃ کے مزار پر انوار کے قریب ہی ایک شاندار عمارت کا حصول کیا ہے۔ اور اس عمارت کو'' کاشانۂ شیر ربانی ؒ'' کا نام دیا گیا ہے۔ جس میں ایصالِ ثواب کی تقریب کا اہتمام کیا جاتا ہے۔

یہاں پر ہر جمعرات اور جمعۃ المبارک کو مغرب کی نماز کے بعد آپ صاحبزادہ صاحب مدظلہٗ کی زیر سرپرستی محفل میلاد اور ختم خواجگان کی تقریبات منعقد ہوتی ہیں۔ کاشانۂ شیر ربانی ؒ میں علماء، مریدین اور متوسلین آتے جاتے رہتے ہیں، یہاں پر ان کی

رہائش اور کھانے پینے کا بھی بندوبست ہوتا ہے۔

رباطِ شیر ربّانی علیہ الرحمۃ:

فخر المشائخ حضرت صاحبزادہ صاحب دامت برکاتہم کو حضرت سیّدنا رسول کریم ﷺ سے جو والہانہ عشق، محبت اور عقیدت ہے اس کا منہ بولتا ثبوت یہ ہے کہ ایک زمانے میں آپ کئی کئی مہینے مسلسل دربارِ مصطفےٰ ﷺ پر گزارا کرتے تھے۔ اور روزانہ دیارِ حبیب ﷺ میں ایک مقدس محفل کا انعقاد بھی کیا کرتے تھے۔ جس میں قاری حضرات، نعت خوان، علماءِ کرام اور عوامِ اہلسنّت بڑی محبت اور عقیدت سے شرکت کیا کرتے تھے۔ چنانچہ آپ نے ان تقریبات کے انعقاد کے لئے مدینہ پاک کی مقدس سرزمین میں اراضی کے حصول کے بعد اس پر ایک شاندار عمارت (رباط شیر ربّانی) کے نام سے تعمیر کرائی۔ ''رباطِ شیر ربانی'' میں آنے والے مہمانوں کو ٹھہرانے اور کھانے پینے کا بڑا وسیع بندوبست ہوتا ہے۔ اور لوگ یہاں پر روحانی فیضان کے ساتھ ساتھ جسمانی طور پر بھی مستفید ہوتے رہیں گے گویا مدینہ طیبہ کی سرزمین پر ''رباطِ شیر ربّانی'' کی تعمیر آپ ﷺ سے عشق و محبت اور عقیدت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔

جلسوں کی صدارت:

فخر المشائخ حضرت صاحبزادہ صاحب دامت برکاتہٗ نہ صرف علماء کرام سے اپنے دل میں محبت رکھتے ہیں بلکہ آپ ان کی زیرِ سرپرستی دینی اور مذہبی خدمات سرانجام دینا ایک بہت بڑی سعادت بھی سمجھتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ شرقپور شریف سے لے کراچی تک اور لاہور سے خیبر تک ملک کا کون سا ایسا گوشہ ہے جہاں آپ کی صدارت میں کوئی دینی تقریب یا جلسہ اور کانفرنس منعقد نہ ہوتی ہو؟ آپ جس اجتماع سے بھی اپنا صدارتی خطاب فرماتے ہیں، اس میں آپ ہمیشہ بزرگانِ دین کے ایام کی تقریبات منعقد کرتے اور محفل میلاد کے انعقاد، قرآن و سنّت کے مطالعے، حضرت مجدّد الف ثانی کے مکتوبات کے

مطالعے کی تلقین، حقوق اللہ کے ساتھ ساتھ حقوق العباد کے ادا کرنے اور پانچوں وقت نماز پڑھنے کی تاکید فرماتے ہیں۔ آپ کا خطاب بھی گویا ایسے ہی خیالات اور افکارات پر مبنی ہوا کرتا ہے۔

بطورِ مبلّغِ اسلام:

دینِ اسلام میں تبلیغ و اشاعت کو بنیادی اور مرکزی حیثیت حاصل ہے، علماء کرام کا یہ اہم فریضہ بھی ہے۔ انہی دینی فرائض کی ادائیگی کی وجہ سے ہی حضور نبی کریم ﷺ نے "اَلْعُلَمَاءُ وَرَثَةُ الْاَنْبِيَاء" کے درجہ سے سرفراز فرمایا ہے۔

حضرت قبلہ فخر المشائخ دامت برکاتہم چونکہ ایک جیّد عالم دین ہیں اور پوری دنیا آپ کو ایک بہترین مبلّغِ اسلام سے نام سے جانتی اور پہچانتی ہے، آپ بے شمار دینی و مذہبی اجتماعات میں اپنے آپ کو آپ کو بین الاقوامی حیثیت کے مبلّغ بھی منوا چکے ہیں۔ نہ صرف پنجاب اور پاکستان بلکہ ترکی، عراق، لندن، مدینہ طیبہ اور دوسرے ممالک میں بھی آپ کے پرتاثیر خطاب کی نہ صرف ڈھاک بیٹھ چکی ہے۔ بلکہ کئی ممالک میں آپ کی تعلیمات و ملفوظات سے متاثر ہو کر کئی لوگ مشرّف بہ اسلام بھی ہو چکے ہیں۔ اور کئی قرآن و سنّت پر عمل پیرا ہونے کی عہد کیے ہوئے ہیں۔

آپ کا زیادہ تر خطاب محبت اور تربیتی امور پر مبنی ہوتا ہے، آپ صاحبزادہ صاحب علیہ الرحمۃ جامع مسجد شیر ربانی وسن پورہ لاہور میں کئی سال تک مسلسل جمعۃ المبارک کا خطبہ دیتے رہے ہیں۔ نہ صرف حضرت صاحبزادہ صاحب کی دینی، ملّی اور تبلیغی کوششوں سے بہت سے لوگ مسلمان ہوئے۔ بلکہ آپ کی اک نگاہِ عنایت سے ہزاروں لوگوں کی تقدیریں بدل گئیں۔ اقبال نے یونہی تو نہ کہا تھا:

نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتی ہیں تقدیریں
جو ہو ذوقِ یقیں پیدا تو کٹ جاتی ہیں زنجیریں

اوران کی زندگی ایسے انقلاب سے دوچار ہوئی کہ وہ تمام دنیاوی خرافات کو چھوڑ چھاڑ کر اسلامی تعلیمات کے عین مطابق زندگی گزارنے پر مجبور ہو گئے اور آپ کی حقانیت اور للّٰہیت پر سر تسلیم خم کرنے لگ گئے۔

بطورِ پیرِ طریقت:

ساری دنیا میں آستانہ عالیہ شیر ربانی علیہ الرحمۃ کی دھوم ہے۔ دنیا کے کسی کونے میں کون ایسا مسلمان ہوگا کہ جو اس آستانہ عالیہ کا احترام نہیں کرتا۔ جو اس عظیم خانقاہ کا نام ادب سے نہیں لیتا؟ حضرت شیر ربانی قطب حقانی میاں شیر محمد شرقپوری علیہ الرحمۃ کے وصال کے بعد قبلہ حضرت ثانی لاثانی علیہ الرحمۃ نے رشد و ہدایت کے سلسلے کا آغاز فرمایا اور پھر یہی سلسلہ فخر المشائخ حضرت صاحبزادہ صاحب علیہ الرحمۃ نے شروع کیا۔ اور اسی سلسلے کو شروع کئے ہوئے ہیں۔ حضرت صاحبزادہ صاحب مدظلہ جب بھی اپنے مریدین اور متوسلین کے مابین جلوہ کناں ہوتے ہیں تو ہر وہ شخص جو کہ پہلی بار آپ کے ہاں حاضری دیتا ہے وہ ایک خاص طرح کی کیفیت سے دوچار ہو جاتا ہے اور حضرت صاحبزادہ صاحب سے متأثر ہوئے بغیر ہرگز نہیں رہ سکتا۔ آپ کے مریدین اور عقیدت مند نہ صرف پاکستان میں بلکہ پوری دنیا میں موجود ہیں اور آپ کا حلقۂ ارادت دن بدن بڑا وسیع و عریض ہوتا چلا جا رہا ہے۔

پاسبانِ مسلکِ رضا علیہ الرحمۃ:

دنیائے اسلام میں مسلکِ اہل سنّت ایک ایسا مسلک ہے کہ جس کی حقانیت کے متعلق قرآن و حدیث میں کثرت کے ساتھ دلائل پائے جاتے ہیں۔ اسی لئے یہی مسلک صحابۂ کرام رضی اللہ عنہم کا ہے تابعین کا ہے، تبع تابعین اور علمائے حق کا بھی یہی مسلک و مشرب ہے اور رہے گا۔

حضرت فخر المشائخ میاں صاحبزادہ صاحب مدّ ظلہٗ بھی اپنے بزرگوں (سلف صالحین) کے مسلک نہ صرف حقانیت پر مکمل ایمان رکھتے ہیں بلکہ اس کی مکمل طور پر پیروی کو

ہی اپنا ایمان گردانتے ہیں۔ آپ ہمیشہ اپنے ملنے والوں (مریدوں اور عقیدت مندوں) سے اسی مسلک پر ڈٹے رہنے اور اسی مسلک کی پیروی کرنے پر زور دیتے رہتے ہیں۔ آپ نے اپنے اسی مسلک کی تائید و حمایت میں بہت سی کتابیں چھپوا کر لوگوں میں مفت تقسیم فرمائیں۔ اس طرح آپ نے اپنے مسلک کا دفاع بھی فرمایا۔ آپ نے جو کتابیں تصنیف و تالیف کیں ان میں سے یہ زیادہ مشہور ہوئیں۔ (۱) تائید اہلسنّت از مجدّد الف ثانی علیہ الرحمۃ (۲) طریق النجات (۳) تتمہ معارج النبوت (۴) مسلک مجدّد الف ثانی (۵) سوانح بے بہائے سیرتِ امام اعظم ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ وغیرہ

بطور پاسبانِ شریعت:

فخر المشائخ حضرت صاحبزادہ صاحب مدّ ظلّہٗ اسلامی علوم و فنون میں نہ صرف مہارت تامہ رکھتے ہیں بلکہ شریعت مطہرہ کی مکمل پیروی بھی کرتے ہیں اور دوسروں کو بھی اس کی پابندی کرنے کی اکثر تلقین فرماتے رہتے ہیں۔ احیائے سنّت کی تحریک آپ کو ورثے کے طور پر ملی ہے۔ کیونکہ یہ تحریک شیر ربانی قطب حقانی حضرت میاں شیر محمد شرقپوری نے شروع کی تھی۔ اور آپ نے اس تحریک کو پہلے سے کہیں زیادہ مؤثر اور فعّال بنا دیا ہے۔

حضرت فخر المشائخ بھی اپنے پیشرو حضرت شیر ربانی علیہ الرحمۃ و حضرت ثانی لاثانی علیہ الرحمۃ کی طرح خواتین کے حجاب پر بڑا زور دیتے ہیں، انہیں بھی بے پردہ خواتین سے بڑی سخت نفرت تھی۔ سنّت کے خلاف کوئی بھی کام ہو آپ اس سے سخت احتراز فرماتے ہیں اور ہر کسی کو سنّت نبوی ﷺ کی تلقین کرتے ہوئے نظر آتے ہیں۔ یہی وجہ ہے کہ آپ کا ہر مرید سنّت نبوی ﷺ کا پیکر نظر آتا ہے اور یہی امتیازی وصف ہی آستانہ عالیہ شیر ربانی شرقپور شریف کے ہر عقیدت مند کی پہچان کا باعث ہے۔

مدارس اور مساجد کی سر پرستی:

فخر المشائخ حضرت صاحبزادہ صاحب دامت برکاتہم پاکستان اور بیرون پاکستان سینکڑوں مدارس کی سر پرستی فرما رہے ہیں۔حضرت صاحبزادہ صاحب مدظلہ نہ صرف علم اور علماء سے محبت کرتے ہیں بلکہ آپ کو علماء اور مشائخ کی عظمت وفضیلت سے بھی مکمل آگاہی حاصل ہے۔مدرّسین اور علماء سے آپ کو شروع سے ہی بڑا گہرا شغف رہا ہے آپ ان کے ساتھ شروع سے ہی بڑی شفقت سے پیش آتے رہے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ دینی مدارس کے مہتمم اور مساجد کے خطباء آپ کی سر پرستی کے سخت متمنّی نظر آتے ہیں کہ کاش فخر المشائخ حضرت صاحبزادہ صاحب دامت برکاتہم کی ہمیں سر پرستی حاصل ہو جائے۔اس وقت تک آپ بے شمار دینی مدارس اور ۶۲ مساجد کی تعمیر میں مالی مدد فرما چکے ہیں اور یہ سلسلہ تا ہنوز جاری ہے۔

حضرت فخر المشائخ میاں صاحب دامت برکاتہم کی زیر پرستی اندرون ملک پاکستان میں ۶۲ مساجد کی تعمیر ہو چکی ہے۔جن میں سے کچھ نام مع مقام لکھے جاتے ہیں۔

(۱) جامع مسجد شیر ربانیؒ محلہ شیر ربانی شرقپور شریف
(۲) جامع مسجد شیر ربانیؒ عقب سول ہسپتال شرقپور شریف
(۳) جامع مسجد شیر ربانیؒ اکبر روڈ وسّن پورہ، لاہور
(۴) جامع مسجد شیر ربانیؒ غوث پارک باغبانپورہ لاہور
(۵) جامع مسجد قادریہ شیر ربانیؒ، ۱۸۲۱ یکٹر سکیم نیومزنگ سمن آباد لاہور
(۶) جامع مسجد شیر ربانیؒ ساندہ کلاں لاہور
(۷) جامع مسجد شیر ربانیؒ چونگی امر سدھو، لاہور
(۸) جامع مسجد شیر ربانیؒ موضع گیڈری نزد کھڑیانوالہ ضلع فیصل آباد

(۹) جامع مسجد شیر ربانی" سلطان ٹاؤن، فیصل آباد
(۱۰) جامع مسجد شیر ربانی" شاہدرہ ٹاؤن لاہور
(۱۱) جامع مسجد شیر ربانی" محلہ منیر آباد گلزار کالونی فیصل آباد
(۱۲) جامع مسجد شیر ربانی" چک نمبر ۲۳ وہاڑی
(۱۳) جامع مسجد شیر ربانی" فیصل آباد
(۱۴) جامع مسجد شیر ربانی" نزد چونگی نمبر ۹ خانیوال روڈ ملتان
(۱۵) جامع مسجد شیر ربانی" گرہ تحصیل ٹانک ضلع ڈیرہ اسماعیل خان
(۱۶) جامع مسجد شیر ربانی" پھالیہ ضلع گجرات
(۱۷) جامع مسجد شیر ربانی" ۹ چک لیاقت پور ضلع رحیم یار خان
(۱۸) جامع مسجد شیر ربانی" چک نمبر ۸، نزد داڈا تیرہ ہزاری
(۱۹) جامع مسجد شیر ربانی" گیا ئیں گجراں ضلع کوٹلی آزاد کشمیر
(۲۰) جامع مسجد شیر ربانی" سیکٹر ایف ۹، اسلام آباد
(۲۱) جامع مسجد شیر ربانی" الامین پلازہ، صدر راولپنڈی
(۲۲) جامع مسجد شیر ربانی" عقب گورا قبرستان نزد ملٹری ہسپتال راولپنڈی
(۲۳) جامع مسجد شیر ربانی"، قلعہ سوجان سنگھ نزد خانقاہ ڈوگراں، ضلع شیخوپورہ
(۲۴) جامع مسجد شیر ربانی"، جھبر ضلع شیخوپورہ
(۲۵) جامع مسجد شیر ربانی" محلہ رسول پورہ شیخوپورہ
(۲۶) جامع مسجد شیر ربانی"، اڈہ شیر پاک، صادق آباد
(۲۷) جامع مسجد شیر ربانی"، سمندری ضلع فیصل آباد
(۲۸) جامع مسجد شیر ربانی"، موہلن وال، لاہور
(۲۹) جامع مسجد شیر ربانی"، پشاور

دینی کتب کی اشاعت:

موجودہ دور کو کاغذ اور قلم کا دور کہا جاتا ہے۔ اس دور میں کتاب کی اہمیت اور افادیت اور بھی بڑھ گئی ہے۔ ویسے بھی گھر بیٹھے تبلیغ کے لئے کتاب ایک بہترین ذریعہ ثابت ہو رہی ہے۔ آج کل انسانوں کی افعال و اشغال میں اس قدر مصروفیت بڑھ چکی ہے کہ کسی کے پاس اتنا وقت ہی نہیں ہے کہ وہ کسی محفل یا مذہبی تقریب میں شامل ہو کر اصلاحِ نفس کی باتیں سنے یا پھر دینی تعلیم و تربیت حاصل کر سکے۔ حضرت صاحبزادہ صاحب نے اسی ضرورت کے پیش نظر ہی تبلیغ کے اس عملی طریقے کو بھی اپنایا ہے اور متعدد کتابیں بازار سے خرید کر اہلِ ذوق اور عقیدت مندوں میں مفت تقسیم کی ہیں۔ انہی دنوں میں آپ نے سیرتِ امام اعظم ابو حنیفہ رضی اللہ عنہ شائع کر کے لوگوں میں مفت بانٹی ہے۔ اس کے علاوہ آپ نے مکتبۂ نورِ اسلام شرقپور شریف سے مندرجہ ذیل کتب شائع کر کے عوام و خواص میں مفت تقسیم کی ہیں۔

(۱) حضرت مجدد الف ثانی اور ان کے ناقدین (۲) المنتخب من المکتوباب (۳) سرہند شریف (۴) تتمہ معارج النبوت (فارسی) (۵) دی نقشبندیز (انگریزی) (۶) مرأۃ المحققین (۷) مختصر حالات شیر ربّانی" و ثانی لاثانی میاں غلام اللہ شرقپوری" (۸) نعتیہ قصیدہ (۹) فضائل عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا (۱۰) ماہنامہ نورِ اسلام (۱۱) نورِ اسلام شیر ربّانی" نمبر (۱۱) ماہنامہ نور الاسلام امام اعظم" نمبر (۱۳) نور اسلام مجدد الف ثانی" نمبر (۱۴) فضائل صدیق اکبر رضی اللہ عنہ (۱۵) نور اسلام اولیاء نقشبند نمبر (۱۶) مختصر حالات مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ (۱۷) مسلکِ مجدّد (۱۸) مقالاتِ یوم مجدّد (۱۹) الجذبۃ الشرقیہ الی الحضرت المجددیہ (۲۰) مناسکِ حج (۲۱) صدائے حق (۲۲) تذکرہ زُبدۃ الاولیاء شیر ربّانی حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ

اور یہ ذیل کی کتابیں آپ نے بازار سے خرید کر مفت لوگوں میں بانٹیں۔

(۱) خون کے آنسو (۲) تجلیاتِ امام ربانی ؒ (۳) رسائل نقشبندیہ (۴) پیرانِ پیرؒ (۵) سیرتِ حضرت مجدد الف ثانی ؒ (۶) مکتوباتِ امام ربانی ؒ (۷) محبت کی نشانی (۸) سیرت مجدد الف ثانیؒ (۹) پروفیسر حاکم علی اور (۱۰) تفسیر ضیاء القرآن وغیرہ

ذیل کی مندرجہ ذیل کتب کی اشاعت میں آپ نے مالی مدد کی۔

(۱) خزینۂ معرفت (۲) تذکرۂ حضرت امام اعظم علیہ الرحمۃ (۳) طریق النجات (۴) خطباتِ شیر ربانیؒ (۵) رشحاتِ عنبریہ (۶) بزم خیر از زید فاروقی (۷) تاریخ القرآن (۸) حضرت مجدد الف ثانی ؒ اور علامہ اقبالؒ (۹) ارشاداتِ مجدد (۱۰) ماہ وانجم (۱۱) تجلیات امام ربانیؒ (۱۲) حضرت مجدد اینڈ ہر کرنکس اور (۱۳) المولد والقیام وغیرہ

حضرت فخر المشائخ کی سیاسی وملّی خدمات

اسلام میں دین اور سیاست ایک دوسرے سے ہرگز جدا نہیں ہیں یعنی سیاست اور اسلام دونوں ایک ہیں۔ سیاست کی تعریف یہ ہے کہ معاشرے اور سماج کی بہتری اور ملک وملّت کو چلانے کی سوچ وفکر کے پیشِ نظر ایسا حل تلاش کرنا جو یقینی طور پر افراد کے لئے بھلائی اور بہتری کا موجب بنے۔ دین کی بھی جامع تعریف قریباً قریباً یہی ہے اور یہ کام صرف اہلِ علم اور زہد وتقویٰ کے اہل لوگ ہی بہتر سرانجام دے سکتے ہیں۔ دین اور سیاست نے مسجد نبوی سے جنم لیا ہے دونوں کی بنیاد اور اساس تقریباً ایک ہی ہے۔ اور دونوں میں انسانوں کی بہتری اور بھلائی کا فلسفہ کارفرما نظر آتا ہے۔ آپ تاریخ اسلام اٹھا کر دیکھ لیں کہ جب سے دین سے جابر حکمرانوں نے سیاست کو الگ کیا ہے مسلمانوں میں انتشار، شورشیں اور بغاوتیں جنم لینے لگی ہیں، ان میں بے اتفاقی نے گھر کر لیا ہے۔ آئے دن ملک ٹوٹ رہے ہیں اور ان کا جغرافیائی رقبہ دن بدن سکڑتا جا رہا ہے اور کمزوری، افلاس اور بھوک ان کے سروں پر سایہ فگن رہنے لگی ہے۔ لیکن ضدی اور جابر حکمران اپنی اپنی کرسیوں کو مضبوط سے مضبوط کرنے کی فکر میں دین سے سیاست کو روز بروز دور سے دور کرتے چلے جا رہے ہیں۔ اور وہ یہ نہیں جانتے کہ اقبال کے الفاظ میں:

جلالِ پادشاہی کہ جمہوری تماشا ہو
جُدا ہو دیں سیاست سے تو رہ جاتی ہے چنگیزی

دورِ حاضر میں عام طور پر سیاست اور دین میں بعد المشرقین تصوّر کیا جانے لگا ہے۔ جبکہ حقیقت میں ایسا ہرگز نہیں ہے۔ سیاست کو محض دھوکا دہی اور فریب و مکر کے معنوں میں استعمال کیا جانے لگا ہے جو کہ سراسر غلط العام ہے۔ تاریخ اسلام شاہد ہے کہ اگر سیاست کے معنی جھوٹ، مکر، فریب کے ہیں تو کیا ہر نبی جو اپنے وقت کا حکمران رہے ہیں، معاذ اللہ وہ جھوٹ اور مکر و فریب کا پرچار کرتے رہے ہیں؟ اسلام میں سیاست کے بانی ہمارے آقائے نامدار حضرت رسول کریم ﷺ ہیں اور دین بھی آپ ﷺ ہی ہمارے لئے اللہ کی جانب سے لائے ہیں۔ پھر ان دونوں میں بعد المشرقین کیسے واقع ہوگیا؟

صاف ظاہر ہے کہ کچھ مفاد پرستوں اور جابر حکمرانوں نے اپنے مکر و فریب اور دھوکا دہی کو سیاست کا نام دے دیا اور مذہب کو بالائے طاق رکھتے ہوئے اپنی من مانیاں شروع کر دیں۔ بس یہیں سے ہی دین اور سیاست دونوں الگ الگ تصور کئے جانے لگے۔ حالانکہ دونوں میں دامن اور چولی کا ساتھ ہے اور دونوں ایک دوسرے سے ہرگز جدا نہیں ہو سکتے۔ بلکہ دین نبی ﷺ کی شریعت ہے اور سیاست سنّت ہے۔

حضرت فخر المشائخ صاحبزادہ صاحب دامت برکاتہم سیاست کو سنّت نبوی ﷺ گردانتے ہوئے اس پرخار میدان میں کود پڑے۔ اور آپ نے نظام مصطفیٰ ﷺ کے نفاذ اور مقام مصطفیٰ ﷺ کے تحفظ کے لئے ''جمعیت العلماء پاکستان'' کے پلیٹ فارم سے سیاست میں بھرپور کردار ادا کیا اور آپ کا اسمِ گرامی ''جمعیت العلماء پاکستان'' سے اکابرین میں شمار ہونے لگا۔

آپ نے ۱۹۷۱ء کے الیکشن میں جمعیت علمائے پاکستان کے ٹکٹ پر قصور کے حلقہ سے قومی اسمبلی کا الیکشن لڑا۔ آپ کا مقابلہ دو امیدواروں سے تھا۔ ایک عارف افتخار اور دوسرے احمد رضا قصوری۔ آپ کے انتخابی جلسوں میں لوگوں کی زبردست کثرت دیکھنے کو ملی جبکہ دوسرے اور دو امیداروں کے جلسوں میں اس تناسب سے کہیں کم رونق دیکھی گئی۔ انتخابی نتائج کے مطابق حضرت صاحبزادہ صاحب نے پچاس ہزار ووٹ حاصل کئے اور

پانچ سو ووٹوں کو مشکوک قرار دے دیا گیا جبکہ احمد رضا قصوری کو پندرہ سو ووٹوں کی زیادتی کے ساتھ کامیاب قرار دے دیا گیا۔

۱۹۷۷ء میں آپ نے عام انتخابات میں حصہ لیا اور پاکستان قومی اتحاد کے ٹکٹ پر الیکشن لڑا۔ اس الیکشن میں جیسا کہ مشہور ہے کہ پورے ملک میں دھاندلی کی گئی اس کے نتائج سے سب کو آگاہی ہے۔ حکومت نے سیاسی انتقامی کاروائیاں تیز کر دیں جس کے تحت آپ کئی بار جیل بھی گئے اور آپ نے اسے سنّتِ یوسفی علیہ السلام اور سنّت مجدّد ؒ گردانتے ہوئے قید و بند کو ایک سعادت جانا۔

۱۹۷۸ء میں جمعیت علماء پاکستان کے انتخابات ہوئے تو اس کے نتیجے میں آپ مرکزی نائب صدر چنے گئے۔ حضرت صاحبزادہ صاحب ہمیشہ ملک و ملّت اور تحفظ نظام مصطفیٰ ﷺ کے عملی نفاذ کے لئے ہمہ وقت کوشاں رہے ہیں۔ آپ کے قائد اہلسنّت حضرت امام شاہ احمد نورانی علیہ الرحمۃ سابقہ سربراہ جمعیتِ علماء پاکستان کے ساتھ بڑے گہرے مراسم تھے۔ کچھ عرصہ سے حضرت صاحبزادہ صاحب اپنی دینی اور ملّی مصروفیات کے تحت سیاسیات سے کچھ پرہیز کرنے لگ گئے ہیں لیکن آپ کے صاحبزادے میاں سعید احمد شرقپوری نے جمعیت علمائے پاکستان کے پلیٹ فارم سے عملی سیاست میں حصہ لینے کا آغاز کر دیا ہے اور ۱۹۹۳ء کے الیکشن میں آپ پنجاب اسمبلی کے رکن چنے جا چکے ہیں۔ اور دوبارہ ۱۹۹۷ء میں بھی آپ ایم پی اے بنے ہیں۔

تحریک ختم نبوّت:

پاکستان کے معرض وجود میں آنے کے بعد ملک کئی اہم مسائل کا شکار ہو گیا اور کئی شورشیں اور کئی فتنے اٹھ کھڑے ہوئے۔ ان میں سب سے اہم فتنہ ''قادیانی فتنہ'' تھا۔ اس اہم مسئلہ کا حل سوائے قادیانیوں کو غیر مسلم قرار دینے کے کوئی اور نہ تھا۔

اس سلسلے میں دو تحریکیں چلائی گئیں۔ پہلی تحریک ختمِ نبوّت ۱۹۵۳ء میں چلائی گئی

اور دوسری ۱۹۷۴ء میں۔ حضرت قبلہ صاحبزادہ صاحب مدّ ظلّہٗ نے ان دونوں تحریکوں میں بھرپور حصہ لیتے ہوئے بڑا فعال کردار ادا کیا۔ حضرت صاحبزادہ صاحب نے اس سلسلے میں کئی جلسوں کی صدارت کی، بڑی موثر اور پرجوش تقاریر بھی فرمائیں اور لوگوں کے دلوں میں ''تحفظ ناموسِ رسالت'' کا احساس پیدا کیا۔ ۱۹۷۴ء میں علماءِ اہلسنّت اور مشائخ اہلسنت کی مخلصانہ کوششوں اور کاوشوں سے حضرت امام شاہ احمد نورانی رحمۃ اللہ علیہ سابق سربراہِ جمعیت علماء پاکستان کی قیادت میں سرکاری طور پر مرزائیوں کو غیر مسلم قرار دے دیا گیا۔

تحریک نظامِ مصطفیٰ ﷺ:

مملکتِ خداداد اسلامی جمہوریہ پاکستان کی یہ شروع سے ہی بدقسمتی رہی ہے کہ یہاں پر جو بھی حکمران آیا وہ ملک وملّت کے معیار پر پورا نہ اتر سکا۔ ایسے حکمرانوں میں ایک حکمران مسٹر بھٹو بھی تھے۔ ۱۹۷۷ء میں عام انتخابات ہوئے تو اس وقت حکومت نے زبردست دھاندلی کی، پیپلز پارٹی اور قومی اتحاد میں زبردست مقابلہ ہوا۔ لیکن حکومت نے خودساختہ نتائج کا اعلان کرتے ہوئے پیپلز پارٹی کو کامیاب قرار دے دیا۔

دوسری طرف پاکستان قومی اتحاد کے سربراہوں نے نتائج کو تسلیم نہ کرتے ہوئے حکومت کے خلاف تحریک چلانے کا اعلان کردیا۔ قومی اتحاد کی اعلیٰ قیادت نے تحریکِ نظامِ مصطفیٰ ﷺ بڑے زور وشور سے شروع کردی۔ لوگوں نے اس تحریک میں بڑے جوش و خروش سے حصہ لیا اور تحریک کامیاب وکامران کرنے کے لئے کسی قربانی سے دریغ نہ کیا۔ عوام الناس کے ساتھ ساتھ اس تحریک میں علماء اور مشائخ نے بھی بڑا فعال کردار ادا کیا حضرت قبلہ صاحبزادہ صاحب دامت برکاتھم نے بھی اس تحریک میں شرکت کی اور اپنے مریدوں اور عقیدت مندوں کو بھی اس تحریک میں شامل ہونے کی خصوصی تلقین فرمائی۔

اس تحریک کے دوران سینکڑوں مسلمان شہید ہوئے، لاکھوں جیل کی سلاخوں کے پیچھے دھکیل دیئے گئے۔ بالآخر اس زبردست تحریک نے دھاندلی پر قائم کی گئی پیپلز پارٹی کی حکومت کا خاتمہ کرڈالا۔

حجِ بیت اللہ شریف:

جناب علامہ اقبال احمد فاروقی لکھتے ہیں کہ حج بیت اللہ کی اہمیت و فضیلت وضاحت کی محتاج نہیں ہے۔ اللہ تعالیٰ کا جس پر خصوصی فضل و کرم ہوتا ہے اسے یہ سعادت حاصل ہوتی ہے۔ حج بیت اللہ کی ادائیگی سے مسلمان نومولود بچے کی طرح گناہوں سے پاک و صاف ہو جاتا ہے۔ حضرت قبلہ صاحبزادہ صاحب نے کئی بار یہ سعادت حاصل کی اور عمروں کا تو شمار ہی نہیں ہے۔

روضۂ رسول پر حاضری:

حضور ﷺ کا ارشادِ گرامی ہے کہ "مَنْ زَارَ قَبْرِیْ وَجَبَتْ لَهٗ شَفَاعَتِیْ" یعنی جس نے میرے روضۂ اطہر کی زیارت کی (قیامت کے دن) اس کی شفاعت کرنا میرے ذمّہ ہے، جس نے میرے روضہ کی زیارت کی (قیامت کے دن) اس کے لئے میری شفاعت حلال ہوگئی۔ حضرت صاحبزادہ صاحب دامت برکاتہم ایک عاشقِ رسول ہیں۔ اس لئے آپ تمام سفروں سے اس سفر کو افضل و متبرک تصوّر فرماتے ہیں۔ آپ اب تک ۱۹ مرتبہ روضۂ رسول ﷺ پر حاضری کی سعادت حاصل کر چکے ہیں۔

دیارِ محبوب ﷺ کے باشندوں کی دعوت:

جناب حاجی میاں محمد اسلم صاحب کا بیان ہے کہ حضرت صاحبزادہ میاں جمیل احمد صاحب شرقپوری دامت برکاتہم نے مدینہ طیبہ میں ایک بار بدو (دیہاتی لوگوں) کی دعوت فرمائی۔ آپ نے ان کے ذوق اور مزاج کے مطابق سالم بکرے روسٹ کرائے۔ بدووں نے اپنی پسند کا کھانا کھا کر بڑی فرحت و مسرت کا اظہار کیا۔

صاحبزادہ میاں جمیل احمد صاحب شرقپوری ایک طرف کامیاب روحانی پیشوا اور پیر ہیں۔ دوسری طرف ان کے حلقہ میں علماء کرام، دانشور، شعراء اور اہل قلم حضرات کی ایک

خاص تعداد پائی جاتی ہے۔ حالانکہ عصرِ حاضر کے مشائخ اہل علم کو اپنے حلقہ سے دور ہی رکھتے ہیں۔ ان کا دستر خوان کھلا ہے۔ اگر میں کھلا کی بجائے "وسیع" کہوں تو مبالغہ نہ ہوگا۔ وہ اہل علم و فضل کو گھر بلا کر صرف میزبانی ہی نہیں کرتے بلکہ ان کے پاس پہنچ کر انہیں اپنا مہمان بنانے میں خوشی محسوس کرتے ہیں۔ وہ جمعیت علمائے پاکستان سے وابستہ ہوئے تو قید و بند کو لبیک کہتے رہے۔ انتخابی میدان میں نکلے تو اپنے مخالفین کو پسینہ پسینہ کرا دیا۔

وہ "افضل المشائخ" ہیں، پیر طریقت ہیں، شرقپور کے دربارِ عالیہ کے سجادہ نشین ہیں، ان کے صاحبزادوں میں ایک پیر، ایک سابق ایم۔ پی۔ اے، ایک ناظم ضلع شیخوپورہ ہیں، مگر ان تمام بلندیوں کے باوجود وہ ہم جیسے فقیروں کو اپنی محبت سے نوازتے رہتے ہیں اور اپنے بلند مقامات کی رعونت کی گرمی دور افتادہ اور گمنام لوگوں پر نہیں پڑنے دیتے۔ بقول شاعر:

ایسے درویشوں کی اے اہل جہاں قدر کرو
ایسے درویشوں کا تاریخ میں ہے نام آیا

سرکار مدینہ صلی اللہ علیہ وسلم کے مہمانوں کی دعوت:

حاجی عصمت اللہ آف دوگنج شریف لاہور کا بیان ہے کہ میں مدینہ طیبہ میں بسم اللہ ہوٹل میں بطور ملازم کام کرتا تھا۔ ایک دفعہ میں حضرت صاحبزادہ میاں جمیل احمد شرقپوری دامت برکاتہم کے تعمیر کردہ "رباط شیر ربانی" مدینہ منورہ میں حاضر ہوا۔

رباطِ شیر ربانی کے خادم سے گفتگو ہوئی انہوں نے مجھے بتایا کہ جب مہمان یہاں آ کر ٹھہرتے ہیں تو حضرت صاحبزادہ مدظلہ رات کی تاریکی میں اٹھ کر ان کے کپڑے خشک کرنے کے لئے تار وغیرہ پر ڈال دیتے ہیں اور بعد میں نمازِ تہجد اور دوسرے وظائف میں مصروف ہو جاتے ہیں۔

جب آپ کا قیام مدینہ شریف میں ہوتا ہے تو آپ یہ عمل ضرور کرتے ہیں اور

جب آپ سے عرض کیا جاتا ہے حضور! آپ ایسا کیوں کرتے ہیں؟ بلکہ ہمیں آپ کی خدمت کرنا چاہیے تو حضرت جواب دیتے ہیں کہ یہاں (مدینہ طیبہ میں) تم سرکارِ مدینہ ﷺ کے مہمان کی حیثیت سے قیام کرتے ہو اس لئے حضور ﷺ کے مہمانوں کی خدمت کرنا میرے لئے سعادت ہے۔

مدینہ منورہ میں کتوں کی دعوت:

جناب حاجی عصمت اللہ آف دوگنج شریف لاہور کا بیان ہے کہ حضرت قبلہ صاحبزادہ میاں جمیل احمد صاحب شرقپوری دامت برکاتہم مدینہ طیبہ میں قیام کے دوران نماز جمعہ مسجد نبوی میں ادا فرماتے ہیں۔

نماز سے فراغت کے بعد ہر جمعہ کو آپ بازار سے گوشت خرید کر شہر کے باہر تشریف لے جاتے ہیں۔ اس وقت آپ کے پاؤں میں جوتے نہیں ہوتے اور ننگے سر ہوتے ہیں۔ وہاں کے کتے آپ کے انتظار میں ہوتے ہیں، حضرت کتوں کو گوشت ڈالتے ہوئے کبھی دوڑ کر آگے ہوتے ہیں اور کبھی پیچھے۔ اس عمل سے فراغت کے بعد جب آپ واپس تشریف لاتے ہیں تو آپ کے پاؤں اور چہرہ غبار آلود ہوتا ہے۔ جب آپ سے اس بارے میں دریافت کیا جاتا ہے تو جواب میں ارشاد فرماتے ہیں کہ یہ کتے حضور انور ﷺ کے مقدس شہر کے ہیں اس لئے ان کی دعوت کرنا بخشش کا ذریعہ ہے۔

کراماتِ فخر المشائخ

حضرت قبلہ فخر المشائخ میاں جمیل احمد شرقپوری مدظلہ ایک باکرامت بزرگ ہیں۔ آپ کی کرامات یوں تو ان گنت ہیں اور یہاں پر ان کو احاطہ تحریر میں لانا نہایت مشکل اور کٹھن ہے تاہم ان میں سے کچھ لکھی جاتی ہیں۔

اتباعِ سنّت:

آپ بھی اپنے پیشرووں حضرت شیر ربانی ؒ وقبلہ ثانی لاثانی علیہ الرحمۃ کے مطابق اتباعِ سنّتِ مصطفیٰ ﷺ کو ہی اپنی سب سے بڑی کرامت گردانتے ہیں۔ آپ کا ہر عمل شریعت مطہرہ اور سنّت نبوی ﷺ کے عین مطابق ہوتا ہے۔ آپ اپنے مریدوں اور عقیدت مندوں کو بھی سنّت نبوی ﷺ اپنانے کی ہی تلقین فرماتے ہیں۔

گمشدہ رقم کا ملنا:

جناب حاجی عصمت اللہ صاحب آف دو گیج شریف لاہور بیان کرتے ہیں کہ ایک دفعہ میں حضرت صاحبزادہ میاں جمیل احمد شرقپوری صاحب کی خدمت میں شرقپور حاضر ہوا اور میں وہاں موجود تھا کہ اچانک ایک عمر رسیدہ شخص پریشانی کے عالم میں حاضر خدمت ہو کر عرض کرنے لگا، حضور! میرے پاس تو ہزار سات سو کی رقم تھی جو گر گئی ہے۔

آپ دعا فرمائیں وہ مل جائے۔ آپ نے فرمایا پہلے تم کھانا کھاؤ۔ چنانچہ حسب ارشاد اس نے کھانا کھایا اور پھر آ کر حضرت کے پاس بیٹھ گیا۔ حاضرین کی موجودگی میں سفید کپڑے پہنے ہوئے ایک شخص بیٹھک کے دروازے پر آیا اور حضرت کی طرف رومال میں لپٹی ہوئی کوئی چیز پھینک کر تیزی سے غائب ہو گیا۔ آپ نے وہ رومال پکڑ کر جلدی سے کپڑوں کے نیچے چھپا لیا۔ حضرت میاں صاحب احباب سے یکے بعد دیگرے گفتگو فرماتے ہوئے متاثرہ شخص کی طرف متوجہ ہوئے اور فرمایا تمہاری رقم گم ہوئی ہے؟ اس نے عرض کیا حضور! ہاں رقم گم ہوئی ہے۔ آپ نے رومال اسے پکڑا دیا اور فرمایا دیکھو یہی تمہاری رقم ہے؟ اس نے رقم ملاحظہ کرنے کے بعد عرض کیا حضور! یہ میری ہی رقم ہے، متاثرہ شخص بہت خوش ہوا اور اجازت لے کر اپنے گھر روانہ ہو گیا۔

گمشدہ لڑکا ملنا:

جناب حاجی عصمت اللہ آف دوگیج شریف کا بیان ہے کہ موضع پھلروان کا ایک لڑکا گم ہو گیا۔ اس کے والدین اور عزیز واقارب نے اسے بہت تلاش کیا لیکن نہ مل سکا۔ اسے تلاش کرتے ہوئے سات مہینے گزر گئے، ایک دن لڑکے کے والدین اور عزیز واقارب نے حضرت صاحبزادہ میاں جمیل احمد شرقپوری مدظلہم کی خدمت میں حاضر ہو کر دعا کرانے کا پروگرام بنایا۔ یہ سرزمین شرقپور شریف میں پہنچے اور بیٹھک میں حاضر ہو کر حضرت کی خدمت میں سلام پیش کیا اور حضرت کے قدموں کو مضبوطی سے تھام لیا اور عرض کیا کہ حضور! ہمیں اپنا لڑکا ابھی چاہیے۔ جب تک لڑکا نہیں ملے گا ہم آپ کے قدم نہیں چھوڑیں گے۔ آپ نے انہیں سمجھایا کہ میں دعا کروں گا۔ لڑکا مل جائے گا لیکن انہوں نے آپ کے قدم نہ چھوڑے۔ حضرت نے انہیں فرمایا کہ تم اپنی آنکھیں بند کرو۔ انہوں نے حسب ارشاد اپنی آنکھیں بند کیں اور کھول کر دیکھا تو لڑکا سامنے موجود تھا۔ اس کے بعد حضرت صاحبزادہ صاحب

جلدی سے گھر تشریف لے گئے اور وہ لوگ اپنا لڑکا لے کر خوشی خوشی اپنے گھر روانہ ہو گئے۔

علمی اُلجھن دور کرنا:

جناب ماسٹر محمد انور قمر صاحب شرقپوری کا بیان ہے کہ ایک رات میں کوئی مضمون لکھنے بیٹھا تو اس وقت جو کچھ لکھنا چاہا وہ ذہن میں نہ آیا۔ میں نے مطلوبہ چیز کتابوں سے تلاش کی لیکن دستیاب نہ ہوئی۔ آخر نصف رات کے وقت ناکامی کے بعد سو گیا۔ صبح کو قبلہ حضرت صاحبزادہ میاں جمیل احمد صاحب شرقپوری کے ارشاد کے مطابق کنوئیں پر موجود لڑکوں کو خوشخطی سکھانے کے لئے گیا، وہاں موجود احباب نے پیغام دیا کہ صاحبزادہ صاحب شاہدرہ تشریف لے گئے ہیں اور ان کا حکم ہے کہ قمر صاحب کو یہاں ٹھہرانا۔ چنانچہ میں کافی دیر تک انتظار کرتا رہا۔ چونکہ سکول کا وقت ہو رہا تھا اس لئے میں چل پڑا، جب میں دربار شیر ربانی" کے مقابل پہنچا تو صاحبزادہ صاحب کار پر تشریف لے آئے اور وہاں ملاقات ہوگئی۔ حضرت صاحبزادہ صاحب مدّ ظلّہٗ کے پاس ایک کتاب تھی جو کار میں سوار ایک لڑکے کے ہاتھ میں تھی۔ حضرت نے ڈرائیور کو حکم دیا کہ ماسٹر صاحب کو سکول چھوڑ آؤ۔ جب ڈرائیور مجھے لے کر چلا تو آپ نے رکنے کا اشارہ فرمایا، گاڑی روکنے پر حضرت نے فرمایا جس مقصد کے لئے میں نے تمہیں یہاں روکا وہ یہ کتاب ہے۔ کتاب عنایت فرماتے ہوئے فرمایا: اسے پہلے خود پڑھو پھر میاں نور محمد نصرت نوشاہی صاحب کو پڑھنے کے لئے دینا۔ وہ کتاب ''نام ونسب'' مؤلف نصیر الدین نصیر (گولڑوی) کی تھی۔ یہ کتاب لے کر میں سکول پہنچا۔ اس کی ورق گردانی سے مضامین دیکھ کر بہت خوشی ہوئی۔ سکول سے میں نے علامہ نصرت نوشاہی صاحب مدّ ظلّہٗ سے فون پر کتاب کے بارے میں گفتگو کی اور انہیں کہا کہ حضرت میاں صاحب نے مجھے کتاب عنایت فرمائی ہے اور حکم دیا ہے کہ پہلے خود پڑھ اور پھر حضرت نوشاہی

صاحب کو پڑھوانا۔ میں چاہتا ہوں کہ پہلے آپ پڑھ لیں۔ حضرت نوشاہی صاحب نے کہا کہ جیسا میاں صاحب کا حکم ہے ویسا ہی کریں۔ پہلے تم خود پڑھو اور پھر میں پڑھوں گا۔ جب میں گھر آیا رات کو کتاب (نام ونسب) کھولی تو گذشتہ رات کو مضمون نویسی میں جو چیز رکاوٹ بن رہی تھی وہ اس کتاب میں موجود تھی۔ حضرت صاحب کے تصرف اور نظر عنایت سے مجھے مضمون کی تیاری میں مدد مل گئی۔

خواب میں مرید کرنا:

جناب حاجی عصمت اللہ آف دوگیج شریف لاہور بیان کرتے ہیں کہ مجھے خواب میں حضرت شیر ربّانی میاں شیر محمد صاحب علیہ الرحمۃ اور حضرت میاں جمیل احمد صاحب شرقپوری کی زیارت ہوئی۔ حضرت صاحبزادہ مدّ ظلہٗ نے حضرت شیر ربانی رحمۃ اللہ علیہ کی موجودگی میں مجھے مرید کیا۔ درود شریف، نماز، اکلِ حلال اور والدین کے حقوق وغیرہ کی پابندی کرنے کے سلسلے میں ہدایات ارشاد فرمائیں۔ نیز آپ نے سیّد طالب حسین گردیزی مہتمم جامعہ برکات العلوم مغلپورہ کے پیچھے نماز جمعہ پڑھنے کا حکم دیا۔

ایک دفعہ قبلہ صاحبزادہ میاں جمیل احمد صاحب کی خواب میں زیارت ہوئی تو آپ نے شرقپور شریف آنے کا حکم دیا۔ میں نے عرض کیا۔ حضور! میں نے تو راستہ نہیں دیکھا تو آپ نے فرمایا، مولانا سید طالب حسین گردیزی صاحب کے ساتھ آجانا۔ چنانچہ میں ارشادِ جمیل کے مطابق شرقپور شریف میں حاضری کے لئے شاہ صاحب مدظلہ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ شاہ صاحب اور میں شرقپور شریف پہنچے تو ہم نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ حضرت صاحبزادہ صاحب دامت برکاتہم ہوا پر سوار ہوکر بیٹھک میں تشریف لائے اور حاضرین کی باتیں سماعت فرمانے لگے۔ جب گفتگو میں ہماری باری آئی تو شاہ صاحب نے عرض کی، حضور! اس لڑکے کو مرید کرنے کی غرض سے حاضر ہوا ہوں۔ آپ نے فرمایا: اس لڑکے کو تو ہم پہلے سے جانتے ہیں (جبکہ اس سے قبل میں ظاہری طور پر آپ کی خدمت میں حاضر نہیں ہوا تھا)

اور آپ نے مجھے مخاطب کرتے ہوئے مزید فرمایا: جو اوراد و وظائف ہم تم کو بتا چکے ہیں ان پر عامل رہو۔ صاحبزادہ صاحب کے اس عجیب طریقے سے مجھے مرید کرنے پر شاہ صاحب متعجب ہوئے۔

ملفوظاتِ فخر المشائخ:

فرمایا: (ایک دفعہ حلقۂ مریدین میں جلوہ افروز ہوتے ہوئے) تم میں بیٹھ کر تو میں باتیں کر لیتا ہوں اور تم لوگ عقیدت کی بناء پر سن لیتے ہو لیکن اصل بات یہ ہے کہ ہمارے اغیار ہمارے اچھے کاموں کی تعریف کریں۔

فرمایا: جو شخص درویشی اختیار کرتا ہے اس کے لئے ضروری ہے کہ چار چیزوں میں کمال حاصل کرے۔ (۱) تھوڑا سوئے۔ (۲) تھوڑا بولے۔ (۳) تھوڑا کھائے اور (۴) تھوڑی محبتِ خلق رکھے۔

فرمایا: دوسروں کو دوست بناؤ مگر دوست بنانے سے قبل دوستی کے حقوق کو سمجھو۔ ان حقوق میں سے ایک میں بتا دیتا ہوں کہ بھید اور اسرار دوسروں پر نہ کھولے اور ایک یہ بھی ہے کہ دوست کی طرف سے جو کچھ بھی آئے خواہ تکلیف ہی کیوں نہ ہو اس پر راضی رہے اور خوشی کا اظہار کرے کہ اس کے دوست نے اسے یاد تو رکھا ہے۔

فرمایا: درویش وہ ہوتا ہے جس نے خوابِ غفلت کا سونا اپنے اوپر حرام کر لیا ہو۔ زبان (فضول) گفتگو کرنے سے بھی گونگی کر لی ہو۔ طعام کو خاشاک بنا دیا ہو اور صحبتِ خلق مارِ افعی (خطرناک سانپ) سمجھتا ہو۔

فرمایا: ایّامِ بزرگانِ دین اور محافل میلاد منانا گھاٹے کا کام نہیں ہے۔

مزید ملفوظات کے لئے آپ کی تصانیف کا مطالعہ کیا جا سکتا ہے۔

خلفاءِ فخر المشائخ:

فخر المشائخ حضرت صاحبزادہ صاحب مدّ ظلّہٗ کے مریدین کی تعداد گنتی سے باہر ہے ۔ اور نہ صرف اندرون ملک پاکستان بلکہ بیرونِ ممالک میں بھی آپ کے عقیدت منداور مرید پائے جاتے ہیں۔ لیکن آپ کے خلفاء صرف تین ہیں۔

(۱) حضرت صاحبزادہ میاں خلیل احمد صاحب شرقپوری دامت برکاتہم

(۲) حضرت العلاّم مولانا عبدالوہاب صاحب مدّ ظلّہٗ
بن مناظر اسلام مولانا محمد عمر اچھروی رحمۃ اللہ علیہ

(۳) جناب صوفی غلام سرور صاحب آف لاہور

اولادِ فخر المشائخ

فخر المشائخ حضرت صاحبزادہ میاں جمیل احمد صاحب شرقپوری سجادہ نشیں آستانہ عالیہ شیر ربانی رحمۃ اللہ علیہ وثانی لاثانی علیہ الرحمۃ کو اللہ تعالیٰ نے ایک صاحبزادی اور چار صاحبزادوں سے نوازا۔ صاحبزادگان کے نام یہ ہیں:

(۱) حضرت صاحبزادہ میاں خلیل احمد شرقپوری

(۲) حضرت صاحبزادہ میاں سعید احمد شرقپوری

(۳) حضرت صاحبزادہ میاں جلیل احمد شرقپوری

(۴) حضرت صاحبزادہ میاں غلام نقشبند مرحوم ومغفور

حضرت صاحبزادہ میاں خلیل احمد صاحب شرقپوری دامت برکاتہم:

حضرت صاحبزادہ میاں خلیل احمد صاحب شرقپوری دامت برکاتہم حضرت فخر المشائخ کے سب سے بڑے صاحبزادے ہیں۔ جو ۵۶۔۱۰۔۵ کو شرقپور شریف میں پیدا ہوئے۔ آپ کے والد ماجد حضرت فخر المشائخ نے ان کے کان میں اذان پڑھی اور خلیل احمد نام رکھا گیا۔ اور سنت کے مطابق پیدائش سے ساتویں روز آپ کا عقیقہ کیا گیا۔ حضرت صاحبزادہ صاحب نے میٹرک تک تعلیم شرقپور شریف سے ہی حاصل کی۔ علاوہ ازیں دینی کتب کا مطالعہ کیا۔ حضرت قبلہ فخر المشائخ کے دستِ اقدس پر بیعت سے سرفراز ہوئے۔ اور

آپ کو خلیفۂ مجاز ہونے کا بھی شرف حاصل ہے۔ حضرت کی اجازت سے آپ نے اللہ اللہ بنانے کا سلسلہ شروع کر دیا ہے اور لاکھوں کی تعداد میں آپ کے مریدین ہیں۔

۱۹۷۳ء میں آپ کو لوگوں کو بیعت کرنے کی اجازت اپنے والد ماجد پیر طریقت حضرت میاں جمیل احمد صاحب سے ملی اور اب تک آپ لاکھوں لوگوں کو بیعت فرما کر اس سلسلے میں داخل کر چکے ہیں۔

شروع ہی سے آپ کا ذہن دینی تعلیم اور تبلیغ کی طرف مائل تھا۔ آپ اکثر سفر میں رہتے، دینی جلسوں، کانفرنسوں اور تبلیغی دوروں پر جانا آپ کا پسندیدہ مشغلہ ہے۔

اس غرض سے چاہے آپ کہیں بھی ہوں، جمعہ کی ادائیگی کے لئے آستانہ عالیہ شیر ربّانی پر حاضر ہو جاتے ہیں۔ رسالہ ''نورِ اسلام'' کی ادارت آپ کے ذمّہ ہے۔ جس میں دینِ اسلام کی آگہی کے لئے دن رات ایک کئے ہوئے ہیں۔ طبیعت میں اعلیٰ درجے کی انکساری ہے، تحمّل اور بردباری کے پیکر ہیں۔ روحانیت اور سلوک کے سوز سے مکمل آشنا ہیں۔ مریدین کا یقین یہی ہے کہ آپ جس کے حق میں دعا فرما دیں اس کا کام ہو جاتا ہے۔ مگر پھر بھی آپ فرماتے ہیں کہ میں تو کچھ بھی نہیں ہوں۔ پس بزرگوں کا صدقہ ہے اور اللہ کا کرم ہے کہ لوگ ایسا گمان کرتے ہیں۔ تصویر بنوانے سے آپ سخت نفرت کرتے ہیں۔ عورتوں کو نہ مریدین میں شمار کرتے ہیں اور نہ ہی نجی محفلوں میں ہی آنے کی اجازت ہے۔ نہایت متقی پرہیزگار ہیں۔ آپ کی راتیں نوافل پڑھتے ہوئے گزرتی ہیں۔

حضرت صاحبزادہ میاں سعید احمد شرقپوری دامت برکاتہم:

حضرت صاحبزادہ میاں سعید احمد شرقپوری ۳ اپریل ۱۹۶۰ء کو حضرت قبلہ فخر المشائخ کے گھر شرقپور شریف میں پیدا ہوئے اور حضرت فخر المشائخ نے ان کے کان میں اذان پڑھی اور سعید احمد نام رکھا گیا۔ آپ نے میٹرک کا امتحان شرقپور شریف سے پاس کیا اور بعد میں ایف۔ اے کیا۔ اور اپنے والد ماجد حضرت فخر المشائخ کے دستِ اقدس پر بیعت کی۔

آپ حضرت فخر المشائخ کے سیاسی جانشین ثابت ہوئے ہیں۔ آپ نے جمعیت علماء پاکستان کے پلیٹ فارم سے سیاست میں حصہ لینے کا آغاز کیا اور تھوڑے ہی دنوں میں سیاسی میدان میں ناموری حاصل کر لی۔ حضرت کئی بار پنجاب اسمبلی کے رکن منتخب ہوئے اور اسمبلی کے فلور میں "نظامِ مصطفیٰ ﷺ" کے نفاذ کا پرجوش مطالبہ کیا۔ ۱۹۹۷ء میں منعقد ہونے والے انتخابات میں بھی آپ حلقہ نمبر ۱۳۶ سے پنجاب اسمبلی کے رکن چنے گئے۔

حضرت صاحبزادہ میاں سعید احمد صاحب آستانہ عالیہ شیر ربانی وثانی لاثانی کے سجادہ نشین کے ہونہار چشم و چراغ ہیں اور ان کے دوسرے صاحبزادے ہیں۔ نہایت مطمئن تجربہ کار اور کھرے نوجوان ہیں۔ بچپن سے ہی دینی محفلوں کی جان رہے ہے۔ فلاحی کاموں میں بھی اپنا ثانی نہیں رکھتے۔ اپنا مذہبی تشخص قائم رکھا ہے۔ روایت ہے کہ آپ کو سیاست میں آنے کا مشورہ اعلیٰ حضرت شیر ربانی کی اجازت سے دیا گیا ہے۔

بحیثیت ایم۔ پی۔ اے آپ دینی کاموں اور محفلوں میں بڑے متحرک رہے۔ اسمبلی میں نفاذ اسلام کی قرارداد آپ نے پیش کی جسے متفقہ طور پر پاس کر لیا گیا۔ دورانِ اجلاس مغرب کی نماز پڑھنے کے لئے آپ کے کہنے پر کاروائی روک دی گئی۔

یارسول اللہ ﷺ کے نعرے آپ کی وجہ سے پہلی بار اسمبلی میں بلند ہوئے۔

آپ فرماتے ہیں کہ سیاست میں الجھاؤ زیادہ ہے، زیادہ کاروبار جھوٹ پر چلتا ہے، اور یہ سیاست کا قصور نہیں ہے بلکہ سیاست کے میدان میں آنے والوں کا قصور ہے۔ وہ بذاتِ خود اچھے نہیں ہوتے لہٰذا سیاست بدنام ہو جاتی ہے۔ جو اچھے لوگ ہیں وہ سیاست میں نہیں آتے۔ اگر دینی سوچ اور مذہبی رجحان رکھنے والے کچھ کر کے دکھانے والے لوگ نیک جذبہ کے ساتھ سیاست میں آئیں، جن کا نیک مقصد ہو تو اسمبلی میں اچھی سیاست ہو سکتی ہے۔

آپ نہایت ملنسار، مخلص، دیانتدار اور اچھے مقرر ہیں۔ شہرت سے گھبراتے ہیں، زیادہ نمود و نمائش کو پسند نہیں کرتے۔ غریب پرور ہیں۔

اپنے والد ماجد حضرت فخر المشائخ میاں جمیل احمد صاحب شرقپوری سے بیعت ہیں۔ ذکرِ رسول ﷺ اور درس قرآن کی محفلیں منعقد کرنا آپ کا خاصہ ہے اور یہی وجہ ہے کہ آپ کو عزت کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔

حضرت صاحبزادہ میاں جلیل احمد شرقپوری دامت برکاتہم (ناظم ضلع شیخوپورہ)

حضرت صاحبزادہ میاں جلیل احمد شرقپوری ۶ مارچ ۱۹۷۰ء کو شرقپور شریف میں پیدا ہوئے اور حضرت فخر المشائخ دامت برکاتہم نے ان کے کان میں اذان پڑھی اور "جلیل احمد" نام رکھا۔ اور پیدائش کے ساتویں روز عقیقہ کیا گیا۔

آپ کو بھی اپنے والد گرامی حضرت فخر المشائخ سے بیعت کا شرف حاصل ہے۔ آپ نے میٹرک کا امتحان گورنمنٹ پائلٹ سیکنڈری سکول شرقپور شریف سے پاس کیا اور پھر ایف اے اور بی اے کرنے کے بعد پنجاب یونیورسٹی سے ایم۔ اے معاشیات کیا۔ آپ حال ہی میں فیصل آباد میں اپنے پرائیویٹ کاروبار میں مصروف تھے کہ آپ کو وزیرِ اعلیٰ پنجاب چوہدری پرویز الٰہی نے ضلع شیخوپورہ کا ناظمِ اعلیٰ نامزد کیا، آپ بھاری اکثریت سے ضلع ناظم شیخوپورہ منتخب ہو گئے ہیں، شہر کے لوگوں نے بڑی خوشیاں منائی ہیں اور ہر طرف مسرت و انبساط کی لہر بحر کا دور دورہ ہے۔

آپ فخر المشائخ کے تیسرے صاحبزادے ہیں اور اتباع شریعت، حکم خدا اور پیروئ رسول ﷺ میں نہایت کامل ہیں، اس قدر کامل کہ تمام ظاہری اور باطنی امور میں خدا اور اس کے رسول ﷺ کی رضا مندی اور خوشنودی کے طالب رہتے ہیں۔ دینی معاملات میں اعلیٰ درجے کے محتاط اور متین ہیں۔ آپ بچپن سے صاف ستھری زندگی گزار رہے ہیں۔ روحانی خاندان سے تعلق کی بناء پر بڑے بڑے اجل علماء اور بزرگانِ دین سے ہمیشہ رابطہ رہا۔ جس سے ذہن میں یہ بات نقش کر گئی کہ دین اسلام ہی کامیابی کا راستہ ہے اور اسی کے ذریعے ہم سکون اور باوقار زندگی گزار سکتے ہیں۔

صاحبزادہ میاں جلیل احمد صاحب اسلامی تعلیم کے ساتھ ساتھ اعلیٰ تعلیم یافتہ ہیں۔ ۱۹۶۲ء کو شیر ربانی کے آنگن میں کھلنے والا یہ پھول علاقے میں ایک معتبر شخصیت اور

عزت واحترام کی نگاہ سے دیکھا جاتا ہے۔تبلیغی، مذہبی اور رفاہی کاموں کی سعادت حاصل کرنے کو فخر محسوس کرتے ہیں۔نہایت سادہ اور پروقار زندگی گزار رہے ہیں۔

خانقاہی نظام کے بارے میں ان کے اپنے خیالات ہیں۔فرماتے ہیں کہ اب خانقاہی نظام میں بڑی تبدیلی آچکی ہے اور اس نظام کو موراثیت نے بڑا نقصان پہنچایا ہے۔ گدی نشین یا سجادہ نشیں ایسے لوگ بن جاتے ہیں جو ان صفات کے حامل نہیں ہوتے۔جو صاحب سجادہ نشیں یا گدی نشین کے متعلق ہے وہ محض وراثت کے استحقاق کی بناء پر رہبر شریعت بن جاتے ہیں اور صاحبزادہ میاں جلیل احمد شرقپوری کی ایسی گفتگو سے اندازہ ہوتا ہے کہ وہ کس قدر حق پسند ہیں۔

حضرت فخر المشائخ سے ایک ملاقات

ہفت روزہ افق کراچی کے ۱۱ جون ۱۹۷۹ء کی ایک اشاعت میں حضرت فخر المشائخ کا انٹرویو شائع ہوا۔ جس میں آپ نے مشائخ کرام کے مسلک اور منافقین کی منافقانہ چالوں سے بچنے اور اولیاء کرام کے مشن کو جاری و ساری رکھنے اور دیہاتوں میں بیروزگاری کے خاتمے کے متعلق اپنے خیالات کا بھرپور اظہار فرمایا۔

(پیش ہے یہ انٹرویو جناب حاجی امجد مجاہد کے قلم سے)

حضرت صاحبزادہ میاں جمیل احمد شرقپوری صاحب کی شخصیت محتاج تعارف نہیں ہے۔ صاحبزادہ صاحب دارالمبلغین حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ناظم و مہتمم ہیں۔ جو برصغیر کے نامور روحانی پیشوا حضرت میاں شیر محمد صاحب شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کے برادرِ حقیقی و خلیفۂ مجاز حضرت ثانی لا ثانی میاں غلام اللہ شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کی یاد میں قائم کیا گیا ہے۔ حضرت میاں صاحب شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کا سلسلہ عالیہ حضرت امیر الدین رحمۃ اللہ علیہ کوٹلہ شریف ضلع شیخوپورہ، حضرت خواجہ امام علی رحمۃ اللہ علیہ مکان شریف (گورداسپور) حضرت سید حاجی شاہ حسین مکان شریف، حضرت خواجہ احمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ (نواب شاہ) کے توسط سے سلطان الاولیاء حضرت خواجہ محمد زمان رحمۃ اللہ علیہ لواری شریف بدین (سندھ) تک پہنچتا ہے۔ جو سلسلۂ نقشبندیہ کا بہت

بڑا مرکز ہے۔ ''دارالمبلغین'' میں قرآن پاک، حدیث اور فقہ کے علاوہ دیگر مذہبی علوم کی تدریس کی جاتی ہے۔

صاحبزادہ صاحب ماہنامہ ''نورِ اسلام'' کے مدیر بھی ہیں۔ اس ماہنامے نے امام اعظم نمبر اور حال ہی میں دو جلدوں میں ایک ہزار صفحات پر مشتمل اولیائے نقشبند نمبر شائع کر کے علمی ادبی حلقوں میں اپنا ایک منفرد مقام حاصل کر لیا ہے۔

صاحبزادہ صاحب میاں جمیل احمد شرقپوری نے پاکستان میں حضرت مجددّ الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت کو متعارف کرانے میں اہم کردار ادا کیا۔ اس سلسلے میں ملک کے طول و عرض میں نہ صرف ''یوم مجدد'' کے اجلاس منعقد کیے بلکہ مکتوباتِ امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ، ارشاداتِ مجدد، سرہند شریف، مقالاتِ یوم مجدد، جذبۃ الشوقیہ اور مکتوبات کا عربی ترجمہ المنتخبات شائع کر کے ہزاروں کی تعداد میں مفت تقسیم کیے۔

حضرت صاحبزادہ میاں جمیل احمد صاحب شرقپوری شروع سے ہی جمعیت علماء پاکستان سے وابستہ ہیں۔ ۱۹۷۰ء کے الیکشن میں جمعیت کے ٹکٹ پر احمد رضا قصوری کے مقابلے میں الیکشن لڑا۔ باوجودیکہ کے تمام جماعتوں کے امیدوار احمد رضا قصوری کے حق میں دستبردار ہو گئے۔ صاحبزادہ صاحب نے پچاس ہزار ووٹ حاصل کیے۔ ۱۹۷۷ء کے الیکشن میں معمولی ووٹوں کی کمی کی وجہ سے کامیاب ہونے سے رہ گئے۔ تحریک نظامِ مصطفیٰ ﷺ کے دوران قید و بند کی صعوبتیں برداشت کیں اور کئی ماہ جیل میں رہے۔ میلاد مصطفیٰ کانفرنس مصطفیٰ آباد میں جمعیت علماء پاکستان کے مرکزی انتخابات میں صاحبزادہ صاحب کو جمعیت علماء پاکستان کا مرکزی نائب صدر منتخب کر لیا گیا۔ صاحبزادہ صاحب کا انٹرویو نذرِ قارئین ہے۔ جو ان کے حالیہ قیامِ کراچی کے دوران حاصل کیا گیا۔

حضرت صاحبزادہ صاحب سے ہمارا پہلا سوال یہ تھا کہ دیہات کے عوام کن مسائل سے دوچار ہیں اور ان کے مسائل کس طرح حل ہو سکتے ہیں؟

صاحبزادہ صاحب نے کہا: پاکستان بنیادی طور پر ایک زرعی ملک ہے اور پاکستان

کی ترقی کا انحصار زرعی ترقی پر ہے۔ پاکستان کی اسّی فیصد آبادی بھی دیہاتوں میں رہتی ہے۔
جب تک دیہات کی عوام کو بنیادی سہولتیں (بجلی، پانی، صحت، تعلیم) فراہم نہیں کی جائیں گی اس وقت تک پاکستان ترقی نہیں کرسکتا۔ انہوں نے کہا کہ دیہات میں نہ تو عوام کو بجلی اور پانی ضرورت کے مطابق فراہم کیا جاتا ہے اور نہ ہی صحت اور تعلیم کی سہولتیں میسّر ہیں۔

افسوس ناک امر یہ ہے کہ استاد اور ڈاکٹرز دیہاتوں میں جانے سے اکثر و بیشتر گریز کرتے ہیں۔ مگر حکومت دیہات میں ملازمین کو سہولتیں فراہم کرے اور انہیں خصوصی مراعات دی جائیں اور ساتھ ہی سات دیہات میں ڈسپنسریاں اور تعلیمی ادارے کھولے جائیں اور ملازمین کو دیہات میں رہائش کی سہولتیں بھی فراہم کی جائیں تو دیہات کے عوام بھی صحت اور تعلیم کی جدید سہولتوں سے مستفید ہوسکتے ہیں۔

انہوں نے کہا کہ دیہات چھوٹے قصبوں اور چھوٹے شہروں میں تعلیم بالغاں کے مراکز سکول، کالج اور ہسپتال قائم کیے جائیں تاکہ شہروں کی طرح دیہات کی عوام بھی پرسکون طور پر ملکی ترقی میں اپنا کردار ادا کرسکیں۔ انہوں نے کہا کہ دیہات کی عوام کا ایک مسئلہ بیروزگاری ہے۔ اس سلسلے میں جن علاقوں میں جس قسم کا بھی خام مال دستیاب ہوسکتا ہے اسی قسم کی صنعتیں ان علاقوں میں قائم کی جائیں تاکہ ملک صنعتی طور پر بھی ترقی کرسکے۔ اور عوام کی بیروزگاری کا مسئلہ بھی ختم ہو۔

انہوں نے کہا نوجوانوں کو مختلف قسم کے ہنر اور دستکاری سکھانے کے لئے مختلف تربیتی ادارے قائم کیے جائیں۔ بچیوں کے لئے انڈسٹریل ہوم کھولے جائیں اور عام کسانوں کو اچھا بیج، کھاد اور زرعی آلات کم سے کم قیمت پر مہیا کیے جائیں۔ تحصیل کی سطح پر ورکشاپ قائم کی جائیں۔ میاں صاحب نے کہا کہ دیہات کی عوام کا بہت سا وقت مقدمہ بازی میں صرف ہو جاتا ہے۔ لہٰذا چھوٹے بڑے جھگڑوں کو نپٹانے کے لئے مقامی اور پر صالح، معزز اور سمجھدار افراد پر مشتمل پنچائتیں قائم کی جائیں تاکہ تمام جھگڑے مقامی طور پر جلد سے جلد طے ہوسکیں۔

میاں صاحب نے موجودہ وقت اور حالت کے مطابق مشائخ کرام کی ذمہ داریوں پر روشنی ڈالتے ہوئے کہا کہ صوفیائے کرام نے اسلامی معاشرے کی تشکیل میں اہم کردار ادا کیا ہے۔ برصغیر پاک و ہند ہی میں نہیں بلکہ جہاں بھی اسلام کی شمع روشن ہوتی ہے، وہ صوفیائے کرام اور اولیائے عظام کی تعلیمات اور خاموش تبلیغ کا نتیجہ ہے۔ کسی بھی معاشرے کے صحت مند اور صالح ہونے کا دارومدار اس معاشرے میں رہنے والے افراد سے انفرادی کردار کے مجموعی عناسب کے برابر ہوتا ہے۔ اگر افراد اچھے ہوں گے تو معاشرہ نتیجتاً صحت مند اور صالح اور مستحکم ہوگا۔ صوفیائے کرام اور مشائخ عظام نے افراد کے کردار اور سیرت کو بدل ڈالا ہے۔ اور ان میں انقلاب برپا کیا ہے اور اب بھی کر رہے ہیں۔ لیکن حالات اور زمانے کے ساتھ تبلیغ کے انداز بھی بدلتے جا رہے ہیں۔ عصر حاضر میں جدید سائنسی انکشافات نے تبلیغ کے انداز کو بدل ڈالا ہے۔ لہٰذا صوفیائے کرام اور مشائخ عظام کو ان تقاضوں کو ملحوظِ خاطر رکھتے ہوئے پمفلٹوں، کتابوں، تقریروں اور اپنے شاندار کردار کے ذریعے تبلیغ کرنا ہوگی۔ کیونکہ کردار ہی تبلیغ کا ایک ایسا مؤثر ذریعہ ہے جس سے ایک انسان متاثر ہوئے بغیر نہیں رہ سکتا۔ کردار نہ ہو تو زبانی تبلیغ بھی بے اثر ثابت ہوگی۔

صاحبزادہ صاحب نے کہا کہ موجودہ دور میں نئے نئے فرقے سر اٹھا رہے ہیں جو مشائخِ کرام کے خلاف عوام میں نفرت پیدا کر کے گمراہی کو فروغ دے رہے ہیں۔ لہٰذا مشائخِ عظام کو اسی موقع پر سنجیدگی سے اپنے قول و فعل، کردار اور طرز عمل پر غور کرنا چاہیے۔ کیونکہ آجکل باطل فرقے صوفیائے کرام کو اپنا ہم مسلک ثابت کرنے کے لئے ایڑی چوٹی کا زور لگا رہے ہیں۔ مشائخ کرام کو اپنے مسلک سے ہٹانے کے لئے لالچ دے رہے ہیں۔ ان سے عقیدت کا اظہار کر کے اپنے ساتھ ملانے کی جدوجہد کر رہے ہیں۔ ایسی صورت میں مشائخِ عظام کو چاہیے کہ وہ ایسے عناصر سے پوری طرح ہوشیار رہیں اور اپنے مسلک اور عقیدے کے تحفظ اور منافقانہ چالوں سے بچنے کے لئے پوری سنجیدگی سے غور و فکر کریں۔

انہوں نے کہا کہ اس نازک دور میں مشائخ کرام کی ذمہ داریوں میں بے حد

اضافہ ہو گیا ہے اور ان کا فرض یہ ہے کہ وہ اپنے بزرگوں کے نقش قدم پر چلتے ہوئے بدعقیدگی کے خلاف منظم جدوجہد کریں۔ انہوں نے مشائخِ عظام کی توجہ اس جانب مبذول کرائی کہ آج کل جو نئے نئے فتنے اور فرقے پیدا ہو رہے ہیں۔ یہ فرقے اولیاء کرام سے عوام کی عقیدت کو ختم کرنے کی جدوجہد میں مصروف ہیں۔ لہٰذا سب سے زیادہ ذمہ داری مشائخِ عظام پر عائد ہوتی ہے کہ وہ ان باطل فرقوں کے خلاف جہاد کریں۔ اور اپنے قول و فعل اور کردار سے یہ ثابت کریں کہ وہی اولیائے کرام اور مشائخِ عظام کے اصل وارث ہیں اور اولیائے کرام کا مشن محبت و اخوت اور عشق رسالت مآب ﷺ کے فروغ کا مشن ہے۔

حضرت صاحبزادہ صاحب شرقپوری نے علماء و مشائخ اور عوامِ اہلسنّت کو ایک پلیٹ فارم پر متحد و منظم کرنے کے سلسلے میں کہا کہ جمعیت علماء پاکستان عوام اہلسنّت کو منظم کرنے کے سلسلے میں اہم اور مؤثر کردار ادا کر رہی ہے اور عوام میں روز بروز اجتماعی شعور بڑھ رہا ہے۔ اور ۱۹۷۰ء کے بعد عوام اہلسنّت میں بیداری کی ایک ایسی لہر آئی ہے کہ جس سے یہ یقین ہو چلا ہے کہ یہ ٹوٹا ہوا تارہ جلد ہی مہ کامل بن جائے گا۔ لیکن اس سلسلے میں مزید محنت اور کوشش کرنے کی ضرورت ہے۔ لیکن جہاں تک علماء اور مشائخ کو ایک پلیٹ فارم پر جمع کرنے کا خیال ہے تو میرے نزدیک اس کے دو ہی طریقے ہیں۔ پہلا یہ کہ دردمند صاحب فکر و بصیرت حضرات علماء و مشائخ سے ذاتی اور انفرادی طور پر ملاقات کر کے انہیں موجودہ وقت کے تقاضوں کے پیش نظر ان کی ذمہ داریوں سے آگاہ کریں اور اپنی اجتماعی سطح پر ملّی خدمت کے لئے آمادہ کریں۔

دوسرا طریقہ یہ ہے کہ علماء اور مشائخ کے مختلف اوقات میں اجلاس بلائے جائیں اور ان کے سامنے دورِ حاضر کے مسائل کو رکھا جائے اور ان کے حل کے لئے متفقہ فارمولا طے کیا جائے اور انہیں اتحاد و تنظیم کی اہمیت اور ضرورت سے آگاہ کیا جائے۔ اسی طرح فکری یک جہتی سے انہیں اجتماعی طور پر ملّی خدمت کی انجام دہی پر آمادہ کیا جائے۔ اس قسم کی مجالس سے باہمی افہام و تفہیم کے ذریعے اتحاد اور یک جہتی کو فروغ حاصل ہو گا۔

حضرت فخر المشائخ کا لندن میں خصوصی انٹرویو

روزنامہ مشرق کے نمائندہ خصوصی مقیم لندن کے ساتھ یہ انٹرویو
روزنامہ مشرق کے ۲۱ ستمبر کے شمارہ میں شائع ہوا۔

جمعیت علمائے پاکستان کے نائب صدر ممتاز عالم دین اور آستانہ عالیہ شیر ربانی شرقپور شریف کے سجادہ نشین حضرت صاحبزادہ میاں جمیل احمد صاحب شرقپوری کی شخصیت کسی تعارف کی محتاج نہیں۔ کراچی سے لے کر پشاور تک پورے پاکستان میں جانی پہچانی ہے۔ آپ ''دارالمبلغین'' حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ شرقپور شریف کے مہتمم اور ناظم ہیں۔ جو حضرت ثانی لاثانی میاں غلام اللہ شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کی یاد میں قائم کیا گیا ہے۔ اس عظیم دینی درسگاہ میں قرآن وحدیث اور فقہ کے علاوہ دوسرے علوم کی بھی تدریس کی جاتی ہے۔ جس کے فارغ التحصیل علماء پاکستان کے مختلف حصوں میں دینِ متین کی تبلیغ و اشاعت میں مصروف ہیں۔ آپ ماہنامہ ''نور اسلام'' کے مدیر اعلیٰ بھی ہیں۔ جو مسلک کی ترویج اور اشاعت پچیس برس سے انجام دے رہا ہے۔ حال ہی میں اس ماہنامہ کے دو عظیم الشان غیر شائع ہوئے ہیں ایک تو امام اعظم نمبر ہے جو برصغیر پاک و ہند میں ایک منفرد اسلوب کا حامل ہے اور حضرت امام اعظم علیہ الرحمۃ پر تحقیقی، علمی اور ادبی شاہکار ہے۔ اور دوسرا اولیائے نقشبند نمبر ہے جو بڑے سائز کے ایک ہزار سے زائد صفحات پر مشتمل ہے دو ضخیم

جلدوں میں شائع کیا گیا ہے۔

حضرت صاحبزادہ صاحب میاں جمیل احمد شرقپوری کا سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ کے عظیم روحانی پیشوا اور دین اسلام کے عالمی مبلّغ حضرت امام ربّانی مجدّد الف ثانی شیخ احمد فاروقی سرہندی سے خصوصی وابستگی کی وجہ سے عوام اہلسنّت کے حلقوں میں بے حد معروف و مقبول ہیں۔ پاکستان میں حضرت امامِ ربّانی مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کے کارہائے نمایاں ،تعلیمات اور تبلیغی کارناموں کو عوام الناس میں متعارف کرانے میں آپ نے اہم کردار ادا کیا۔ مختصراً آپ کو بجا طور پر تحریکِ یومِ مجدّد کا بانی کہا جا سکتا ہے۔ آپ نے اس سلسلے میں ایک انتہائی اہم خدمت یہ بھی سرانجام دی ہے کہ مکتوباتِ امام ربّانی جو حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کی شاہکار تصنیف ہے اس میں سے ایسے مسائل کو منتخب کر کے جو عوام میں مختلف فیہ ہیں۔ حضرت مجدد کی فیصلہ کن آراء کو پیش کیا ہے اور ''ارشاداتِ مجدّد'' کے نام سے طبع کر کے ہزاروں کی تعداد میں مفت تقسیم کیا ہے۔ اور ایک کتابچہ ''مسلکِ مجدّد'' کے نام سے لاکھوں کی تعداد میں عوام میں مفت تقسیم کیا ہے۔ اور اس کے علاوہ بہت سی کتابیں اور علمی رسائل شائع کروا کر ایک بہت بڑی دینی خدمت انجام دی ہے۔ جہاں آپ نے سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ کے فروغ کے لئے کام کیا ہے۔ آپ نے ''تتمۂ معارج النبوۃ'' فارسی وخزینۂ معرفت، مناسک حج، تنویرِ حرم، صدائے حق، تجلّیات امام ربانی، فضائل سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ عنہ وغیرہ کتب بھی شائع کروا کر کچھ بازار سے خرید کر عوام میں مفت تقسیم کی ہیں۔

حضرت صاحبزادہ میاں جمیل احمد صاحب شرقپوری سعودی عرب، ترکی اور مشرقِ وسطیٰ کے متعدد ممالک کا دورہ کرنے کے بعد تبلیغی مشن پر لندن آئے۔ یہاں پر آپ نے نظامِ مصطفیٰ ﷺ کانفرنس میں شرکت فرمائی اور مختلف مقامات پر جن میں لندن، کوونٹری، بریڈفورڈ، رچڑیل اور گلاسکو شامل ہیں۔ یہاں پر آپ نے مسلمانوں کے عظیم اجتماعات سے خطاب کیا۔ پاکستان واپسی سے پہلے میاں صاحب سعودی عرب تشریف لے جائیں گے اور فریضۂ حج ادا کریں گے۔

حضرت صاحبزادہ میاں جمیل احمد صاحب شرقپوری نے "نمائندہ مشرق" کو ایک خصوصی ملاقات میں بتایا کہ پاکستان کے مسائل کا حل اسلامی نظام میں ہی مضمر ہے۔ انہوں نے کہا کہ اگرچہ جنرل ضیاء الحق نے اسلامی نظام کے نفاذ کے لئے بعض اقدامات کئے ہیں۔ لیکن جب تک مسلمانوں کے قول و فعل کا تضاد ختم نہیں ہوگا وہ اسلام کی حقیقی برکتوں سے استفادہ نہیں کرسکیں گے۔ میاں صاحب جو برطانیہ کا دورہ کر چکے ہیں بتایا کہ برطانیہ میں مقیم مسلمانوں کی اکثریت نظام مصطفیٰ ﷺ کی حامی ہے۔ اور عشق رسول ﷺ کے جذبہ سے سرشار ہے۔ انہوں نے ایک سوال کے جواب میں کہا کہ مغربی ممالک کے لوگ اس وقت تک سنگین نوعیت کے اخلاقی بحران سے دوچار ہیں اور روحانی سکون کے متلاشی ہیں۔ انہوں نے کہا کہ مجھے یہ دیکھ کر خوشی ہے کہ مغربی ممالک کے غیر مسلم اب اسلام کی طرف مائل ہو رہے ہیں کیونکہ اخلاقی اور روحانی سکون انہیں صرف اسلام کے دامن میں مل سکتا ہے۔

میاں صاحب نے ایک سوال کے جواب میں کہا کہ برطانیہ میں مقیم مسلمانوں کو اسلامی احکامات کے مطابق زندگی گزارنے کی اجازت ہونی چاہیے۔ انہوں نے اس امر پر مسرّت کا اظہار کیا کہ پاکستانی مسلمان اپنے بچوں کو شعائرِ اسلامی سے روشناس کرانے کی کوشش کر رہے ہیں۔ ایک اور سوال کے جواب میں میاں صاحب نے بتایا کہ دنیا کے ممالک میں "امام سرہند" رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات پر بہت کام ہو رہا ہے۔ افغانستان، ترکی اور ہندوستان کے علاوہ متعدد دوسرے ممالک میں بھی امام ربانی رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات کے مراکز قائم ہیں۔ انہوں نے ترکی میں حسین الیشق کے تبلیغی مشن کی بے حد تعریف کی اور کہا کہ ترکی میں حضرت امام سرہندی کی تعلیمات کو عام کرنے کے لئے زبردست تبلیغی سرگرمیاں جاری ہیں۔

میاں جمیل احمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کو بھرپور خراجِ عقیدت پیش کیا اور کہا کہ حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ دوقومی نظریئے

کے بانی تھے۔ آپ کے اس نظریئے نے دنیائے اسلام کے اندر مسلمانوں میں لسانی طبقاتی، جغرافیائی، ملکی اور نسلی امتیاز کو ختم کرنے میں بھرپور کردار ادا کیا۔ اور تمام دنیا کے مسلمانوں کو بحیثیت مسلمان اتباعِ سنّت نبوی ﷺ پر عمل پیرا ہونے پر مجبور کر دیا۔ آپ کی تعلیمات صرف برصغیر پاک و ہند کے مسلمانوں کے لئے ہی مینارۂ نور کی حیثیت نہیں رکھتیں بلکہ دنیائے اسلام کے تمام ممالک کے مسلمانوں کی رہنمائی کی حیثیت بھی رکھتی ہیں۔ آپ نے مسلمان معاشرے کو تمام بدعنوان اور غیر شرعی رسومات سے پاک کرنے کے لئے اپنی جانی و مالی قربانیوں کی پرواہ نہیں کی اور پوری دنیا کے اندر دین اسلام کی موجودہ صورت حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی مساعی جمیلہ، محنت اور کاوش کا نتیجہ ہے۔ پوری دنیا کے اندر مسلمانوں کی تحریکیں تعلیماتِ مجددیہ کی مرہونِ منّت ہیں۔ آپ نے بادشاہوں کے سامنے کلمۂ حق بلند کیا اور ان کو دینِ اسلام کے سامنے جھکنے پر مجبور کر دیا۔ حضرت مجدّد نے سلاطین، امراء، وزراء اور مشائخ و علماء کو مکتوبات کے ذریعے تبلیغ فرمائی۔

میاں صاحب نے مزید کہا کہ حضرت مجدد علیہ الرحمۃ کی تعلیمات پر عمل آج بھی مسلمانوں کو راسخ العقیدہ، پکا اور سچا مسلمان بنا سکتا ہے اور مسلمانوں کی نجاتِ اخروی کا ضامن بن سکتا ہے۔ آپ کی تبلیغ کا اثر آج بھی پوری دنیا میں موجود ہے۔ افغانستان، ترکی، پاکستان اور ہندوستان کے علاوہ متعدد بلادِ اسلامیہ آج بھی تعلیماتِ مجددیہ کے مراکز ہیں۔ آپ نے ترکی میں سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ کے عظیم مبلّغ حسین الیشق کے تبلیغی مشن کو خراجِ تحسین پیش کیا۔ آپ نے دنیائے اسلام کے مشائخ، وکلاء، ادباء اور صاحب ثروت حضرات سے پرزور اپیل کی ہے کہ وہ پوری دنیا کے اندر تعلیماتِ امام ربانی مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کو پھیلانے اور عام کرنے میں اپنے تن من دھن کی بازی لگائیں اور دنیائے کفر کے سامنے سیسہ پلائی ہوئی دیوار بن جائیں۔ (روزنامہ مشرق ۲۱ ستمبر ۱۹۷۹ء)

ڈاکٹر بشیر الدین صدیقی رقم کرتے ہیں کہ مخدومی حضرت صاحبزادہ صاحب قبلہ

کو اللہ تعالیٰ نے خصوصی معاونین سے نوازا ہے۔ آپ عالمی مبلغ اسلام، بانی تحریک مجدد الف ثانی، دارالمبلغین حضرت میاں صاحب، شرقپور شریف کے مہتمم ، جامعہ شیر ربانی برائے طالبات کے منتظم اور ماہنامہ نور اسلام کے مدیر اعلیٰ ہیں۔ شیر ربانی رحمۃ اللہ علیہ کی یاد میں ان سے منسوب مساجد کی تعمیر، محافلِ میلاد کا انعقاد، دینی تقریبات اور کتب کی اشاعت آپ کے محبوب مشاغل ہیں۔ تحفظ ناموسِ رسالت اور مسلک حق کی ترویج آپ کا مشن ہے۔ اندرونِ ملک اور بیرونِ ملک تبلیغی سرگرمیاں پورا برس ہی جاری رہتی ہیں۔ شیر ربانی حضرت میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ اور ان کے خلیفۂ مجاز اور سجادہ نشین پیر طریقت حضرت میاں غلام اللہ ثانی لاثانی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی عظمتوں سے لوگوں کو روشناس کرانے میں بھی آپ نے بھرپور کردار ادا کیا ہے۔

فخر المشائخ کے غیر ملکی تبلیغی دورے

(سہ ماہی فکر و نظر شمارہ ستمبر ۱۹۹۷ء میں حضرت فخر المشائخ کے بیرونی تبلیغی دورہ پر آپ مختلف تقاریب میں صدارتی خطابات کی یہ کاروائی شائع ہو چکی ہے اور ڈاکٹر بشیر الدین صدیقی صاحب نے من وعن اسے اپنی تالیف میاں جمیل احمد صاحب اخبارات و رسائل و کتب کے آئینے میں بھی شائع کیا ہے۔ اور ہم بھی اپنی تالیف ''انوارِ جمیل'' میں من و عن شائع کر رہے ہیں۔ مؤلف)

برطانیہ (انٹرنیشنل براہِ راست فونز چیف ایڈیٹر سے) ممتاز روحانی اور مذہبی پیشوا عالمی مبلّغ اسلام حضرت پیر میاں جمیل احمد شرقپوری سجادہ نشین آستانہ عالیہ شرقپور شریف جو دو قومی نظریئے کے بانی حضرت امام ربّانی مجدّد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات و ارشادات سے عوام الناس کو روشناس کرانے میں سرگرمِ عمل ہیں۔ آپ کی شب و روز کاوشیں اسلام کی تبلیغ و اشاعت کرنے اور غیر مسلموں کو اسلام کی طرف راغب کرنے کے لئے بارآور ثابت ہو رہی ہیں۔ گزشتہ دنوں جون میں لندن میں یومِ حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی پوری عقیدت و احترام سے منایا گیا۔ تقریب کا اہتمام آستانہ عالیہ شرقپور شریف کے خادمین نے کیا جو کہ برطانیہ رہائش پذیر ہیں۔ تقریب کی صدارت ممتاز روحانی پیشوا حضرت صاحبزادہ میاں جمیل احمد شرقپوری نے فرمائی۔ تقریب سے مقررین نے مختصر

خطابات میں حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی کی تعلیمات پر عمل کرنے کی ضرورت پر زور دیا اور اس بات کا اعتراف کیا کہ واقعتاً حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری، حضرت مجدد الف ثانی کی تعلیمات کو عوام الناس میں روشناس کرانے میں کامیاب نظر آرہے ہیں۔ اس اعتبار سے آپ واقعتاً تحریک یومِ مجدد الف ثانی کے بانی ہیں۔ تقریب سے خطاب کرتے ہوئے حضرت صاحبزادہ میاں جمیل احمد شرقپوری نے عالمانہ، محققانہ اور تاریخی واقعات سے حضرت مجدد الف ثانی کی سیرت طیبہ سے آگاہ کیا کہ اولیاء نقشبند کسی بھی صورت اپنے مشن سے پیچھے نہیں ہٹتے۔ برصغیر پاک و ہند میں حضرت مجدد الف ثانی نے اسلام کو زندۂ جاوید رکھنے کے لئے جو تاریخ رقم کی اسے سنہری حروف میں لکھا جائے گا۔

اور یہی وجہ ہے کہ ہم آزادانہ طریقے سے اور اسلامی طریقہ سے زندگی گزار رہے ہیں اور ہم انگریزی کی غلامی سے آزاد ہو کر غلامی رسول ﷺ میں موت بھی قبول ہے، اپنا کر اپنی زندگی کا مشن پورا کر رہے ہیں۔ ہمارے اکابرین نے جو اسلام کے لئے قربانیاں دی ہیں اُس کے ثمرات آج بھی موجود ہیں۔ حضرت مجدّد الف ثانی علیہ الرحمۃ نے بڑے جابر حکمرانوں کے آگے اپنا سر خم نہ ہونے دیا بلکہ اسلام کا پرچم ہمیشہ سربلند رکھا۔

بعد ازاں ختمِ مجددیہ، ختمِ معصومیہ اور ختمِ خواجگان اور ختم شریف پڑھا گیا اور تقریب کے آخر میں عالمِ اسلام کی سربلندی اور مسلمانوں اور مجاہدینِ اسلام جو کشمیر، بوسنیا اور فلسطین میں آزادی کی جنگ لڑ رہے ہیں ان کی کامیابی کے لئے دعا کی گئی۔

سفر ہی سفر

(از سیّد مسعود حسن شہاب دہلوی)

شرقپور شریف جانے والی بسوں کا اڈا ریلوے سٹیشن کے قریب ہے۔ نماز فجر کے فوراً بعد ہم بس اڈے پر آ گئے۔ یہاں سے تقریباً پونے چھ بجے بس روانہ ہوئی۔ شرقپور لاہور سے بیس میل کے فاصلے پر واقع ضلع شیخوپورہ کا ایک قدیم شہر ہے۔ لیکن اس کو اصل شہرت حضرت شیر ربانی کی بدولت حاصل ہوئی ہے۔ لاہور سے شرقپور شریف تک کا علاقہ بڑا سرسبز و شاداب ہے۔ جب ہم لاہور سے روانہ ہوئے تو ہلکی ہلکی بارش ہو رہی تھی۔ بارش کا یہ سلسلہ تا اختتامِ سفر جاری رہا۔ موسم کی اس دلکشی، راستے کے مناظر کی خوش ادائی اور شرقپور کی حاضری کے شوقِ فراواں نے طبیعت کو شعر گوئی پر آمادہ کر دیا۔ شرقپور تک پہنچتے پہنچتے چھ سات شعر موزوں ہو گئے۔ جو بعد میں ضبط تحریر میں لا کر صاحبزادہ میاں جمیل احمد صاحب کی نذر کر دیئے گئے۔ جو شعر اس وقت حافظہ میں محفوظ ہیں یہاں درج کر رہا ہوں:

دل میں جب آیا خیالِ شرق پور
چھایا سر تا پا جمالِ شرق پور
مسکرائی آرزوؤں کی کلی!
جب کیا میں نے سوالِ شرق پور

جاگزیں ہے اولیاء اللہ کا عشق
میرا دل بھی ہے مثالِ شرق پور
ہو گیا میں قائلِ خلقِ جمیل !
اللہ اللہ رے جمالِ شرق پور

شرقپور میں اومنی بس کا اڈا میاں صاحب کے دولت کدے سے بالکل متصل ہے۔ وہاں کسی سے دریافت کیا تو معلوم ہوا کہ میاں صاحب پیر خانہ میں رونق افروز ہیں۔ ہم وہیں پہنچ گئے۔ میاں صاحب نے ہاتھوں ہاتھ ہمیں لیا اور دسترخوان پر لا بٹھایا۔ جو پہلے سے وہاں بچھا ہوا تھا۔

میاں جمیل احمد صاحب کی سادگی نے مجھے بہت متاثر کیا۔ ان میں روایتی سجادہ نشینوں کی کوئی بات میں نے نہیں دیکھی۔ حجرہ نما ایک معمولی کمرہ میں فرشی نشست تھی، دائیں بائیں کچھ کتابیں اور رسائل و جرائد پڑے ہوئے تھے جو ان کے علمی ذوق کا پتہ دے رہے تھے۔ ناشتہ سے فارغ ہو کر کچھ دیر حالاتِ حاضرہ پر تبادلۂ خیالات ہوا۔ ان کی ساری گفتگو میں تصنع نام کی کوئی چیز نہیں تھی۔ ہر بات سے دردِ دل ٹپکتا تھا۔ دراصل ان کی وضع قطع، بات چیت اور عادات و خصائل پر ان کے بزرگوں کی بڑی گہری چھاپ ہے۔

صاحبزادہ میاں جمیل احمد صاحب کو تصنیف و تالیف سے بھی بڑی شغف ہے۔ ۱۹۵۵ء سے وہ ماہنامہ ''نورِ اسلام'' نکال رہے ہیں۔ جو مسلک اہلسنّت کا نقیب اور علم و ادب و تصوّف کا نہایت حسین مرقع ہوتا ہے۔ حال ہی میں انہوں نے ''مسلک مجدد'' کے نام سے حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ کے عقائد مکتوبات کی روشنی میں مرتب کر کے شائع کئے ہیں۔ اس سے پہلے اسی موضوع پر ایک مفصل کتاب ''ارشاداتِ مجدّد'' شائع کی تھی۔ ''خزینۂ معرفت'' کے نام سے شیر ربّانی حضرت میاں شیر محمد شرقپوری قدس سرہ العزیز کی سوانح حیات اور ملفوظات بھی انہوں نے ہی شائع کئے تھے۔

صاحبزادہ میاں جمیل احمد، حضرت میاں شیر محمد شرقپوری نقشبندی علیہ الرحمۃ کے خلیفۂ مجاز حضرت ثانی میاں غلام اللہ رحمۃ اللہ علیہ کے خلف الرشید ہیں، سلسلۂ نقشبندیہ کی تعلیمات کو عام کرنے کے لئے انجمن حزب الرسول و دارالمبلّغین اور مکتبہ نورِ اسلام قائم کر رکھا ہے۔ جس کے ذریعے اشاعت کتب کا سلسلہ جاری ہے۔

کتب کے تحائف عطا کرنے کے بعد میاں صاحب ہمیں درس گاہ میاں شیر محمدؒ میں لے گئے۔ مزار مبارک پر ایک نظر خوبصورت گنبد بنا ہوا ہے جو دور سے دکھائی دیتا ہے۔ مزار سے پہلے ایک چھوٹی سی مسجد ہے جس کی بناء حضرت میاں صاحب نے اپنی زندگی میں ڈالی تھی۔ درس گاہ سے متصل ایک وسیع و عریض سنگی چبوترہ ہے جو عرس کی دنوں میں زائرین سے کھچا کھچ بھر جاتا ہے۔ عرس میں جو ۲،۳ ربیع الاوّل کو ہوتا ہے۔ قرآن خوانی و نعت خوانی ہوتی ہے۔ علماء تقریریں بھی کرتے ہیں۔ ایک خاص بات جس کا عرس کے دنوں میں یہاں خاص اہتمام کیا جاتا ہے وہ یہ ہے کہ میاں صاحب علیہ الرحمۃ زندگی بھر سنّت پر سختی سے عمل کرنے کی تلقین کرتے رہے۔

حضرت میاں شیر محمد قدس سرہٗ شرقپور شریف میں پیدا ہوئے۔ علوم قرآن و عربی، فارسی پر دسترس رکھتے تھے۔ اعلیٰ درجے کے خوشنویس تھے، اس فن کو بطور پیشہ اختیار نہیں کیا۔ علوم ظاہری کی تعلیم کے بعد بابا امیر الدین ؒ کے دستِ حق پرست پر بیعت کی اور ان کی رہنمائی میں اشغال نقشبندیہ کو اپنا کر سلوک کی منازل طے کیں۔ بڑے بڑے علماء، صلحاء آپ کے دامن سے وابستہ ہو گئے۔ شاعر مشرق حضرت علامہ اقبال کو بھی آپ سے بے حد عقیدت تھی اور آپ بھی ان کی خدمت میں حاضر ہوئے تھے۔

آپ کا وصال ۶۵ برس کی عمر میں ۳ ربیع الاوّل ۱۳۴۷ھ بمطابق اگست ۱۹۲۸ء کو ہوا۔ آپ کے مزار پر ہم فاتحہ پڑھنے کے بعد میاں جمیل احمد کے جلو میں ایک کھیت میں پہنچے۔ جہاں ایک چھوٹی سی جھونپڑی تھی جس میں تین پلنگ بچھے ہوئے تھے۔ دوپہر کے بارہ بجے تک ہم یہیں رہے۔

اس اثناء میں میاں صاحب کے ارادتمند بڑے بڑے تربوز کھیت سے توڑ کر لائے، ایک ایک تربوز دس دس سیر کے وزن کا ہوگا۔ نہایت سرخ اور شیریں تھے۔ دوبارہ ان سے ہماری تواضع کی گئی۔ بارہ بجے تک ہم واپس پیر خانہ میں آ گئے۔ کوئی ایک بجے خادم نے کھانے کی خبر دی، پیر خانہ کے قریب ہی میاں صاحب کا مکان ہے۔ اس کی بیٹھک میں ہم نے کھانا کھایا۔ کھانے کے بعد قیلولہ کے لئے میاں صاحب کے ایک مرید اپنے گھر پر لے گئے۔ وہاں سے پھر چار بجے کے قریب ہم پیر خانہ میں آ گئے۔ چائے پی، اب لاہور واپسی کی اجازت چاہتے تھے کہ میاں صاحب نے فرمایا: ان کا ایک مرید بہت دن سے آئس کریم کی دعوت کے لئے اصرار کر رہا تھا۔ آج انہوں نے اس کی دعوت قبول کر لی ہے۔ لہٰذا ہمیں بھی اس دعوت میں شریک ہونا ہے۔ حقیقتاً یہ صرف آئس کریم کی دعوت نہیں تھی بلکہ رات کے مکمل کھانے کی تھی۔ جس میں آئس کریم صرف ایک جزء تھا۔ اس دعوت میں رات کے نو بج گئے۔ اب جو ہم نے دوبارہ اجازت طلب کی تو میاں صاحب نے کہا اب رات یہیں قیام کریں۔ ہمارے لئے بستر لگ چکے ہیں، صبح وہ خود اپنی کار میں ہمیں لے چلیں گے۔ فارسی کا مقولہ ہے: "آمدن بہ ارادت رفتن بہ اجازت" لہٰذا اسی پر عمل کیا گیا اور صبح کا ناشتہ کر کے میاں صاحب کے ہمراہ ان کی کار میں لاہور کے لئے روانہ ہو گئے۔ میاں صاحب نے ازراہِ کرم میری قیام گاہ واقع سنت نگر تک مجھے پہنچا دیا۔ ان سے جدا ہو کر میں دیر تک سوچتا رہا کہ اگر درگاہوں اور خانقاہوں کے سجادہ نشیں ایسی ہی زندگی گزارنے لگیں جیسی میاں جمیل احمد صاحب کی زندگی ہے تو عوام میں پیرانِ طریقت اور مشائخ عظام کے خلاف جو بدگمانی اور بدعقیدتی کی فضا پائی جاتی ہے وہ خود بہ خود ختم ہو جائے گی اور روحانیت کے جو سلسلے ہمارے ملک میں پھیلے ہوئے ہیں وہ اسلام کی خدمت اور اصلاح اخلاق کا بہتر ذریعہ ثابت ہوں گے۔

حضرت فخر المشائخ کے آستانہ عالیہ پر حاضری

قاضی ظہور احمد، مدیر پندرہ روزہ ''آوازِ نقشبند''

بچپن سے ہی شرقپور شریف سے وابستگی تھی۔ والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ، اعلیٰ حضرت شیر ربانی میاں شیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے دستِ حق پرست پر بیعت تھے، اعلیٰ حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ملفوظات کا ذکر ہر نشست میں ہوتا رہتا۔ ثانی لاثانی حضرت میاں غلام اللہ رحمۃ اللہ علیہ کا فیض بھی جاری تھا۔ ان حالات میں میرا شرقپور شریف سے متأثر ہونا ایک لازمی امر تھا۔ حضرت صاحبزادہ محمد عمر بیربلوی رحمۃ اللہ علیہ کا والد صاحب علیہ الرحمۃ سے محبت کا رشتہ تھا۔ باہم خط و کتابت بھی تھی۔ میں نے خود بھی دو ایک دفعہ والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے ہمراہ ان کی قدم بوسی کی تھی۔ میری دینی اور دنیوی تعلیم ادھوری تھی۔ اس لئے پوری توجہ اسی طرف تھی۔ بیعت کا سلسلہ کسی جگہ نہ تھا ہاں البتہ دل میں صاحبزادہ محمد عمر صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے بیعت کا خیال جاگزیں تھا۔ پھر وقت آیا کہ دل میں ہر وقت بیعت کا خیال رہنے لگا۔ یہ ۱۹۶۳ء کا زمانہ تھا۔ میں ملازمت اختیار کر چکا تھا۔ ایک دن میں نے بغرضِ اجازت والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ سے اظہار کیا۔ اور ساتھ ہی یہ بھی عرض کی کہ میرا خیال صاحبزادہ محمد عمر صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی غلامی اختیار کرنے کا ہے۔ والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ گہری سوچ میں پڑ گئے اور ایک بڑے توقف کے بعد فرمایا۔

صاحبزادہ محمد عمر صاحب رحمۃ اللہ علیہ آسمان شیر ربانی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک روشن مہتاب ہیں اور ان سے بیعت کرنا واقعی باعثِ فخر ہے لیکن میرے ذہن میں تین باتیں ہیں۔

۱ ...... اپنے مرکز کو چھوڑ کر کسی دوسری جگہ کا خیال نہیں کرنا چاہیے۔ خلفاء عظام جب بھی شرقپور شریف میں حاضر ہوتے ہیں تو صاحبزادگان کے سامنے دوزانو بیٹھتے ہیں۔ ادب کو ملحوظ رکھتے ہیں۔ اس لئے وابستگی صاحبزادگان سے ہی ہونی چاہیے۔

۲ ...... میرے خیال میں اگر انسان اپنے ہم عمر صاحبِ اجازت سے وابستگی اختیار کرے تو بہتر وہی ہے۔ کیونکہ زندہ مرشد سے کچھ حاصل کرنا آسان ہوتا ہے اور وفات پا جانیوالے مرشد سے صرف اہل لوگ ہی فیض حاصل کر سکتے ہیں۔ باقی کا فیض حاصل کرنا تقریباً ناممکن ہوتا ہے۔ ہم لوگ چراغِ سحری ہیں۔ اصولِ فطرت ہے کہ عمر رسیدہ لوگوں نے جانا ہوتا ہے۔ اس لئے میری تجویز تو یہی ہے کہ شرقپور شریف میں ہی بیعت ہونا چاہیے۔

۳ ...... صاحبزادہ میاں جمیل احمد صاحب، حضرت ثانی لاثانی میاں غلام اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا پورا پورا نقشہ ہیں۔ وہی اٹھنا بیٹھنا وہی بات کرنے کا انداز، وہی حلیمی، وہی شائستگی، وہی تبلیغ کا انداز، میرا مشورہ ہے ان کی غلامی اختیار کر لو۔ آج تمہیں شعور نہیں لیکن ایک وقت آئے گا کہ تم میری مراد سمجھ جاؤ گے۔ ایک بات اور بھی کہی، جس کا اس وقت اظہار مناسب نہیں۔ والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی نصیحت کے مطابق میں شرقپور شریف حاضر ہوا اور حضرت صاحبزادہ میاں جمیل احمد صاحب دامت برکاتہم سے وابستہ ہو گیا۔ میں یہ تو نہیں کہتا کہ مجھے والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی مراد سمجھ آ گئی ہے لیکن اب میں کچھ کچھ سمجھنے لگا ہوں۔ میں چونکہ کوئٹہ میں ملازم تھا اس لئے زیادہ آتا جاتا نہ تھا اور صرف عرس مبارک حضرت ثانی لاثانی میاں غلام اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر حاضری دیتا تھا۔ ۱۹۶۶ء میں مجھے اپنے ضلع میں ملازمت مل گئی، اب میں شرقپور شریف میں اکثر آتا جاتا رہا، جب شرقپور شریف سے ''تعلیمات مجدد'' نامی کتاب شائع ہوئی تو آپ نے ''ارشاداتِ مجدد'' کے عنوان سے ایک کتاب شائع کرائی جس میں ان تمام غلط فہمیوں کا ازالہ کیا گیا جو تعلیمات

مجدد میں پیدا کرنے کی کوشش کی گئی تھی۔ مجھے اس کے متن کو درست کرنے کا شرف حاصل ہوا اور دیباچہ بھی لکھنے کی سعادت حاصل ہوئی۔

آپ نے مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات کو عام کرنے کے لئے ''یوم مجدد'' کا آغاز کیا۔ اس یوم کی ابتداء جامع مسجد نقشبندیہ جہانگیر آباد شیخوپورہ سے کی گئی۔ پھر آپ نے یوم مجدد رحمۃ اللہ علیہ شہر شہر، کوچہ کوچہ، گلی گلی پھیلا دیا۔ مجھے بھی ایک دفعہ آپ کے ساتھ جانے کی سعادت حاصل ہوئی۔ میں آپ سے فاروق آباد ضلع شیخوپورہ میں ملنے کیلئے گیا تو وہاں سے آپ نے ساتھ لیا۔ ایک ہی دن میں سکھیکی، پنڈی بھٹیاں، چنیوٹ میں یوم مجدد علیہ الرحمہ کی کی تقاریب کی صدارت فرما کر رات جھنگ میں آرام فرمایا۔ اگلی صبح میونسپل ہال جھنگ میں تقریب ہوء، پھر ٹوبہ ٹیک سنگھ میں مختلف مساجد میں یوم مجدد منایا گیا، سب سے بڑا اجتماع جامع مسجد اکبری ٹوبہ ٹیک سنگھ میں ہوا۔

مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات کو عام کرنے کے لئے آپ نے صحتمند اور توانا کردار ادا کیا۔ آپ نے اس سلسلہ میں انتھک محنت اور کاوش سے کام لیا۔ نہ صرف آپ نے یوم مجدد رحمۃ اللہ علیہ پر خاص زور دیا بلکہ تحریری طور پر بھی آپ نے خاصی سعی فرمائی۔ طلباء کی رہنمائی کے لئے ''مسلک مجدد''، ''مقالاتِ مجدد'' اور ارشاداتِ مجدد رحمۃ اللہ علیہ کے ہزاروں پمفلٹ طبع کروا کر مفت تقسیم کئے۔ ماہنامہ ''نور اسلام'' شرقپور شریف کا مجدد الف ثانی نمبر جو کہ ۱۱۶۲ صفحات پر مبنی شائع کرایا، طلباء کو تعلیمات مجدد سے روشناس کرانے کے لئے مقالہ نگاری برائے مجدد الف ثانی ایوارڈ کے مقابلہ جات منعقد کئے، اوّل، دوم، سوم آنے والوں کو تمغہ جات بطورِ انعام دیئے۔ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے بارے میں ایک کتاب ''دی نقشبندیز'' اور حضرت شیخ ابوالحسن زید فاروقی صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی تصوف کی ایک کتاب کا بھی انگریزی میں ہی ترجمہ کروا کر مفت تقسیم کیں، تاکہ مغربی ذہن کے لوگوں میں بھی تعلیماتِ مجدد کا شعور پیدا ہو سکے۔

حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری صاحب دامت برکاتہم العالیہ کے دل میں مجدد

الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کے لئے ایک تڑپ ہے۔ جب بھی آپ مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کا ذکر فرماتے ہیں تو ان پر ایک خاص کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ راقم الحروف نے جب اپنی کتاب ''آفتاب سرہندی'' کا مسودہ پیش کیا تو آپ نے اسے چوم کر آنکھوں سے لگایا اور بڑی مسرت کا اظہار کیا اور جب چھپ کر آئی تو آپ نے پہلے سے بھی زیادہ خوشی کا اظہار کیا۔

اللہ تعالیٰ سے دعا ہے کہ آپ کا دستِ شفقت ہمیشہ ہمیشہ کے لئے ہمارے سروں پر رہے اور ہم دین و دنیا میں سرخرو ہوں۔ (آمین ثم آمین)

سفرنامۂ زیارت

حضرت فخر المشائخ میاں جمیل احمد صاحب مدظلہٗ

مرتب: حاجی محمد حیات نقشبندی مجدّدی

(ہمراہی: حاجی عبدالمجید صاحب فیصل آباد، حاجی محمد حیات صاحب جلیانہ ضلع لاہور)

مورخہ ۹۸-۸-۶ بروز جمعرات شرقپور شریف آستانۂ عالیہ شیر ربّانی سے لنگر ۱۲:۳۰ بجے کھایا اور ہیئر فائن ہوٹل لاہور روانہ ہوئے۔ روانگی ۵:۰۰ بجے تھی اس لئے کچھ دیر ہوٹل میں آرام کیا۔ ہوٹل کا منیجر میاں صاحب کا نیاز مند تھا اس نے بڑے اہتمام سے اے۔سی والا کمرہ تیار کر رکھا تھا۔

موسم بہت گرم تھا، سفر پر روانہ ہوتے وقت بزرگوں کے صدقے رحمت کی بارش شروع ہوگئی اور موسم خوشگوار ہوگیا۔ منیجر مذکور صاحبزادہ جمیل احمد صاحب شرقپوری کے پروگرام کے مطابق ۴:۰۰ بجے سے پیشتر اپنی سیاہ رنگ کی گاڑی میں ایئرپورٹ لاہور پہنچا کر واپس آ گئے۔

ایئرپورٹ پر پہنچے تو پی آئی اے کا منیجر حاجی عبدالمجید کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ آپ تاشقند جا رہے ہیں؟ جواب میں میاں صاحب نے کہا کہ ہاں۔ اس منیجر نے پوچھا اسلام آباد میں آپ کی رہائش کا انتظام موجود ہے؟ ہم نے کہا میاں صاحب تشریف

لاتے ہیں ان کو پتہ ہوگا۔ اسی اثنا میں وہاں حضرت میاں صاحب بھی تشریف لے آئے۔ وہ میاں صاحب کو اپنے کمرے میں لے گیا، تھوڑی دیر کے بعد عبدالمجید منیجر کے کمرے میں گیا۔ حضرت میاں صاحب نے فرمایا انہوں نے ہمارا رہائش کا انتظام کر دیا ہے۔ ہوٹل سے گاڑی ہمیں لینے آ رہی ہے، پندرہ منٹ پر پیراڈائز ہوٹل والوں کی گاڑی آ گئی ہمیں ہوٹل پیراڈائز لے گئی۔

ہوٹل کے جس کمرے میں ہم ٹھہرے، اس میں ٹیلیفون، ٹی وی اور اے۔سی کی سہولتیں میسر تھیں۔ ۹۸۔۸۔۷ بروز جمعۃ المبارک تقریباً ۱۰ بجے ان کی گاڑی ہمیں اسلام آباد ائیر پورٹ پر چھوڑنے آئی۔ سامان وغیرہ چیک ہوا اور بورڈنگ کارڈ ۴:۰۰ بجے مل گیا۔ جہاز ۵:۳۰ بجے اسلام آباد سے تاشقند کی طرف روانہ ہوا۔ ہمارا ساتھی جس نے ہمارے ساتھ رہنمائی کے لئے جانا تھا، وہ نہ پہنچ سکا، پریشانی لاحق ہوئی کہ زبان نہیں جانتے اور اجنبی ملک میں جا رہے ہیں۔ (ازبکستان) ۶:۳۰ بجے تاشقند میں جہاز لینڈ ہوا۔ اور ہم جہاز سے باہر آئے، اس وقت بھی ہمیں بہت پریشانی تھی، نہ ہم ان کی زبان سمجھتے ہیں اور نہ وہ ہماری بات سمجھتے تھے۔ حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبند بخاری رحمۃ اللہ علیہ کا تصرف ہی ہوا کہ ہمارا سارا مسئلہ حل ہو گیا۔ اسلام آباد سے جو ہمارے ہم سفر تھے، ان میں ایک ان کی زبان سمجھنے والا بھی تھا۔ جس نے ہماری مدد کر دی۔ اور ہمیں سکندر بھائی (جن کا تعلق بھابھا صدیق میمن سے تھا) ہمیں لینے آیا ہوا تھا، سامان لے کر باہر نکلے تو انہوں نے ہمارا سامان اپنی گاڑی میں رکھا اور ہمیں سوار کر کے بخت ہوٹل کسترتال روڈ میں لے گیا، ہماری رہائش کا انتظام کیا اور اسکر ہوٹل جو کہ قریب ہی تھا جہاں پاکستانی کھانے اچھے ملتے تھے اور مسلمان پکانے والے تھے وہاں سے ہمیں سکندر بھائی نے پرتکلف کھانا کھلایا۔ پھر انہوں نے اپنا ٹیلیفون نمبر دے کر اجازت لی۔ رات ہم ہوٹل میں ٹھہرے جہاں اکثریت پاکستانیوں کی تھی۔ اس لئے وہاں ہمیں کافی سہولت رہی۔ ہر آدمی بڑے اخلاق سے ملا۔ سیّد اعجاز حسین شاہ جو مردان کے رہنے والے تھے۔ کاروباری سلسلہ میں چار پانچ سال سے وہاں رہ رہے

ہیں، سے ملاقات ہوئی۔ شاہ صاحب نے ہمارے ساتھ بڑا اچھا سلوک کیا، ہمارے پاس ازبکستان کی کرنسی نہ تھی، ڈالر تھے۔ شاہ صاحب نے ہمیں چار ہزار سوم (کرنسی) دے دیئے کہ یہ استعمال کریں۔ ڈالر کیش کرائیں گے تو بعد میں مجھے واپس کر دیں۔ بالکل ناواقفیت میں ہم پر اتنا اعتماد کیا۔ یہ فیض شیر ربانیؒ ہے۔

اگلے دِن سکندر صاحب ہمارے پاس آئے۔ (۹۸-۸-۸ بروز ہفتہ) اور ہمیں اپنے دفتر میں لے گئے جہاں اس نے ہمارے لئے عبدالحمید ملتانی جو وہاں کی زبان سمجھتا تھا، ہماری رہبری کے لئے زیارات کے لئے تیار کیا تھا، اتفاق سے محمد مقیت نامی ایک شخص جو کہ لاہور کا رہنے والا تھا، اس کو بھی ساتھ تیار کر دیا گیا، ان کی ہمراہی میں ہم سیدھے ہوٹل اسکر میں کھانا کھانے کے لئے گئے۔ فارغ ہو کر ہم سمرقند جانے کے لئے بس اڈا گئے۔ ایک ٹیکسی والا کھڑا تھا، ۱۰۰ اسوم میں سمرقند تک کا کرایہ طے ہوا لیکن محمد مقیت لاہور کے پاس پاسپورٹ نہ تھا، وہ کہنے لگا کہ راستے میں چیکنگ ہوئی تو میں ذمہ دار نہیں ہوں گا۔

پھر ہم نے بس اڈا منیجر سے بات کی، اس نے ہم سے ۱۲۰۰ سوم سے لے کر تاشقند سے سمرقند جانے کا اجازت نامہ دے دیا۔ پھر ہم نے ۳۰۰۰ ہزار سوم عبدالمجید کو پانچ ٹکٹ کا کرایہ دے دیا۔ وہ ٹکٹ لایا اور ہم چھ بجے شام کی بس سے سمرقند کی طرف روانہ ہو گئے۔ رات بارہ بجے ہم سمرقند پہنچ گئے، شارک ہوٹل سمرقند میں دو کمرے کرایہ پر لئے، جن کا کرایہ دو ہزار سوم طے پایا۔ رات وہاں آرام سے کٹی اور صبح آٹھ بجے ناشتہ کیا اور وہاں سے ساڑے آٹھ بجے ایک ٹیکسی (۹۸-۸-۹ بروز اتوار) کرایہ پر لی۔ خواجہ عبید اللہ احرار ولیؒ کے دربار پر گئے، پہلے حضرت احرار ولیؒ کے مدرسہ میں پہنچے، بڑا عالیشان بنا ہوا تھا۔ جو کہ محمد نادر خان دیوان بیگ نے (۱۶۳۱ء سے ۱۶۳۶ء) پانچ سال میں تعمیر کیا تھا۔ وہ اس وقت بخارا کا وزیر خزانہ تھا اور اس کی کوئی اولاد نہ تھی۔ اس نے اپنی تمام جائیداد مدرسہ اور خانقاہ کے لئے وقف کر دی تھی۔ بہت نقش و نگار سے تعمیر ہوا۔ ستر سالہ کمیونسٹ حکومت کے دوران اس کی دیکھ بھال نہیں کی گئی، اب اس کی مرمت شروع ہے اور بزرگوں کا نام ستر

سال میں روشنی میں رہا۔

شمس الدین تاجی محکمہ آثار قدیمہ کی دیکھ بھال کے لئے سرکاری طور پر مامور تھا۔ وہ ہمیں بڑے اخلاق سے ملا، اس نے ہمیں بتایا کہ ایک سو بیس دن کے بعد مرمت مکمل ہو گی اور پڑھائی شروع ہو جائے گی، قریب ہی حضرت خواجہ عبید اللہ احرارؒ کی تربت شریف اور مسجد نقش و نگار سے آراستہ و پیراستہ ہے۔ حضرت خواجہ عبید اللہ احرارؒ کی پیدائش ۱۴۰۴ء میں ہوئی اور آپ نے تبلیغ دین میں کروڑوں پریشان لوگوں کو سکونِ قلب عطا فرمایا۔ آپ سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ کے روشن چراغ تھے، ۸۶ سال کی عمر پا کر ۱۴۹۰ء میں وصال فرمایا۔

یہاں مسجد کا خطیب حاجی رجب علی ملا، اس نے ہمیں بتایا کہ یہ قبر جو کہ حضرت خواجہ عبید اللہ احرارؒ کے احاطہ میں نمایاں تھی، محمد اسحاق خان والی افغانستان کی ہے۔ اس نے مرتے وقت وصیت کی تھی کہ مجھے حضرت خواجہ عبید اللہ احرارؒ کے قدموں میں دفن کیا جائے۔ آمد و رفت کی دشواری کے باوجود اتنی دور سے بادشاہ کا اپنے ملک میں دفن نہ ہونا اس کی انتہائی عقیدت مندی کا ثبوت تھا۔

جب حضرت خواجہ عبید اللہ احرارؒ کے دربار پر حاضری ہوئی تو سکونِ قلب نصیب ہوا جو گویا آپ کی روحانیتِ کاملہ کا ثبوت ہے۔ حاجی رجب علی نے فخر المشائخ حضرت میاں جمیل احمد صاحب شرقپوری کا بہت احترام کیا اور آپ کو اور آپ کے ساتھیوں کو لنگر بھی کھلایا اور الوداع کہنے کے لئے باہر سڑک تک آئے۔ ٹیکسی برائے زیارت امام بخاریؒ کے لئے کر لی۔ وہاں سے پچیس یا تیس کلومیٹر کا فاصلہ ہے۔ گیارہ بجے ہم حضرت امام بخاریؒ کے مزار پر انوار پر پہنچے۔ دربار شریف کی زیارت کی اور فاتحہ خوانی کی۔ حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری نے دعا فرمائی۔ سکونِ قلب حاصل ہوا اور رحمت کا نزول ہو رہا تھا۔ آپ کی مسجد اور مزار شریف تعمیر ہو رہا تھا۔ لکڑی پر نقش و نگار اور مینا کاری ہو رہی تھی۔ جو بہت قابل دید تھی۔ وہاں سے ہمیں معلوم ہوا کہ چالیس لاکھ ڈالر دربار شریف اور مسجد و مدرسہ کی تعمیر کے لئے میاں نواز شریف وزیر اعظم آف پاکستان نے دیئے ہیں اور مزید دینے کا

وعدہ بھی کیا ہے۔ دربار، مدرسہ اور مسجد حضرت امام بخاریؒ کے تعمیری منصوبے پر کروڑ ڈالر لاگت کا منصوبہ جاری ہے۔ دربار شریف پر بہت سے زائرین دور دراز سے آئے ہوئے تھے۔ بہت رونق تھی حالانکہ شہر سمرقند سے کافی دور ہے۔ بارہ بجے سمرقند واپس روانہ ہوئے۔ عبدالحمید نے بتایا کہ یہاں کسی بڑے ہوٹل پر پاسپورٹ رجسٹرڈ کرانا ضروری ہے۔ زرفشاں ہوٹل گئے، وہاں پاسپورٹ کی رجسٹریشن کرائی، ایک روز کے لئے تین کمرے ۱۴۰۰ سوم میں لئے اور رات قیام کیا۔

۹۸-۸-۱۰ بروز پیر ساڑھے آٹھ بجے صبح بخارا شریف کی طرف روانہ ہوئے۔ سمرقند سے زیارات کے لئے گاڑی دو سو ڈالر میں کی، جس نے زیارات کے بعد سمرقند سے بخاری شریف کی زیارت کرا کے واپس لانا تھا۔ سمرقند سے بخارا ۳۹۰ کلومیٹر ہے۔ راستے میں غجدوان ایک پہلو میں قصبہ واقع ہے۔ حضرت عبدالخالق غجدوانیؒ کا دربار عالیہ ہے۔ وہاں گئے، دربار شریف کا مین گیٹ نقش و نگار سے مرقع ہے۔ دربار شریف والا راستہ انگوری بیلوں سے آراستہ تھا۔ دربار شریف پہنچے، وضو کیا، دربار شریف پر حاضری دی۔

حضرت میاں جمیل احمد صاحب شرقپوری نے دعا فرمائی۔ دربار شریف کو عطر گلاب اور مجموعۂ انڈیا عطر محمد حیات نے لگایا۔ اور وہاں کے نقش و نگار دیکھ کر دل کو راحت ہوئی، یہاں دربار عالیہ پر لڑکی اور لڑکا شادی کے لئے آئے اور نکاح ہوا۔ المختصر آپ کا فیض جاری و ساری ہے۔

حالاتِ حاضرہ پر تبصرہ کرنے کے لئے واپس تاشقند چلتے ہیں۔ اذان مسجد کے احاطے میں بغیر سپیکر کے دی جاتی ہے۔ داڑھی پر پابندی ہے۔ بے پردگی عام ہے، شراب پر پابندی نہیں ہے۔ موجودہ حکمرانوں نے اسلامی شعائر پر پابندی لگا دی ہے اور بے حیائی اور شراب نوشی پر کوئی پابندی نہیں۔

تاشقند سے بخارا شریف ۸۰۰ کلومیٹر تک زرعی اجناس کپاس کی فصل کاشت شدہ ہے، جبکہ مکئی کی فصل خال خال ہے جو کہ چارہ کے لئے استعمال ہوتی ہے۔ اس علاقے میں

گائے دنبے کے ریوڑ ہیں اور راستہ میں جگہ جگہ سرکاری فارم ہیں اور ان میں ہر قسم کے زرعی آلات موجود تھے۔ کام کرنے کے لئے مرد، عورت سب اکٹھے کام کرتے ہیں۔ یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ ساری زمین ازبکستان ریاست کی سرکاری ملکیت ہے۔ کوئی ذاتی ملکیت نہیں ہے، اور وہاں کپاس کی فصل کی کاشت کے وقت کالجوں اور سکولوں کے لڑکے، لڑکیاں اور سرکاری ملازم بھی کام کرتے ہیں۔ آڑو، سیب، انگور، آلوچہ کے باغ عام ہیں۔ شہتوت کے درخت بہت زیادہ ہیں، گرما اور تربوز بھی ہیں۔ تین ٹائر والے ٹریکٹر بھی عام ہیں، آمدورفت کے لئے گاڑیاں آسانی سے مل جاتی ہیں اور جگہ جگہ پولیس چوکیاں ہیں، کہیں بدانتظامی نہیں، حکومت کا عوام پر مکمل کنٹرول ہے۔ زمین ہموار نہیں، نہری نظام بہت کم ہے۔ غجدوان سے بخارا شریف پہنچے اور وہاں کھانا کھایا، عموماً پہاڑی علاقہ ہے اور سردیوں میں چار ماہ برف باری ہوتی ہے جو بعد میں پگھل جاتی ہے اور زمین کو سیراب کرتی ہے۔ یہ نمی سارا سال قائم رہتی ہے۔ بجلی عام اور سستی ہے اس سے بسیں اور ٹرام بھی چلتی ہیں۔ گندم کی فصل گوداموں میں نکال کر اب دانہ توڑی علیحدہ کی جارہی ہے اور سورج مکھی کی فصل بھی عام ہے۔ ۸۰۰ کلومیٹر کے رستے میں کوئی بڑا شہر نہیں آیا۔ موٹر وے کی طرح سڑکیں بالکل ٹھیک تھیں، پٹرول ۳۰ سوم فی لیٹر ملتا ہے جو پاکستان ۱۰ روپے ہوتے ہیں۔ سڑکوں پر شیشم کے درخت بھی عام ہیں۔ راستے میں بہت سے کارخانے بھی سرکاری تحویل میں چلتے ہیں۔ سڑک کی حفاظت کے لئے بیدار عام تھے۔ غجدوان کی سرزمین فصلوں اور باغات سے لہراتی نظر آتی ہے۔ غجدوان شہر میں خرید وفروخت کی گہما گہمی تھی اور بہت خوبصورت شہر ہے۔

بخارا شریف پہنچے تو خوبصورتی کی مثال نہیں ملتی۔ بخارا شریف ہوٹل میں چھ افراد نے کھانا کھایا۔ ۱۰۰۰ سوم ادا کئے۔ بخارا شریف سے قصرِ عارفاں کی طرف اڑھائی بجے روانہ ہوئے اور تین بجے حضرت شاہ بہاؤالدین نقشبند بخارا کے دربارِ عالیہ میں حاضری ہوئی تو رقت طاری ہوگئی۔ آپ کی روحانیت کاملہ سے بہت فیض پایا اور یہاں پر دیدارِ مصطفیٰ ﷺ کی خوشنودی حاصل ہوئی۔

دربار شریف تقریباً آٹھ فٹ کی بلندی پر ہے اور روضہ شریف اس کے اوپر ہے۔ قبر شریف نظر نہیں آتی۔ حضرت صاحبزادہ میاں جمیل احمد شرقپوری کی معیّت میں دعا ہوئی اور تمام زیارات کی تصاویر بھی اتاری گئیں۔ شاہِ نقشبندؒ کی مسجد میں شیشہ کی چھت بنی ہوئی ہے۔ اس مسجد میں ظہر کی نماز ادا کی وہاں سے روانگی ہوئی، دو کلومیٹر پر حضرت شاہ شمس الدین میر کلالؒ کے دربار گوہر بار پر حاضری دی اور سکونِ قلب پایا اور آپ کی عزّت دل میں سما گئی۔ یہ سب فیض شیر ربانیؒ اور حضرت میاں جمیل احمد صاحب شرقپوری سرکار کی معیّت کی وجہ سے پایا۔ ساڑھے چار بجے شام حضرت بابا محمد سماسیؒ کے آستانہ عالیہ پر حاضری دی۔ وہاں ختم شجرہ شریف پڑھا گیا اور سکونِ قلب پایا۔ آپ کا فیضان جاری ہے۔ متولی دربار عالیہ حضرت بابا محمد سماسی نے حضرت میاں جمیل احمد شرقپوری کی خدمت میں ہر قسم کا پھل بطور تبرک پیش کیا۔ سب نے کھایا اور فیض پایا، بہت خوشی ہوئی۔ عبدالغنی نعیم گاڑی کا مالک وڈرائیور تھا۔ سب درباروں کی زیارت کر کے شام سوا چھ بجے واپس تاشقند کی طرف روانہ ہوگئے۔ صبح تین بجے بخت ہوٹل تاشقند پہنچ گئے اور آرام کیا۔

۹۸۔۸۔۱۱ کو ناشتہ کیا اور پھر پی آئی اے کے دفتر گئے اور ٹکٹ او کے کرایا اور واپس آ گئے۔ سامان اکٹھا کیا اور آرام کیا۔ صبح ۹۸۔۸۔۱۲ کو تاشقند بازار گئے۔ حاجی محمد حیات نے ۹۰۵۰ سوم میں کلائی گھڑی خریدی اور بعد میں پتہ چلا کہ تاشقند میں جامع مسجد میں حضرت عثمان غنی رضی اللہ عنہ کی شہادت کے وقت جو قرآن مجید آپ تلاوت فرمار ہے تھے (جو ہرن کی کھال پر لکھا ہوا ہے) اس قرآن مجید پر خون کے دھبے شہادت کے وقت پڑے تھے، موجود ہیں۔ جا کر قرآن مجید کی زیارت کی اور ظہر کی نماز ادا کی۔ حضرت میاں جمیل احمد صاحب نے دعا فرمائی اور سرکارِ مدینہ ﷺ کا فیض جاری تھا۔ جس سے تمام زائرین فیضیاب ہوئے۔ طلحہ شیخ جامع مسجد سے نکل کر سیدھے بخت ہوٹل آئے اور اپنا سامان لیا۔

وہاں راستے میں انڈر گراؤنڈ ریلوے سسٹم دیکھا جو سارے تاشقند میں پھیلا ہوا

ہے۔ چھ سوم کرایہ ہے اور جہاں مرضی ہو اتریں، ڈبے ائیر کنڈیشنڈ اور بڑی خوبصورت گاڑیاں ہیں۔

تاشقند شہر میں چارسو (چوطرفہ) بازار بہت مشہور ہے۔اس جگہ جامع مسجد چارسو ہے۔ یہ بازار اس مسجد سے ہی موسوم ہے۔ چارسو بازار میں عارضی طور پر بازار لگتا ہے۔ بہت خرید وفروخت ہوتی ہے۔ تین بجے دوپہر تاشقند ائیر پورٹ پہنچے، سامان چیک کرایا اور ائیر پورٹ کے اندر داخل ہو گئے۔ پاسپورٹ اور ٹکٹیں چیک کرائیں، جس میں حضرت میاں جمیل احمد صاحب کی ٹکٹ تاشقند سے کراچی تھی اور مجید صاحب اور حاجی حیات صاحب کی ٹکٹ لاہور کے لئے تھی۔ ساڑھے سات بجے تاشقند سے فلائٹ روانہ ہوئی اور یہ بھی تاجکستان المائتہ ائیر پورٹ کی طرف گئی اور ۹ بجے المائتہ ائیر پورٹ سے ۱۰ بجے پاکستان کے لئے روانہ ہوئی۔ بارہ بجے رات لاہور ائیر پورٹ پر پہنچے۔ اترے سامان پوچھا تو بتایا گیا کہ وہ تو المائتہ ائیر پورٹ تاجکستان میں اتر گیا اور جمعہ کو وہ پرواز آئے گی اس میں تمہارا سامان واپس مل جائے گا۔

غلام رسول منیجر ہیئر فائن ہوٹل لاہور ائیر پورٹ پر موجود تھا، ہمیں ساتھ لے کر کاشانۂ شیر ربانی داتا گنج بخش علی ہجویری پہنچے۔ گھنٹی بجائی، ماسٹر علی احمد انتظار میں تھے۔ ملاقات ہوئی، شربت سے ہماری تواضع کی گئی۔ ہم سو گئے۔ صبح اٹھ کر نماز فجر ادا کی۔ پھر آرام کیا ناشتہ کر کے پھر سفر کی تکان دور کرنے کے لئے سو گئے اور بارہ بجے اٹھے تو یہ سفرنامہ تحریر کرنا شروع کیا۔ جو یادداشت وہاں سے حاجی محمد حیات آف جلیانہ نے لکھوائی تھی، ماسٹر علی احمد شرقپوری نے اسے ابتدائی ترتیب دی اور سوا ایک بجے داتا صاحبؒ میں ظہر کی اذان کے بعد نماز پڑھی۔ حاضری دی اور خواجہ معین الدین چشتی اجمیریؒ کی چلّہ گاہ، شیخ سرہندی، شیخ لطیفی (جو حضرت داتا حضور کے خلیفۂ دوم ہیں) کے مزارات کی زیارت کی پھر آ کر کھانا کھایا اور سفرنامہ لکھنا شروع کیا اور ساڑھے بارہ بجے یہ مکمل ہو گیا۔

حوزۂ نقشبندیہ

حضرت فخر المشائخ صاحبزادہ میاں جمیل احمد صاحب دام برکاتہم نے سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ کے افکار و تعلیمات کی تحقیق کے لئے خالصتاً ایک علمی ادارے "حوزۂ نقشبندیہ" کی بنیاد رکھی ہے۔ اس ضمن میں صاحبزادہ صاحب خود فرماتے ہیں کہ:

ہم نے حالات اور زمانے کے پیش نظر اس سلسلہ کے اصل مأخذ (مخطوطات بزبان عربی، فارسی و ترکی) کو جدید تقاضوں اور اصولِ تحقیق کے مطابق ایڈٹ کروا کر شائع کروانے کا پروگرام بنایا ہے۔ ان مأخذ و مراجع کی کتابیات انگریزی و اُردو میں مرتب کر کے طبع کروائیں گے تا کہ اس موضوع پر تحقیق کرنے والوں کو سہولت ہو۔ ہم نے اپنا کتب خانہ پنجاب یونیورسٹی لاہور میں جمع کروا دیا ہے، جس میں نقشبندی سلسلہ کے مأخذ خصوصیت کے ساتھ جمع کیے جا رہے ہیں۔

ہم نے یورپ سے اس سلسلہ کی غیر مطبوعہ کتب کے عکس منگوانے کا بھی بیڑا اٹھایا ہے تا کہ اس پر کام کرنے والوں کو آسانی ہو، ہم نے لندن میں محفوظ مخطوطات کی مائیکروفلمز منگوا کر اس مشن کا آغاز کر دیا ہے۔ اور ان شاءاللہ جلد ہی وہاں کے کتب خانوں سے بھی ہمیں ان مخطوطات کے عکس وصول ہونا شروع ہو جائیں گے۔ ان شاءاللہ اس سلسلہ کی قدیم مطبوعات اب بآسانی دستیاب ہو سکیں گی۔ اسلئے اس موضوع پر تحقیق کرنے والوں کو

دعوت عام ہے کہ وہ ہمارے کتب خانے کی طرف رجوع کریں۔

خاص طور پر ہماری توجہ کا مرکز سلسلۂ نقشبندیہ کی ایک ایسی شخصیت ہے کہ جس کی فکری صلاحیتوں اور قوتِ ایمانی سے پورے برصغیر کے مسلمان ذہنی اور روحانی طور پر بیدار ہوئے۔ ہماری مراد حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ سے ہے۔

اس سلسلہ میں ہم نے اپنے مرکز میں علماء و محققین کا ایک بورڈ تشکیل دے دیا ہے۔ جو ان مراجع کی فہارس تیار کرے گا اور ان پر تحقیقی کام کرے گا۔

اس علمی و تحقیقی ادارے (حوزۂ نقشبندیہ) کے اغراض و مقاصد مندرجہ ذیل ہیں

☆ سلسلۂ نقشبندیہ کی ترویج و اشاعت کے لئے کوشش کرنا۔

☆ اس سلسلے میں علمی و تحقیقی کام کرنے کی ترغیب دینا۔

☆ سلسلۂ نقشبندیہ پر تحقیقی کام کرنے والوں کو ہر طرح سے معاونت کرنا۔

☆ اس سلسلے کی تاریخ، افکار و تعلیمات سے متعلق ایک جامع فہرس مرتب کر کے شائع کرنا جو اردو اور انگریزی میں ہو۔

☆ اس مقصد کے لئے ایک کتب خانے کا قیام جس میں اس سلسلے کے متعلق تمام مأخذ و مراجع مجتمع کئے جائیں۔

☆ بعض اکابر نقشبندی مشائخ کے یوم منانے کے لئے محافل کا قیام مثلاً

- حضرت خواجہ بہاؤ الدین نقشبندی بخاری ؒ
- حضرت خواجہ عبید اللہ احرار ؒ
- حضرت خواجہ باقی باللہ ؒ
- حضرت مولانا جامی ؒ
- حضرت مجدد الف ثانی شیخ احمد سرہندی ؒ
- حضرت شیخ آدم نبوڑی ؒ
- حضرت مرزا مظہر جان جاناں شہید ؒ

حوزۂ نقشبندیہ

حضرت فخر المشائخ صاحبزادہ میاں جمیل احمد صاحب دام برکاتہم نے سلسلۂ عالیہ نقشبندیہ کے افکار و تعلیمات کی تحقیق کے لئے خالصتاً ایک علمی ادارے ''حوزۂ نقشبندیہ'' کی بنیاد رکھی ہے۔ اس ضمن میں صاحبزادہ صاحب خود فرماتے ہیں کہ:

ہم نے حالات اور زمانے کے پیش نظر اس سلسلہ کے اصل مأخذ (مخطوطات بزبان عربی، فارسی و ترکی) کو جدید تقاضوں اور اصولِ تحقیق کے مطابق ایڈٹ کروا کر شائع کروانے کا پروگرام بنایا ہے۔ ان مأخذ و مراجع کی کتابیات انگریزی و اُردو میں مرتب کر کے طبع کروائیں گے تاکہ اس موضوع پر تحقیق کرنے والوں کو سہولت ہو۔ ہم نے اپنا کتب خانہ پنجاب یونیورسٹی لاہور میں جمع کروا دیا ہے، جس میں نقشبندی سلسلہ کے مأخذ خصوصیت کے ساتھ جمع کئے جا رہے ہیں۔

ہم نے یورپ سے اس سلسلہ کی غیر مطبوعہ کتب کے عکس منگوانے کا بھی بیڑا اٹھایا ہے تاکہ اس پر کام کرنے والوں کو آسانی ہو، ہم نے لندن میں محفوظ مخطوطات کی مائیکرو فلمز منگوا کر اس مشن کا آغاز کر دیا ہے۔ اور ان شاء اللہ جلد ہی وہاں کے کتب خانوں سے بھی ہمیں ان مخطوطات کے عکس وصول ہونا شروع ہو جائیں گے۔ ان شاء اللہ اس سلسلہ کی قدیم مطبوعات اب بآسانی دستیاب ہو سکیں گی۔ اسلئے اس موضوع پر تحقیق کرنے والوں کو

دعوت عام ہے کہ وہ ہمارے کتب خانے کی طرف رجوع کریں۔

خاص طور پر ہماری توجہ کا مرکز سلسلۂ نقشبندیہ کی ایک ایسی شخصیت ہے کہ جس کی فکری صلاحیتوں اور قوتِ ایمانی سے پورے برصغیر کے مسلمان ذہنی اور روحانی طور پر بیدار ہوئے۔ ہماری مراد حضرت مجدد الف ثانی علیہ الرحمۃ سے ہے۔

اس سلسلہ میں ہم نے اپنے مرکز میں علماء و محققین کا ایک بورڈ تشکیل دے دیا ہے۔ جو ان مراجع کی فہارس تیار کرے گا اور ان پر تحقیقی کام کرے گا۔

اس علمی و تحقیقی ادارے (حوزۂ نقشبندیہ) کے اغراض و مقاصد مندرجہ ذیل ہیں

☆ سلسلۂ نقشبندیہ کی ترویج و اشاعت کے لئے کوشش کرنا۔

☆ اس سلسلے میں علمی و تحقیقی کام کرنے کی ترغیب دینا۔

☆ سلسلۂ نقشبندیہ پر تحقیقی کام کرنے والوں کو ہر طرح سے معاونت کرنا۔

☆ اس سلسلے کی تاریخ، افکار و تعلیمات سے متعلق ایک جامع فہرس مرتب کر کے شائع کرنا جو اردو اور انگریزی میں ہو۔

☆ اس مقصد کے لئے ایک کتب خانے کا قیام جس میں اس سلسلے کے متعلق تمام مآخذ و مراجع مجتمع کئے جائیں۔

☆ بعض اکابر نقشبندی مشائخ کے یوم منانے کے لئے محافل کا قیام مثلاً

- حضرت خواجہ بہاؤالدین نقشبندی بخاریؒ
- حضرت خواجہ عبیداللہ احرارؒ
- حضرت خواجہ باقی باللہؒ
- حضرت مولانا جامیؒ
- حضرت مجدّد الف ثانی شیخ احمد سرہندیؒ
- حضرت شیخ آدم نبوڑیؒ
- حضرت مرزا مظہر جان جاناں شہیدؒ

- حضرت شاہ غلام علی دہلوی ؒ
- حضرت میاں شیر محمد شرقپوری ؒ

☆ نقشبندی سلسلے کے اہم مآخذ جدید تقاضوں ایڈٹ کرنا اور شائع کرنا۔

☆ یورپین زبانوں میں اہل سلسلہ کے قدیم واصیل مآخذ کے تراجم تحقیق وحواشی کے ساتھ شائع کرنا۔

ذخیرۂ کتب

(صاحبزادہ میاں جمیل احمد صاحب شرقپوری نقشبندی مجددی مدظلہٗ)

صاحبزادہ حضرت میاں جمیل احمد دامت برکاتہم نہ صرف علمی دنیا سے تعلق خاطر رکھتے ہیں بلکہ علمی دنیا سے وابستہ حضرات سے بھی بڑی عقیدت وارادت کا اظہار فرماتے رہتے ہیں۔ اہل علم حضرات سے ملاقات کو اپنے لئے سعادت گردانتے ہیں اور ان سے ملاقات کے لئے دور دراز کا سفر کرنے سے بھی ہرگز ہرگز گریز نہیں کرتے ہیں۔ صاحبان علم کو بڑی قدر کی نگاہ سے دیکھتے ہیں۔

آپ کا جو ذخیرۂ کتب تھا وہ ان صاحبانِ علم سے علمی مشاورت کے نتیجے میں ہی وجود میں آیا۔ نہایت کثیر تعداد میں آپ کے پاس علمی، دینی، تحقیقی اور ادبی کتب جمع ہو گئیں۔ آپ اپنے علمی ذوق کو پورا کرنے کے لئے نہ صرف مختلف اداروں میں تشریف لے جاتے، کتابیں دیکھتے اور ان کا مطالعہ کرتے ہیں بلکہ کئی اداروں سے کتابیں خرید بھی لاتے ہیں۔

صاحبزادہ صاحب نے اس سلسلے میں کئی ممالک کا سفر بھی فرمایا اور تبلیغ دین کے سلسلے میں بھی بڑی گراں قدر خدمات سرانجام دی ہیں۔ آپ سعودی عرب، افغانستان، ایران، عراق، ازبکستان، شام، کویت، بلجیم، ہالینڈ، پیرس (فرانس)، امصر اور بیت المقدس بھی تشریف لے گئے اور ان ممالک سے بھی کثیر تعداد میں آپ نے کتب خریدیں۔ جس

بناء پر آپ کے ہاں مختلف موضوعات کی کتب کا ایک ضخیم ذخیرہ جمع ہو گیا۔

آپ کے ہاں موجود کتبِ کثیرہ آپ کے ذوقِ مطالعہ کا منہ بولتا ثبوت تو ہیں ہی لیکن اس کے ساتھ ساتھ کتابوں کے ایک نادر خزانے کی بھی غمازی کرتی ہیں۔

صاحبزادہ صاحب نے ان کتب پر مشتمل ایک وسیع وعریض لائبریری بنوائی تھی۔ مگر اس کے لئے ایک پوری ٹیم کی ضرورت تھی جو لائبریری کے تقاضے پورے کرتی اور اس کا انتظام سنبھالتی۔ مگر ایسا ہونا ناممکن تھا اور جملہ کتب کے ضائع ہو جانے کا اندیشہ بھی دن بدن بڑھتا چلا جا رہا تھا۔ اور پھر ان کتب کو ایک منظّم لائبریری کی شکل دینے اور ذخیرۂ کتب کی حفاظت اور استعمال کے بارے میں کوئی مثبت حل بھی نہ مل رہا تھا۔ بالآخر آپ نے یہ تمام ذخیرۂ کتب (جو تعداد میں آٹھ ہزار سے زائد ہے) پنجاب یونیورسٹی (لاہور) کو بطور عطیہ عنایت کر دیا۔

پنجاب یونیورسٹی (لاہور) کی انتظامیہ نے آپ کے اس اقدام کو بہت سراہا ہے اور جملہ کتب کی فہرست (بنام: فہرست ذخیرۂ کتب صاحبزادہ میاں جمیل احمد شرقپوری نقشبندی مجددی) دو ضخیم جلدوں میں شائع بھی کی ہے۔ جلد اوّل ۷۵۲ صفحات پر مشتمل ہے جبکہ جلد ثانی ۶۶۱ صفحات پر مشتمل ہے۔ ان کتب کو مرتب کرنے کی سعادت سید جمیل احمد رضوی اور محمد معروف شرقپوری نے حاصل کی۔

فخر المشائخ حضرت صاحبزادہ میاں جمیل احمد شرقپوری دامت برکاتہم

کی نذر

o

بلم خوش تر بدیدار جمیل است
جہاں روشن ز "انوارِ جمیل" است

بہ للٰہی کراماتِ مجسم
ولایت یک سمن زارِ جمیل است

بہ افکار و بہ گفتار و بہ کردار
تواں گفتن کہ شہکارِ جمیل است

امیر و صوفی و درویش و عالم
کہ ہر کس بس طلبگارِ جمیل است

نہ ہر سخنے بود شایانِ شائش
نہ ہر حرفے سزاوارِ جمیل است

چہ دارد ذکرِ اُو طُرفہ حلاوت
سکونِ قلب اذکارِ جمیل است

نشانِ ثانی و شیرِ محمدؒ
چہ افکار و چہ آثارِ جمیل است

سراپائست چوں از ژنگِ مانی
چوں قندِ پا رس گفتارِ جمیل است

چہ داند ساقی و پیر مغاں را
کہ ایں تاثیر میخوارِ جمیل است

طالبِ دعا بندۂ حقیر:
صدیق تاثیرؔ (شیخوپورہ)

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَفْضَلُ الذِّکْرِ

لَا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰہِ

شجرۂ منثورہ

حضرت میاں شیر محمد صاحب قدس سرہ العزیز

تا جمیع حضرات نقشبندیہ مجدّدیہ عالیہ رحمۃ اللہ علیہم اجمعین

وحضرت ثانی صاحب قبلہ علیہ الرحمۃ (مع تاریخ وصال ومزار شریف)

(۱) الٰہی بحرمت حضرت سیّد المرسلین خاتم النبیین رحمۃ للعالمین سیّدنا وشفیعنا ووسیلتنا فی الدّارین حضرت محمد مصطفیٰ ﷺ ۱۲ ربیع الاوّل ۱۱ھ۔ مدینہ منورہ

(۲) الٰہی بحرمت صدّیق اکبر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ

۲۳ جمادی الثانی ۱۳ھ۔ مدینہ طیبہ

(۳) الٰہی بحرمت حضرت سلمان فارسی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۱۰ رجب ۲۳ھ۔ مدائن

(۴) الٰہی بحرمت حضرتِ امام قاسم بن محمد بن ابی بکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

۱۴ جمادی الاوّل ۱۰۱ھ۔ مدائن

(۵) الٰہی بحرمت حضرت امام جعفر صادق رحمۃ اللہ علیہ

۱۵ رجب ۱۴۸ھ۔ مدینہ منورہ

(۶) الٰہی بحرمت حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ ۱۴ شعبان ۲۶۱ھ۔ بسطام

(۷) الٰہی بحرمت حضرت خواجہ ابوالحسن خرقانی رحمۃ اللہ علیہ

۱۰ رمحرم الحرام ۴۲۵ھ، خرقان

(۸) الٰہی بحرمت حضرت خواجہ ابو علی فارمدی رحمۃ اللہ علیہ

۴ رربیع الاوّل ۴۷۷ھ، طوس

(۹) الٰہی بحرمت حضرت خواجہ یوسف ہمدانی رحمۃ اللہ علیہ

۲۷ رجب ۵۳۵ھ مرو

(۱۰) الٰہی بحرمت حضرت خواجہ عبدالخالق غجدوانی رحمۃ اللہ علیہ

۱۲ رربیع الاوّل ۵۷۵ھ۔ غجدوان

(۱۱) الٰہی بحرمت حضرت خواجہ عارف ریوگری رحمۃ اللہ علیہ

یکم شوال ۶۱۶ھ ریوگر قریب بخارا

(۱۲) الٰہی بحرمت حضرت خواجہ الخیر فغنوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ

۷۱۵ھ انجیر فضنہ

(۱۳) الٰہی بحرمت حضرت خواجہ راتینی رحمۃ اللہ علیہ

۲۸ رذی قعدہ ۷۲۱ھ خوارزم علاقہ بخارا

(۱۴) الٰہی بحرمت حضرت خواجہ محمود بابا سماسی رحمۃ اللہ علیہ

۱۰ رجمادی الثانی ۷۵۵ھ سماس قریب بخارا

(۱۵) الٰہی بحرمت حضرت خواجہ امیر کلال رحمۃ اللہ علیہ

۸ رجمادی الاوّل ۷۷۲ھ سورخا قریب بخارا

(۱۶) الٰہی بحرمت حضرت امام الطریقت والشریعت خواجہ بہاؤالدین نقشبند علیہ الرحمۃ

۳ رربیع الاوّل ۷۹۱ھ قصرِ عارفاں بخارا

(۱۷) الٰہی بحرمت حضرت خواجہ علاؤالدین عطار رحمۃ اللہ علیہ
۲۰ رجب ۸۰۲ھ نوحفانیاں

(۱۸) الٰہی بحرمت حضرت مولانا یعقوب چرخی رحمۃ اللہ علیہ
۵ صفر ۸۵۱ھ ، ہلغنور

(۱۹) الٰہی بحرمت حضرت خواجہ عبیداللہ احرار رحمۃ اللہ علیہ
۲۹ ربیع الاوّل شریف ۸۹۵ھ، سمرقند

(۲۰) الٰہی بحرمت حضرت مولانا زاہد ولی رحمۃ اللہ علیہ یکم ربیع الاوّل ۹۳۹ھ موضع وحش

(۲۱) الٰہی بحرمت حضرت مولانا محمد درویش رحمۃ اللہ علیہ
۲۹ محرم ۹۰۷ھ اسقراء مضافات ماوراءالنہر

(۲۲) الٰہی بحرمت حضرت خواجہ محمد امکنگی رحمۃ اللہ علیہ
۲۲ شعبان ۱۰۰۹ھ موضع امکنہ نزد بخارا

(۲۳) الٰہی بحرمت حضرت خواجہ محمد باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ ۲۵ جمادی الثانی ۱۰۱۲ھ، دہلی

(۲۴) الٰہی بحرمت حضرت امام ربانی مجدد الف ثانی شیخ احمد فاروقی رحمۃ اللہ علیہ
۲۸ صفر ۱۰۳۴ھ سرہند شریف

(۲۵) الٰہی بحرمت حضرت محمد سعید رحمۃ اللہ علیہ ۲۸ جمادی الثانی ۱۰۷۰ھ سرہند شریف

(۲۶) الٰہی بحرمت حضرت محمد معصوم رحمۃ اللہ علیہ
۹ ربیع الاوّل شریف ۱۰۷۹ھ سرہند شریف

(۲۷) الٰہی بحرمت حضرت خواجہ عبدالاحد رحمۃ اللہ علیہ
۲۷ ذوالحجہ ۱۱۲۶ھ سرہند شریف

(۲۸) الٰہی بحرمت حضرت محمد حنیف پارسا رحمۃ اللہ علیہ
یکم صفر المظفر ۱۰۲۳ھ بامیان از توابع کابل

(۲۹) الٰہی بحرمت حضرت خواجہ زکی رحمۃ اللہ علیہ ۱۱۴۳ھ، متنگی لافی۔

(۳۰) الٰہی بحرمت حضرت خواجہ شیخ محمد رحمۃ اللہ علیہ ۹ ذوالحجہ مکہ مکرمہ

(۳۱) الٰہی بحرمت حضرت خواجہ محمد زمان رحمۃ اللہ علیہ
۴ ذی قعدہ ۱۱۸۸ھ حیدر آباد سندھ لواری شریف ضلع بدین

(۳۲) الٰہی بحرمت حضرت خواجہ حاجی احمد رحمۃ اللہ علیہ
۱۲۲۳ھ موضع قاضی احمد علاقہ سندھ

(۳۳) الٰہی بحرمت حضرت خواجہ شاہ حسین رحمۃ اللہ علیہ
رتر چھتر شریف مکان شریف پنجاب

(۳۴) الٰہی بحرمت حضرت امام علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ
۱۳ر شوال ۱۲۸۲ھ رتر چھتر مکان شریف پنجاب

(۳۵) الٰہی بحرمت حضرت خواجہ صادق علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ مکان شریف پنجاب

(۳۶) الٰہی بحرمت حضرت خواجہ امیر الدین رحمۃ اللہ علیہ
۹ر ذی قعدہ ۱۳۳۱ھ کوٹلہ پنجو بیگ ضلع شیخوپورہ

(۳۷) الٰہی بحرمت حضرت غوث زمان قطب دوراں شیر ربانی سیّدنا حضرت میاں شیر محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ ۳ر ربیع الاوّل شریف ۱۳۴۷ھ شرقپور شریف ضلع شیخوپورہ

(۳۸) الٰہی بحرمت زبدۃ العارفین قدوۃ السالکین سیّدنا و مرشدنا میاں غلام اللہ صاحب رحمۃ اللہ علیہ، ۷ر ربیع الاوّل ۱۳۷۷ھ شرقپور شریف

اَسۡتَغۡفِرُ اللّٰہَ الَّذِیۡ

لَا اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ الۡحَیُّ الۡقَیُّوۡمُ

وَاَتُوۡبُ اِلَیۡہِ ۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ○

شجرۂ منظومہ

اعلیٰ حضرت قبلہ شیر ربانی میاں شیر محمد شرقپوری

و حضرت میاں غلام اللہ صاحب شرقپوری

(از علامہ حکیم سیّد علی احمد نیر واسطی رحمۃ اللہ علیہ)

ہزار بار بشویم دہن ز مشک و گلاب

ہنوز نام تو گفتن کمال بے ادبی ست

بخش دے یا رَبّ تجھے اپنی سخا کا واسطہ
رحم فرما شافع روزِ جزا ﷺ کا واسطہ

صدق دے یا رَبّ مجھے صدیق اکبرؓ کے لئے
فقر دے سلمانؓ محبوب پیمبر کے لئے

حضرت قاسمؒ کا صدقہ میری بگڑی کو بنا
حضرت جعفرؒ کا صدقہ دے مرے دل کو ضیاء

رکھ مجھے با عافیت بہرِ جناب بایزیدؒ
ابو الحسنؒ کا واسطہ دے مجھ کو نصرت کی نوید

بو علیؒ کا واسطہ کر دے میری مشکل کو حل
دے مجھے علمِ طریقت اور توفیق عمل !

بہرِ یوسفؒ قید غم سے دہر میں آزاد کر !
عبدِ خالق کے لئے عقبیٰ میں مجھ کو شاد کر

حضرت عارفؒ کے صدقے میں مجھے عرفان دے
حضرت محمودؒ کا صدقہ مجھے ایمان دے

واسطہ خواجہ علیؒ کا فقر درویشانہ دے
واسطہ بابا سماسیؒ کا دِل دیوانہ دے

اے خدا بہر جناب شیر حق میر کلالؒ
حرص دنیا کو مرے بت خانۂ دل سے نکال

دے مجھے صبر و رضا صدقہ بہاؤ الدینؒ کا
کر مجھے صحت عطا صدقہ علاؤ الدینؒ کا

دے میرے دل کو سکوں یعقوب چرخیؒ کے طفیل
حضرت احرارؒ کے صدقہ میں دھو دے دل کا میل

حضرت زاہدؒ کے صدقے میں مجھے زاہد بنا
حضرت درویش کے صدقہ میں دے فقر و غنا

خواجہ املنگیؒ کا صدقہ داغِ عصیاں کو مٹا
حضرت باقیؒ کا صدقہ دے بقا بعد الفنا

شیخ احمدؒ کے لئے غیروں کی منّت سے بچا
صرف اپنا ہی مجھے محتاج رکھ اے کبریا

کھول دے دل کی کلی بہر سعیدؒ نامدار
تا کہ میرے گلشنِ امید میں آئے بہار

حضرت معصومؒ کا صدقہ دکھا کوئے رسول
بس رہی ہے جس میں ابتک بوئے گیسوئے رسول

واسطہ عبدالاحدؒ کا مالک ارض و سما
کر مجھے ایمان اور توحید کی دولت عطا

اے خدا بہر جناب خواجہ حنفیؒ پارسا
وقت آخر نزع کی تکلیف سے مجھ کو بچا

بخش دے شیخ محمدؒ کے لئے میری خطا
واسطہ خواجہ زکیؒ کا اپنی الفت کر عطا

واسطہ خواجہ زمانؒ کا دے مجھے ذوقِ فنا
بہر احمدؒ قبر میں ہو نورِ احمد ﷺ کی ضیاء

اے خدا بہر جناب خواجہ حاجی شاہ حسینؒ
دے میرے بے چین دل کو دین اور دنیا میں چین

حشر میں جب ہو ترے دربار میں میرا قیام
ہاتھ میں ہو میرے دامانِ نبی بہر امامؒ

بہر حضرت میر صادقؒ صاحبِ صدق و صفا
سرخرو رکھ دو جہاں میں مجھ کو اے میرے خدا

واسطہ یا رب تجھے خواجہ امیر الدینؒ کا
دے مجھے علم و حیا رزق و شفا صبر و غنا

واسطہ دیتا ہوں یارب میں تجھے اس نام کا
جو ہمیشہ تیری محبوبی کے گن گاتا رہا!

عشق میں جس کے دل حسرت زدہ دیوانہ ہے
شرقپور اب جس کے باعث نور کا کاشانہ ہے

اے خدا کیا نام پیارا ہے تیرے محبوب کا
حضرت شیر محمدؒ صاحبِ جود و سخا

قطب دوراں شیخِ عالم ہادی راہِ صفا
نائب شمس الضحٰی بدر الدجیٰ صدر العلیٰ

اے خدا صدقہ میاں صاحبؒ کے نام پاک کا
حشر میں ہم عاصیوں کو ظلِّ رحمت میں چھپا

واسطہ یا رب تجھے حضرت غلام اللہؒ کا
تابع احکام کر مجھ کو کلام اللہ کا

حضرت ثانیؒ کا صدقہ اے میرے ربّ قدیر
کر مرے سینے کو انوارِ نبی سے مستنیر

بہر حضرت ثانی لاثانی جناب قبلہ گاہ
ہم سیہ کاروں کو اپنی رحمتوں میں دے پناہ

ثانی اثنین کے صدقے میں اے ربّ جلیل
دو جہاں کی زندگی ہو زیر و امانِ جمیل

رَبِّ اغْفِرْلِیْ وَلِوَالِدَیَّ وَ جَمِیْعِ الْمُؤْمِنِیْنَ بِحُرْمَةِ هٰذِهِ الْاَسْمَاءِ كُلِّهَا رَبَّنَا اٰتِنَا فِی الدُّنْیَا حَسَنَةً وَّ قِنَا عَذَابَ النَّارِ ط وَ صَلَّى اللّٰهُ عَلٰى خَیْرِ خَلْقِهٖ وَ نُوْرِ عَرْشِهٖ سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِهٖ وَ اَصْحَابِهٖ وَسَلَّمَ oط

تاریخ وفات قبلہ حضرت میاں صاحب علیہ الرحمۃ

چو مولائے قبلہ شرقپوری ز دنیا شد رواں باکلام و آرام
وصالِ شیر حق شیر محمد شدہ سال وصالش اے نیکونام

۱۳۴۷ھ

صَلَّی اللّٰہُ عَلٰی حَبِیْبِہٖ سَیِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ وَ سَلَّمَ o

(رحمت فرمائے اللہ اپنے حبیب ہمارے سردار محمد ﷺ پر اور ان کی اولاد اور ان کے اصحاب پر اور (ان تمام پر) سلامتی ہو۔

درودِ خضری کے بعد 30 مرتبہ یہ پڑھیں۔

الصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلَیْکَ یَا رَسُوْلَ اللّٰہِ

وعلٰی اٰلِکَ وَ اَصْحَابِکَ یَا حَبِیْبَ اللّٰہِ

اس کے بعد 3 مرتبہ یہ اشعار پڑھیں۔

جسے کہتے ہے دنیا محمد ﷺ کا شیر
اس کی نورانی تربت پہ لاکھوں سلام

پیر ثانی لاثانی " شمع ھدیٰ
رازدارِ حقیقت پہ لاکھوں سلام

دین و دنیا میں لاثانی " جامِ کرم
ایسی زندہ کرامت پہ لاکھوں سلام

پیارے مرشد ، مربی و محسن ادا
شرع و سنّت کی دولت پہ لاکھوں سلام

جس کا بحرِ محبت ہے خاموش تر
اس کی روحانی عظمت پہ لاکھوں سلام

آیۃ الکرسی:

اَللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ج اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّ لَا نَوْمٌ ط لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ ط مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ط يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَ مَا خَلْفَهُمْ ج وَ لَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖ اِلَّا بِمَا شَاءَ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ ط وَلَا يَئُوْدُهٗ حِفْظُهُمَا وَ هُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ط

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ o

لَقَدْ جَاءَكُمْ رَسُوْلٌ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ عَزِيْزٌ عَلَيْهِ مَا عَنِتُّمْ حَرِيْصٌ عَلَيْكُمْ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ o فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ط عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَ هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ o ط

طریقہ ختم مجددیہ

(۱) درود شریف ۱۰۰بار

(۲) لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ ۵۰۰بار

(۳) درود شریف ۱۰۰بار

طریقہ ختم معصومیہ

(۱) درود شریف ۱۰۰بار

(۲) لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ سُبْحَانَكَ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظَّالِمِيْنَ ۵۰۰بار

(۳) درود شریف ۱۰۰بار

طریقہ ختمِ خواجگان

(۱) سورۃ الحمد مع بسم اللہ .... سات بار

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ .

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ○ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ○ اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ○ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ○ غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ○

(۲) درود شریف .... ایک سو بار

صَلَّى اللّٰهُ عَلٰى حَبِيْبِهٖ سَيِّدِنَا مُحَمَّدٍ وَّ اٰلِهٖ وَ اَصْحَابِهٖ وَ سَلَّمَ .

(رحمت فرمائے اللہ اپنے حبیب ہمارے سردار محمد ﷺ پر ان کی اولاد پر اوران کے اصحاب پر اور (ان تمام پر) سلامتی ہو۔

(۳) سورۃ الم نشرح مع بسم اللہ ہر دفعہ .... اناسی (۷۹) بار

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ .

اَلَمْ نَشْرَحْ لَكَ صَدْرَكَ ○ وَ وَضَعْنَا عَنْكَ وِزْرَكَ ○ الَّذِيْٓ اَنْقَضَ ظَهْرَكَ ○ وَرَفَعْنَا لَكَ ذِكْرَكَ ○ فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ○ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ○ فَاِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ ○ وَ اِلٰى رَبِّكَ فَارْغَبْ ○

(۴) سورۃ اخلاص یعنی قل ھو اللہ مع بسم اللہ ہر دفعہ .... ایک ہزار بار

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ .

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ○ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ○ لَمْ يَلِدْ ○ وَ لَمْ يُوْلَدْ ○ وَ لَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ○

(۵) سورۃ الحمد شریف مع بسم اللہ .... سات بار

(۶) درود شریف .... ایک سو بار

(۱) یَا قَاضِیَ الْحَاجَاتِ .... ایک سو بار

(۲) یَا کَافِیَ الْمُهِمَّاتِ .... ایک سو بار

(۳) یَا دَافِعَ الْبَلِیَّاتِ .... ایک سو بار

(۴) یَا رَافِعَ الدَّرَجَاتِ .... ایک سو بار

(۵) یَا شَافِیَ الْاَمْرَاضِ .... ایک سو بار

(۶) یَا مُسَبِّبَ الْاَسْبَابِ .... ایک سو بار

(۷) یَا مُحَلِّلَ الْمُشْکِلَاتِ .... ایک سو بار

(۸) یَا مُجِیْبَ الدَّعْوَاتِ .... ایک سو بار

(۹) یَا اَرْحَمَ الرَّاحِمِیْن .... ایک سو بار

پھر ہاتھوں کو اٹھا کر دعا مانگے اور فاتحہ پڑھ کر خواجگان نقشبندیہ کی ارواحِ مقدسہ کو ایصالِ ثواب کرے۔

طریقہ ختم شریف

هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۝ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ ۝ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ ۝ هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۝ اَلْمَلِکُ الْقُدُّوْسُ السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَیْمِنُ الْعَزِیْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَکَبِّرُ ۝ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا یُشْرِکُوْنَ ۝ هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَاءُ الْحُسْنٰی یُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۝ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ ۝

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

قُلْ یٰاَیُّهَا الْکٰفِرُوْنَ ۝ لَا اَعْبُدُ مَا تَعْبُدُوْنَ ۝ وَ لَا اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَا اَعْبُدُ ۝ وَ لَا اَنَا عَابِدٌ مَّا عَبَدْتُّمْ ۝ وَ لَا اَنْتُمْ عٰبِدُوْنَ مَا اَعْبُدُ ۝ لَکُمْ دِیْنُکُمْ وَلِیَ دِیْنِ ۝

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم.

قُلْ ھُوَ اللّٰہُ اَحَدٌ ○ اَللّٰہُ الصَّمَدُ ○ لَمْ یَلِدْ ○ وَلَمْ یُوْلَدْ ○ وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ کُفُوًا اَحَدٌ ○

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم.

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ الْفَلَقِ ○ مِنْ شَرِّ مَا خَلَقَ ○ وَ مِنْ شَرِّ غَاسِقٍ اِذَا وَقَبَ○وَ مِنْ شَرِّ النَّفّٰثٰتِ فِی الْعُقَدِ ○ وَ مِنْ شَرِّ حَاسِدٍ اِذَا حَسَدَ ○

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم .

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ○ مَلِکِ النَّاسِ ○ اِلٰہِ النَّاسِ ○ مِنْ شَرِّ الْوَسْوَاسِ الْخَنَّاسِ ○الَّذِیْ یُوَسْوِسُ فِیْ صُدُوْرِ النَّاسِ ○مِنَ الْجِنَّۃِ وَالنَّاسِ ○

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم .

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم ○مَالِکِ یَوْمِ الدِّیْنِ ○ اِیَّاکَ نَعْبُدُ وَ اِیَّاکَ نَسْتَعِیْنُ ○اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ○ط صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ ○غَیْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَیْھِمْ وَلَا الضَّآلِّیْنَ ○

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم .

الٓمّٓ ○ ذٰلِکَ الْکِتَابُ لَا رَیْبَ فِیْہِ ج ھُدًی لِّلْمُتَّقِیْنَ ○ الَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِالْغَیْبِ وَ یُقِیْمُوْنَ الصَّلٰوۃَ وَ مِمَّا رَزَقْنٰھُمْ یُنْفِقُوْنَ ○ وَالَّذِیْنَ یُؤْمِنُوْنَ بِمَا اُنْزِلَ اِلَیْکَ وَ مَا اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِکَ وَ بِالْاٰخِرَۃِ ھُمْ یُوْقِنُوْنَ ○ اُولٰٓئِکَ عَلٰی ھُدًی مِّنْ رَّبِّھِمْ وَ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○

درودِ تاج

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْم .

اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی سَیِّدِنَا وَ مَوْلَانَا مُحَمَّدٍ صَاحِبِ التَّاجِ وَالْمِعْرَاجِ وَ

الْبُرَاقِ وَالْعَلَمِ ط دافِعِ الْبَلَاءِ وَ الْوَبَاءِ وَالْقَحْطِ وَ الْمرضِ وَ الْاَلَمِ ط اِسْمُهٗ مَكْتُوْبٌ مَّرْفُوْعٌ مَّشْفُوْعٌ مَّنْقُوْشٌ فِي اللَّوْحِ وَ الْقَلَمِ ط سَيِّدِ الْعَرَبِ وَالْعَجَمِ ط جِسْمُهٗ مَكْتُوْبٌ مَرْفُوْعٌ مَّشْفُوْعٌ مَّنْقُوْشٌ فِي اللَّوْحِ والْقَلَمِ ط سَيِّدِ الْعَرَبِ وَالْعَجَمِ ط جِسْمُهٗ مُقَدَّسٌ مُّعَطَّرٌ مُّطَهَّرٌ مُّنَوَّرٌ فِي الْبَيْتِ وَ الْحَرَمِ ط شَمْسِ الضُّحٰى بَدْرِ الدُّجٰى صَدْرِ الْعُلٰى نُوْرِ الْهُدٰى كَهْفِ الْوَرٰى مِصْبَاحِ الظُّلَمِ ط جَمِيْلِ الشِّيَمِ ط شَفِيْعِ الْاُمَمِ ط صَاحِبِ الْجُوْدِ وَ الْكَرَمِ ط وَاللّٰهُ عَاصِمُهٗ وَجِبْرِيْلُ خَادِمُهٗ والْبُرَاقُ مَرْكَبُهٗ وَ الْمِعْرَاجُ سَفَرُهٗ وَ سِدْرَةُ الْمُنْتَهٰى مَقَامُهٗ وَ قَابَ قَوْسَيْنِ مَطْلُوْبُهٗ وَالْمَطْلُوْبُ مَقْصُوْدُهٗ وَالْمَقْصُوْدُ مَوْجُوْدُهٗ سَيِّدِ الْمُرْسَلِيْنَ خَاتَمِ النَّبِيِّنَ شَفِيْعِ الْمُذْنِبِيْنَ اَنِيْسِ الْغَرِيْبِيْنَ رَحْمَةٍ لِّلْعٰلَمِيْنَ رَاحَةِ الْعَاشِقِيْنَ مُرَادِ الْمُشْتَاقِيْنَ شَمْسِ الْعَارِفِيْنَ سِرَاجِ السَّالِكِيْنَ مِصْبَاحِ الْمُقَرَّبِيْنَ مُحِبِّ الْفُقَرَاءِ وَ الْغُرَبَاءِ وَالْمَسَاكِيْنَ سَيِّدِ الثَّقَلَيْنِ نَبِيِّ الْحَرَمَيْنِ اِمَامِ الْقِبْلَتَيْنِ وَسِيْلَتِنَا فِي الدَّارَيْنِ صَاحِبِ قَابَ قَوْسَيْنِ مَحْبُوْبِ رَبِّ الْمَشْرِقَيْنِ وَ رَبِّ الْمَغْرِبَيْنِ جَدِّ الْحَسَنِ وَ الْحُسَيْنِ مَوْلَانَا و مَوْلَى الثَّقَلَيْنِ اَبِي الْقَاسِمِ مُحَمَّدِ ابْنِ عَبْدِ اللّٰهِ نُوْرٍ مِّنْ نُّوْرِ اللّٰهِ يٰاَيُّهَاالْمُشْتَاقُوْنَ بِنُوْرِ جَمَالِهٖ صَلُّوْا عَلَيْهِ وَ اٰلِهٖ وَ اَصْحَابِهٖ وَ سَلِّمُوْا تَسْلِيْمًا. ط

وز برائے حضرت امام علی شاہ پیر روشن ضمیر
با فلک ولایت چوں بدر منیر

وز برائے حضرت خواجہ امیر الدینؒ ولی
آنکہ چوں خضر است پیر کامل مرد جلی

وز برائے حضرت شیر محمدؒ بدر عید
آں کہ از تیغ محبت کرد بسمل ہر کہ دید

وز برائے حضرت ثانی غلام اللہؒ پیر
مرشدِ اہلِ طریقت مظہر فیض کثیر

وز برائے آں میاں جمیل احمد صاحبِ کمال
جامع علم و عمل در خیر و خوبیؔ بے مثال

سوزِ دل

حضرت میاں صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا جنازہ دیکھ کر
حکیم علی احمد صاحب نیر واسطی نے مندرجہ ذیل سوزِ دل لکھا ہے۔

شان و شوکت سے یہ کس دُولہا کی آتی ہے بارات
تھر تھراتے ہیں فرشتے کانپتی ہے کائنات

ہر زبردست اس کی سطوت کے مقابل زیر ہے
یہ کوئی شاید محمد کا بہادر شیر ہے

☆☆

آج اٹھی یہ کس عاشق کی میت دھوم سے
وصل ہے کس کا خدائے قادر و قیوم سے

کس جنید وقت کی میّت چلی آتی ہے یہ
قدسیوں کو عصمت و عفت میں شرماتی ہے یہ

لوگ کہتے ہیں ہوا شیر محمدؒ کا وصال
اٹھ گئے گویا ابوذرؓ ہو گئے رخصت بلالؓ

یہ شکلیں پھر نہ دکھائے گی دنیا دیکھ لو
مصطفےٰ ﷺ کے عاشقوں کی شکلِ زیبا دیکھ لو

ملّت مرحوم کے ماتم میں اب روئے گا کون
دامنوں سے داغہائے معصیت دھوئے گا کون

اے زمینِ شرقپور شیرِ الٰہی کی کچھار
دفن ہوتا ہے تیری مٹی میں شیرِ کردگار

ہے دعا نیّر کی برسے تجھ پہ بدلی نور کی
ہو ہمیشہ تجھ پہ نور افشاں تجلّی طور کی

اے ماہ پنہائے زمین — اے مہر عالم تاب دین
مقبول ایزد بالہدٰے — شیر محمدؒ بالیقین
سَر چشمۂ صدق و صفا — محبوب ربّ العلمین
قطبِ زمان غوث جہاں — پرواہ دینِ متین!
ہم عاصیوں پر ہو نظر — از بہر ختم المرسلین
آں رحمۃٌ للعالمین



اعلیٰحضرت شیر ربانی میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کا
سالانہ عرس مبارک
۱،۲،۳ ربیع الاول
ہر سال
کو شرقپور شریف میں منایا جاتا ہے
نوٹ: صفر المظفر کا مہینہ ۲۹ دن کا شمار ہوتا ہے
سالانہ ختم مبارک
حضرت ثانی لاثانی میاں غلام اللہ شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ
برادر حقیقی و سجادہ نشین اعلیٰحضرت شیر ربانی میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کا
زیر اہتمام
فخر المشائخ حضرت صاحبزادہ میاں جمیل احمد شرقپوری سجادہ نشین
آستانہ عالیہ شرقپور شریف
بتاریخ ۱۷،۱۸ اکتوبر بمطابق یکم دوم کاتک ہر سال شرقپور شریف میں منعقد ہوتا ہے

دارالمبلّغین کی اعانت

مکرمی جناب .... السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہٗ

مادیّت کے اس دور میں کفر والحاد کی ظلمتیں ہر سو پھیلتی جا رہی ہیں۔ دینی اور تبلیغی اداروں کا قیام وقت کی اہم ضرورت ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کے فضل عمیم سے ہم اس پیکر سنّت اور عظیم مبلغ اسلام اعلیٰ حضرت شیر ربّانی میاں شیر محمد شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کے حلقۂ ارادت وعقیدت سے وابستہ ہیں، جن کی زندگی کا اوڑھنا بچھونا اتباعِ سنّت نبوی ﷺ اور تبلیغ دین آپ کا محبوب ترین مشغلہ تھا۔ جو مسلمانوں کے اخلاق، کردار، معاملات، عادات واطوار کو سنّت نبوی کا مظہر اور تعلیماتِ اسلامی کے عین مطابق دیکھنا پسند فرماتے تھے اور غیر شرعی حرکات وسکنات سے نفرت کا اظہار فرماتے تھے۔ آپؒ اور آپؒ کے برادرِ حقیقی وخلیفۂ مجاز حضرت ثانی لاثانی میاں غلام اللہ شرقپوری رحمۃ اللہ علیہ کی یاد کو زندہ وتابندہ رکھنے کے لئے فقیر ۱۹۶۰ء میں دارالمبلّغین حضرت میاں صاحبؒ اور ۱۹۹۳ء میں جامعہ شیر ربّانیؒ برائے طالبات کا قیام عمل میں لایا تاکہ طلبہ وطالبات دینی اور فنی علوم نیز قرآن حکیم کی تجوید وقرأت اور تعلیم وتربیت سے آراستہ ہو کر تبلیغ کا کام بحسن وخوبی سرانجام دے سکیں۔

حضرت میاں صاحبؒ کے مشن کی پیش رفت کے سلسلے میں فری شفاخانہ شیر ربّانیؒ کی بنیاد رکھی، جس میں ایکسرے، ای۔سی۔جی، ایمبولینس وغیرہ کا انتظام ہے۔ اور

شرقپور شریف کے گردونواح کی آبادیوں کو طبی سہولیات دینے کے لئے فری سفری شفاخانہ کا انتظام کیا گیا ہے۔

دنیا عالم اسباب ہے۔ان اداروں کو چلانے کے لئے خلوص، ہمت اور توجہ کے ساتھ ساتھ سرمایہ کی بھی ضرورت ہے۔آپ نے بفضلہ تعالیٰ ہمیشہ ان دینی و تبلیغی اداروں کی مالی واخلاقی معاونت کی ہے۔ضرورت کا تقاضا ہے کہ اشیائے صرف کی قیمتوں کو مدّنظر رکھتے ہوئے آپ اس سلسلے کو جاری رکھیں اور اس کارِ خیر میں بیش از بیش حصہ لیں تا کہ ان اداروں کی بڑھتی ہوئی ضروریات پوری ہوسکیں۔

امیدِ واثق ہے کہ آپ میری اپیل پر خاص توجہ فرمائیں گے اور ان دینی اداروں کو کامیاب بنانے کے لئے مجھ سے شایانِ شان طور پر تعاون فرمائیں گے۔

خاکپائے شیر ربانی ؒ وگدائے آستانہ لاثانی

صاحبزادہ میاں جمیل احمد شرقپوری

ناظم دارالمبلغین

حضرت میاں صاحب ؒ وجامعہ شیر ربانی برائے طالبات شرقپور شریف

ضلع شیخوپورہ، پنجاب، پاکستان

Ph:0563-591054 Mob: 0300-4243812

Email:qsrd04@yahoo.com

WWW.Sher_e_rabbani.net

ضرورت نمائندگان

شیر ربانیؒ ڈائجسٹ (انگلش) کے لئے پاکستان سمیت دنیا کے ہر ملک سے نمائندگان اور نیوز ایجنٹ حضرات کی ضرورت ہے۔

برائے رابطہ:

M.Maroof Ahmad Sharaqpuri

Cheif Editor Sher e Rabbani Digest

H. # 10 , St. # 17, Fatch Gath,

Muhgalpura Lahore. Pakistan

Ph # 0300-4641828,042-6559168

Email: qsrd04@yahoo.com

WWW.Sher_e_rabbani.net

Branch Office in London. (U.K)

Dr. B.A. Siddiqi

Muhammad Rafi

34 Brad Field R-D

Stretford, Manchester

m32-9.L.A,U.K

Ph: 00441618657595,00447739206539

یا اللہ عزوجل   یا رسول اللہ ﷺ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

غلامِ نقشبنداں شو اگر دنیا و دیں خواہی
سگ درگاہ مُجدّد شو اگر حق الیقین خواہی

طالب دعا

جناب حاجی غلام صابر انصاری سابق ایم۔پی۔اے قصور

0300-4714880,0321-4490090

کتاب ملنے کے پتے

Riasat book Depot,Bahawalpur,
Modern book Depot,Sialkot,
Mirza & Brothers, Gujrat,
Ph:0433-521794-524411
Iqbal Pervaze,Gujranwalal,
Rehamat Book stall, Okara.
Pakistan book Depo, Larkana
Sindh kitabghar, Mirpur Kas
Chaudhray amant ali,Rehim Yaar Khan
Chaudhray brothers, Sadiqabad
Foreign Distributors:
M/S.INDO PAK VIDEO INC.D.B.A video palace,22324
West devon chicago,ILL
60695(U.S.A)Ph:372 262 2929Fax:312 262 3990
M.S.Unique Gift Rc video conversion
13679E.colorado street.
Bridgeville,PA15017,pittsburgh,U.S.A
Ph:(412)221 1339Fax:4122213760
M/S suc [illegible] ung centre 131,Green Street
,E78..F,london U.K
Ph:018-4724146,Fax:0044-181472416

National News Agency
Asad chamber, Ground Floor, Shambhu Nath Road Near Passport Ofice
,Saddar, Karachi-74400
Tel:5681520-5688828Fax:5682391
Local Distributors
Chaudhry news agency ,Lahore
Ph:042-7236688-7124584
Kitab Ghar, Rawalpindi
Ph:051-5552927-539380
Zarbagh Khan news agency,peshawer
Ph:091-213525
M.M.trader,Quetta
Ph:081-843229-837672
Al-Sheikh newspaper agency, Multan
Ph:061-587272
Railway book stall, Faislabad
Ph:041-621298
Hussaini book depot, Sukhur,
Ph:071-83766
Shah latif kitabgar,Hyderabad
Hakim Ijaz Ahmad Younani Dawakhana
Doshera Ground Sheikhupura, Punjab.

M/S al adabla publishers and dist.p.o.box,no158,dhahran, Saudi arabia.Ph:03-8645121-954869 Fax03-8951355.

M/S. al adabla publishers and dist.p.o.bob no 648-Madina ,saudi arabia,Ph:648226449,Fax:648229861.

M/S al shahwani library.p.o.box no.74Doha,Qatar.Ph:423528.Fax:361093.

M/S asian press distraibution p.o.box 580,Elmsford ny10523new york (USA).

M/S ste.w. s-s(wembley super star)10-rue jarry 75010 paris ph. 45230022 fax .45231926.m/s.idara muhammad anwar soofirathkes gata -7-0558 oslo ,norway .ph.2384267,fax .2380613.welcomebook shop sheikh hamdan colony ,belhasa bldg.karama.dubai p.o box 27869,dubai.ph.04-3961016.

☆☆☆

M/S.Rolex book&Music Shop 81-83,Wilmslow Road.Rusholme Manchester, M145sU.Ph:0161225-4448,Fax:0161-225-4884.

M/S Oriental star aguncies limited 548-550,Moseley Road, Brimnghm B 129AD, U.K.Ph:44(0)121 449 6437,Fax:44(0)121 449 5404.

M/S book centre,express house white abbey road Bradford, West Yorkshire bd&bej U.K Ph:0274-727864(2lines)Fax:0274-728136.

M/Sal ababala publishers and dist.p.o box no.87754,Riyadh,Saundi arabia.Ph:01-4731010Fax:014730161.

M/S al adbia publishers anddist.po box no.41073 jeddah,saudi arabia Ph:02-6715788,Fax:02-6712827.

M/S Seema cold store po box no 20503 manama bahrain.Ph:223354,Fax:2451074.

Yunus Cultural book shop p.o.box no.2357-211 salalah sultanate of Oman Ph:296269,Fax291188.